فہرست

ا ج
ات

نکاح

[illegible]م رومانؓ [illegible]صفیہؓ کا نکاح ایام جاہلیت میں ابوسفیان بن حرب
[illegible]م ونسب [illegible]ث سے ہوا تھا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ حارث کی وفات
[illegible]سلا کے بعد آپ کا عقد ثانی حضرت خدیجہؓ کے بھائی عوام بن خویلد کے ساتھ
[illegible] ہوا۔ ان سے تین لڑکے زبیرؓ، سائب، اور عبدالکعبہ ہوئے۔ تاریخ
[illegible] حضرت زبیرؓ بہت مشہور ہیں۔

اسلام

رسول اللہ صلعم کی کئی پھوپھیاں تھیں صفیہؓ اروی اور عاتک
وغیرہ لیکن ان سب میں حضرت صفیہؓ ہی شرف اسلام سے مشرف
ہوئیں اور یہ خصوصی امتیاز انہیں ہی حاصل ہے۔

ہجرت

ہجرت کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے۔ کہ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت
زبیرؓ کے ساتھ ہجرت کی۔

غزوہ احد

اس غزوہ کا مفصل حال تاریخ عالم اسلام کی جلد اول میں بیان کر

بہادر خواتین اسلام

صحابیات

حضرت صفیہؓ

نام و نسب

آپ کا نام صفیہؓ ہے۔ اور چونکہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی بیٹی ہیں۔ اس لئے آپ کا نسب وہی ہے جو رسول اللہ صلعم کا ہے۔ ان کی ماں کا نام ہالہ بنت وہب تھا۔ جو آنحضور صلعم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کی سگی بہن تھیں۔ اس لئے آنحضور صلعم کی خالہ زاد بہن تھیں۔ اور چونکہ آپ کی پھوپھی بھی تھیں۔ رسول اللہ صلعم کے چچا حضرت امیر حمزہؓ بھی حضرت ہالہ کے بطن سے تھے۔ اس لئے حضرت صفیہؓ حضرت امیر حمزہؓ کی سگی بہن تھیں۔

جا چکا ہے۔ مجمل یہ ہے۔ کہ بدر میں کفار مکہ کو زبردست ہزیمت ہوئی تھی ان کے بڑے بڑے سردار اس معرکہ میں مارے گئے تھے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے باپ اور بھائی بھی قتل ہو گئے تھے۔ اس ہزیمت نے قریش مکہ کو سیخ پا کر رکھا تھا چنانچہ انہوں نے عظیم الشان لشکر لے کر مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی۔ آں حضور صلعم کو جب خبر ہوئی تو آپ بھی موحدین کا لشکر لے کر احد نامی پہاڑ کے دامن میں جا پہنچے۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے شمال میں مدینہ سے تقریباً دو میل پر واقع ہے۔ یہاں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔

ہندہ نے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نامی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حضرت حمزہؓ کو شہید کر ڈالے۔ اور اس کو گراں قدر انعام دینے کا وعدہ کیا۔ وجہ یہ تھی۔ کہ ہندہ نے یہ قسم کھائی تھی۔ کہ وہ حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبائے گی۔

حضرت حمزہؓ نے جبیر بن مطعم کے چچا کو بھی بدر میں قتل کر ڈالا تھا اس نے وحشی سے کہا۔ کہ اگر تو نے امیر حمزہؓ کو قتل کر دیا۔ تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔ اتفاق سے حضرت امیر حمزہؓ اس کی زد پر آ گئے۔ اس نے حربہ کھینچ مارا۔ حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے۔ ہندہ نے حضرت حمزہؓ کی لاش کو مثلہ کیا۔ ان کا جگر نکال کر چبایا۔ لیکن نگل نہ سکی۔ اگل دیا۔ اسی وقت سے اس کا لقب جگر خوار مشہور ہوا۔

اسی معرکہ میں مسلمانوں کو اپنی ہی غلطی سے ہزیمت ہو گئی۔ بدر میں جب

اس شکست کی خبر پہنچی۔ تو مسلمان مرد اور عورتیں مسلمانوں کی مدد کے لیئے دوڑ پڑے۔ ان میں حضرت صفیہؓ بھی تھیں۔

حضرت صفیہؓ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے بھائی حضرت حمزہؓ مارے گئے ہیں انہوں نے نیزہ ہاتھ میں لیا۔ اور میدانِ جنگ میں جا کر مسلمانوں کو للکارا۔ مسلمانو! تم پر حیف ہے۔ تم رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر بھاگے جاتے ہو۔ خدا کا غضب دیکھو کافروں پر حملہ آور ہو ہیں۔ انہوں نے کئی کافروں کو مار ڈالا۔ تمام مسلمان جوش میں آ کر حملہ آور ہو گئے۔ خدا نے مدد کی۔ اور شکست فتح سے بدل گئی۔ کفار شکست کھا کر بھاگ گئے۔ دم کے دم میں ان کے وجود سے میدانِ کارزار صاف ہو گیا۔

اب حضرت صفیہؓ اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کی لاش دیکھنے تشریف لے چلیں۔ رسول اللہ صلعم نے دیکھ لیا۔ آپ نے ان کے بیٹے حضرت زبیرؓ بن العوام سے کہا۔ دیکھو تمہاری والدہ اپنے بھائی حمزہ کی لاش دیکھنے جا رہی ہیں۔ انہیں روکو کیونکہ لاش کی حالت بہت خراب ہے۔ انہیں دیکھ کر صدمہ ہو گا۔

حضرت زبیرؓ نے آگے بڑھ کر حضرت صفیہؓ کو روک کر کہا۔ امی جان رسول اللہ صلعم آپ کو واپس جانے کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت صفیہؓ نے کہا۔ بیٹا! مجھے معلوم ہے۔ کہ کفار نے میرے شیر دل بھائی کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے ہیں۔ میں نوحہ کرنے نہیں آئی ہوں۔ خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں ہے۔

حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلعم سے عرض کی۔ رسول اللہ نے لاش دیکھنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے اذن پا کر بھائی کی لاش کے ٹکڑے اور

سب پایا ہوا جگہ دیکھا۔ دل امنڈ آیا۔ مگر ضبط کیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

پڑھ کر دعائے مغفرت کی چوں کہ یہ واقعہ نہایت دردانگیز تھا۔ اس لئے حضرت صفیہؓ نے ایک پردرد مرثیہ کہا۔ وہ زبردست شاعرہ بھی تھیں۔ اس مرثیہ کا ایک شعر یہ ہے۔ رسول اللہ صلعم سے مخاطب ہو کر کہا ہے۔

اِنَّ یَوْمًا اَتٰی عَلَیْکَ لِیَوْمٌ

آج آپ پر وہ دن آیا۔ کہ

کُوِّرَتْ شَمْسُہٗ وَکَانَ مُضِیًّا

آفتاب سیاہ ہو گیا۔ حالانکہ وہ پہلے روشن تھا

بہادری

اگرچہ غزوۂ احد میں حضرت صفیہؓ نے اپنی جرأت و دلیری کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن ان کی شجاعت کا جوہر غزوۂ خندق میں صاف طور پر کھلا ہوا کہ یہودیوں نے کفارانِ مکہ کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے برانگیختہ کیا یہود اور عرب کے مشرک مل کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوتے۔

آنحضور صلعم نے سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے ماہ ذیقعد ۵ھ میں مدینہ کے گرد خندق کھدوائی شروع کی۔ اور چوں کہ ان یہودیوں سے جو مدینہ میں رہتے تھے۔ یہ اندیشہ تھا۔ کہ جس وقت مسلمان جنگ میں مصروف ہوں۔ اسی وقت وہ عورتوں اور بچوں پر حملہ نہ کر دیں

اس لئے حضور نے مسلمان عورتوں اور بچوں کو مدینہ کے قریب والے چند قلعوں میں محفوظ کر دیا۔ ان میں سے ایک قلعہ کی نگہبانی حضرت عائشہ صدیقہؓ کرتی تھیں۔ اور ایک قلعہ کی حفاظت پر حضرت حسان کو جو مشہور شاعر اور رسول اللہ صلعم کے خاص طور پر مداح تھے۔ مامور کیا تھا۔

اس قلعہ کا نام اطم تھا۔ اور اسے فارع بھی کہتے تھے۔ اسی قلعہ میں حضرت صفیہؓ بھی تھیں۔

حضرت حسان کسی مرض میں مبتلا رہ چکے تھے۔ اس مرض نے ان کی طاقت سلب کر لی تھی۔ اور ان کے قلب کو اتنا کمزور کر دیا تھا۔ کہ نہ وہ لڑ سکتے تھے۔ نہ کوئی اور کام کر سکتے تھے۔

اس لئے ان کی موجودگی ہی بیکار تھی۔ اکثر حضرت صفیہ نگہبانی کیا کرتی تھیں۔ ایک روز جب وہ قلعہ کی فصیل پر گشت کر رہی تھیں۔ تو انہوں نے یہودیوں کو قلعہ کی طرف آتے دیکھا۔

بات یہ ہوئی۔ کہ جب یہودیوں نے دیکھا۔ کہ مسلمان محصور ہیں۔ تو وہ یہ خیال کر کے کہ قلعوں میں صرف خواتین اسلام ہی ہوں گی۔ قلعہ اطم پر حملہ آور ہوئے۔ مگر اس احتیاط سے آئے۔ کہ جس سے قلعہ والے خبردار نہ ہوں وہ قلعہ سے کچھ فاصلہ پر رک گئے۔

اور انہوں نے ایک بہادر آدمی کو پھاٹک پر یہ دیکھنے کے لئے بھیجا قلعہ میں صرف عورتیں ہی عورتیں ہیں۔ یا مرد بھی ہیں۔ یہ یہودی آگے بڑھ کر پھاٹک پر پہنچ گیا۔ اور کان لگا کر باتیں سننے لگا۔ حضرت صفیہؓ اس کی حرکتیں دیکھ رہی

یں۔ انہوں نے حضرت حسانؓ سے کہا۔
دیکھو ایک یہودی پھاٹک پر آگیا ہے۔ نیچے اتر کر اسے قتل کر ڈالو۔ حضرت
سانؓ نے جواب دیا۔ اگر میں اس قابل ہوتا۔ تو یہاں کیوں ہوتا۔ رسول اللہ
لعم کے ساتھ نہ ہوتا۔
حضرت صفیہ نہایت دلیر تھیں۔ وہ خیمہ کی چوب لے کر اتریں۔ اور نہایت
ستگی سے پھاٹک پر پہنچ کر اچانک پھاٹک کھولا۔ یہودی خوف زدہ ہو کر
ہٹا۔ حضرت صفیہؓ نے جلدی سے اس کے سر پر چوب ماری۔ وہ تیورا کر
ا۔ اور گرتے ہی مر گیا۔
حضرت صفیہؓ نے واپس آ کر حضرت حسانؓ سے کہا۔ میں نے اس یہودی
مار ڈالا ہے۔ تم جا کر اس کا سر کاٹ لاؤ۔ قلعہ کے نیچے پھینک دو۔ اور اس
کپڑے اتار کر لے لو۔
اس زمانہ میں یہ قاعدہ تھا۔ کہ جو مسلمان جس دشمن کو مارتا تھا۔ اس کا
ل اس کے ہتھیار۔ گھوڑا غرض سب کچھ لے لیتا تھا۔ حضرت حسانؓ
کہا۔ میرا قلب اس قدر کمزور ہے۔ کہ میں یہ کام بھی انجام نہیں دے سکتا۔
آخر حضرت صفیہ خنجر لے کر گئیں۔ یہودی کا سر کاٹ لیا۔ اور لباس اور
ار بھی لے لئے۔ یہ چیزیں تو حضرت حسانؓ کو دے دیں۔ اور سر قلعہ سے نیچے
پھینک دیا۔
جوں ہی یہودیوں نے اپنے ساتھی کا سر دیکھا۔ گھبرا گئے۔ سمجھے کہ قلعہ
عورتیں بیاری نہیں۔ مرد بھی ہیں۔ چنانچہ ڈر کر اس بری طرح سے بھاگے۔ کہ اپنی

بہت سی چیزیں بھی وہاں ہی چھوڑ گئے۔
حضرت صفیہؓ ان چیزوں کو بھی جا کر اٹھا لائیں۔ اس طرح ان کی دلیری نے یہودیوں کو خوفزدہ کر دیا۔ اور انہیں پھر قلعہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

ادیبہ

حضرت صفیہؓ صرف دلیر و شجاع ہی نہ تھیں۔ بلکہ شاعرہ اور ادیبہ بھی تھیں جب ان کے باپ عبدالمطلب کی وفات ہوئی۔ اور بنو ہاشم نے عورتوں کو ٹلا کر مجالسِ عزا ترتیب دی۔ تو اکثر عورتیں مرثیے لکھ کر لائیں۔
حضرت صفیہؓ نے بھی مرثیہ لکھا۔ ان کے مرثیے کو سب نے پسند کیا۔ اس مرثیے کے بعض اشعار یہ ہیں۔

أَرِقْتُ لِصَوْتِ نَائِحَةٍ بِلَيْلٍ
عَلَى رَجُلٍ بِقَارِعَةِ الصَّعِيدِ
فَفَاضَتْ عِنْدَ ذَالِكُمُ دُمُوعِي
عَلَى خَدِّي الْمُتَحَدِّرِ الْفَرِيدِ
عَلَى رَجُلٍ كَرِيمٍ غَيْرِ وَغْلٍ
لَهُ الْفَضْلُ الْمُبِينُ عَلَى الْعَبِيدِ
رَفِيعِ الْبَيْتِ أَبْلَجَ ذِي فُضُولٍ
غِيَاثِ النَّاسِ فِي الزَّمَنِ الْحَرُودِ
فَلَوْ خَلَدَ امْرُءٌ لِقَدِيمِ مَجْدٍ

وَلٰکِنْ لَا سَبِیْلَ اِلَی الْخُلُوْدِ
لَکَانَ مُخَلَّدَ اُخْرَی اللَّیَالِیْ
لِفَضْلِ الْمَجْدِ وَالْحَسَبِ التَّلِیْدِ

ترجمہ: میں رات کو ایک نوحہ کرنے والی کی آواز سے رو اٹھی۔ جو ایک مرد کریم پر رو رہی تھی۔ یعنی اس حال میں میرے آنسو میرے رخساروں پر موتیوں کی طرح بہنے لگے۔ ایسے مردِ کریم پر افسوس کرنا بیہودہ نہ تھا۔ اس کی بزرگی دور دور عیاں تھی۔ وہ عالی خاندان، کشادہ ابرو صاحبِ فضل اور ایام قحط میں انسانوں کے لئے مثل ابر کے تھا۔ ایسا انسان اپنی قدیم بزرگی کی وجہ سے ہمیشہ رہتا۔ یا ہمیشگی کی کوئی صورت نہ تھی۔ تو اپنی فضیلت اور شرافت کی وجہ سے بہت زمانہ تک زندہ رہتا۔

حضرت صفیہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بھی مرثیہ کہا۔ اس مرثیہ کے چند اشعار یہ ہیں۔

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتَ رَجَاءَنَا
وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَکُ جَافِیَا
وَکُنْتَ رَحِیْمًا ہَادِیًا وَمُعَلِّمًا
لِیَبْکِ عَلَیْکَ الْیَوْمَ مَنْ کَانَ بَاکِیَا
فِدًی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ اُمِّیْ وَخَالَتِیْ
وَعَمِّیْ وَخَالِیْ ثُمَّ نَفْسِیْ وَمَالِیَا

فلو ان رب الناس ابقی بیننا
سعدنا ولکن امر کان ماضیا
علیک من اللہ السلام تحیۃ
وادخلت جنات من العدن رضیا

ترجمہ۔ یا رسول اللہ صلعم آپ ہماری امید تھے۔ آپ ہم پر احسان کرتے تھے۔ ظالم نہ تھے۔ آپ رحیم ہادی اور معلم تھے۔ آج آپ پر ہر رونے والے کو رونا چاہیئے۔ رسول اللہ صلعم پر میری ماں اور خالہ اور چچا ماموں اور خود میں قربان ہوں۔ اور میرا مال بھی کاش خدا انہیں زندہ رکھتا۔ تو ہم کیسے خوش قسمت ہوتے۔ مگر اس کا حکم ہو کر رہتا ہے۔ اللہ کی طرف سے آپ پر سلام ہو۔ اور آپ جنتوں میں سے جنت عدن میں داخل ہوں۔

وفات

حضرت صفیہؓ نے حضرت عمرؓ خلیفۂ دوم کے عہد خلافت میں ۲۰ھ میں تہتر سال کی عمر میں وفات پائی بمقام بقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر صدیقؓ

نام و نسب

اسماء نام ہے۔ ذات النطاقین لقب ہے۔ آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اول کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کا نسب بھی وہی ہے۔ جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام قتیلہ تھا۔ جو قریش کے ایک مشہور و معزز سردار عبد العزیٰ کی بیٹی تھیں۔

عبد اللہ بن ابی بکر صدیقؓ آپ کے حقیقی بھائی تھے۔ جب ابو بکر صدیقؓ مسلمان ہوئے۔ تو انہوں نے قتیلہ سے بھی مسلمان ہونے کو کہا۔ مگر اس نے انکار کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسے طلاق دے دی۔ اور ام رومان سے نکاح کر لیا۔

وہ مسلمان ہو گئیں۔ ان کے بطن سے حضرت عبد الرحمٰن اور حضرت عائشہؓ پیدا ہوئے۔ اس طرح حضرت عائشہؓ آپ کی چھوٹی اور سوتیلی بہن تھیں۔

پہلی جرأت

جب کفار مکہ نے آنحضور صلعم کی ایذا رسانیوں میں انتہا کر دی۔ اور جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ انہیں بھی ستانے لگے۔ تو رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کو ہجرت مدینہ کی اجازت دے دی۔ لوگ کثرت سے چھپ چھپ کر مدینہ چلے گئے کفار مکہ نے اس بات کو اپنی ہزیمت سمجھا۔ انہوں نے مشورہ کیا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے۔

پروردگار عالم نے وحی کے ذریعہ سے رسول اللہ صلعم کو کفار کے مشورہ سے آگاہ کر کے حضور کو بھی ہجرت کا حکم دے دیا۔ حضور نے دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان پر جا کر ہجرت کی خوشخبری سنائی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسی وقت تیاری شروع کر دی۔ حضرت اسماءؓ نے ستو اور کھجوریں تھیلیوں میں باندھ کر دو تین دن کے کھانے کے لئے رکھ دیں۔ رات کو جب رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ سے رخصت ہو کر غار ثور میں جا ٹھہرے۔

اگلے روز قریش کو رسول اللہ صلعم کے ہجرت کر جانے کا حال معلوم ہوا انہیں بڑا غصہ آیا۔ تمام کافروں میں زبردست جوش پیدا ہو گیا۔ چونکہ عام طور پر سب اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر صدیق میں گہرا دوستانہ ہے۔ اس لئے سب نے یہ سمجھا۔ کہ یا تو حضور ابوبکرؓ کے یہاں چھپے ہوئے ہوں گے۔ یا دونوں نے ہجرت کی ہو گی۔

چنانچہ ابوجہل لوگوں کا جم غفیر ساتھ لے کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے مکان پر پہنچا۔ آواز دی۔ کواڑوں کو کھٹکھٹایا۔ حضرت اسماءؓ باہر نکلیں۔ ابوجہل نے پوچھا۔

لڑکی تیرا باپ کہاں ہے۔ اسماءؓ نے جواب دیا۔ مجھے خبر نہیں۔

ابوجہل نے دھمکاتے ہوئے کہا۔ تو چھپاتی ہے۔

اسماءؓ نے دلیری سے جواب دیا تم بکتے ہو۔

ابوجہل کو غصہ آگیا۔ اس نے حضرت اسماءؓ کے منہ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ کان کی بالی گر گئی۔ حضرت اسماءؓ کا چہرہ جوش سے سرخ ہو گیا۔ انہوں نے کہا تم بزرگ ہو۔ ورنہ اس کا جواب دیتی۔

ابوجہل بکتا جھکتا چلا گیا۔ اسماء بھی اسے برا بھلا کہتیں گھر کے اندر چلی آئیں۔

قحافہ کا فکر

جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ہجرت کی۔ تو وہ اپنے ساتھ پانچ ہزار درہم لے کر روانہ ہوئے تھے۔ اس وقت اسی قدر زر نقد موجود تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے والد قحافہ اس وقت زندہ تھے۔ اور حالت کفر میں تھے۔ کبیر سن اور نابینا تھے۔

جب انہیں معلوم ہوا۔ کہ ابوبکرؓ ہجرت کر گئے۔ تو انہیں فکر تھا۔ کہ کہیں وہ اپنے ساتھ درہم بھی نہ لے گئے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے گھر کے اندر آکر اپنی

دونوں پوتیوں حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا۔ کیا ابوبکرؓ چلا گیا؟
حضرت اسماءؓ نے جواب دیا جی ہاں چلے گئے؟
کیا وہ مال بھی ساتھ لے گیا؟
اسماءؓ۔ نہیں وہ ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔
حضرت اسماءؓ جانتی تھیں۔ کہ دادا کو جب ابوبکرؓ کے جانے کی اطلاع ہو گی۔ تو وہ مال و زر کو ضرور پوچھیں گے۔
چنانچہ انہوں نے چند تھیلیوں میں سنگریزے بھر کر اس طاق میں رکھ دئے تھے جس میں درہم رکھے رہتے تھے۔ قحافہ کو لے جا کر وہ تھیلیاں دکھا دیں۔ قحافہ نے ٹٹول کر دیکھا اور اطمینان کے لہجہ میں کہا۔
اب اس کے جانے کا کچھ غم نہیں حضرت اسماءؓ کہتی ہیں۔ کہ میں نے دادا کی تسکین کے لئے ایسا کیا تھا۔ ورنہ وہاں ایک حبہ بھی نہ رہا تھا۔

خدمات ۶ ماہ ۷ ۵

رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دونوں مکہ سے نکل کر غار ثور میں جا چھپے تھے۔ یہ غار مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر دکن کی جانب پہاڑ کی چوٹی پر سطح سمندر سے ایک میل بلندی پر واقع ہے۔ پہاڑ پر کھڑے ہونے سے سمندر دکھائی دیتا ہے۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ نے روانگی سے پہلے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو یہ ہدایت کر دی تھی۔ کہ وہ قریش کی مجلسوں میں شرکت کر کے ان کے مشورں

اور ارادوں سے رات کو آکر اطلاع دے جایا کریں۔
اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو تاکید کر دی تھی۔ کہ وہ بکریوں کا ریوڑ غارِ ثور کے قریب ہی چرایا کریں۔ اور رات کو دودھ دے کر واپس لیجایا کریں۔
حضرت اسماءؓ سے کہہ دیا تھا۔ کہ وہ کھانا تیار کر کے رات کو احتیاط سے غار میں پہنچا آیا کریں۔ چنانچہ یہ تینوں اپنی اپنی خدمات نہایت اچھے طریقہ پر انجام دیتے رہے۔
سب سے پہلے حضرت عبداللہؓ آکر قریش کے مشوروں اور ارادوں کی اطلاع دیتے۔ کچھ رات گئے حضرت اسماءؓ کھانا لے کر آجاتیں۔ اور عامر رات کو دودھ دے کر ریوڑ واپس لے جاتے۔ ریوڑ کے چلنے سے حضرت عبداللہ اور حضرت اسماءؓ کے نشانِ پا مٹ جاتے۔
اس وجہ سے کفار کو رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ صدیق کا سراغ نہ لگ سکا۔
حضرت اسماءؓ کی خدمت نہایت اہم تھی۔ وہ رات کو تنہا کھانا لے کر مکہ سے تین کوس پہاڑ پر جاتی تھیں۔ چونکہ دلیر تھیں۔ اس لئے ڈرتی نہ تھیں۔
وہ یہ بھی جانتی تھیں۔ کہ کفار ان کی نگرانی کر رہے ہیں۔
اکثر جب وہ گھر سے نکلتیں۔ تو کوئی نہ کوئی انہیں راستہ میں مل جاتا۔ لیکن وہ ہمیشہ اسے جھانسا دے کر اسے پیچھے چھوڑ جاتیں۔

ذات النطاقین

چوتھے روز رات کو رسول اللہ صلعم نے غار ثور سے نکل کر مدینہ روانہ ہونے کا انتظام کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے روانگی سے پہلے عبداللہ بن اریقط کو اونٹنیاں دے کر اجرت دے دی۔ اور اسے رہبر مقرر کر دیا تھا۔ ابن اریقط بھی کافر تھا۔ اور اپنی قومی روایات کے بموجب عہد و اقرار کا پابند تھا اسے معلوم تھا۔ کہ رسول اللہ صلعم غارِ ثور میں چھپے ہوئے ہیں کیونکہ قریش نے یہ منادی کرا دی تھی۔ کہ جو شخص رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پتہ بتا دے گا۔ اسے سو اونٹ انعام ملیں گے عبداللہ بن اریقط نے بھی یہ اعلان سنا تھا۔ لیکن اس نے بدعہدی نہیں کی۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کے پاس اطلاع بھیجی۔ وہ فوراً اونٹنیاں لے کر حاضر ہو گیا۔

حضرت اسماءؓ ستو اور کھجوروں کے تھیلے لے کر رات کو آ گئیں لیکن جلدی میں تھیلوں کے منہ باندھنے کے لئے رسی نہ لا سکیں بھول آئیں۔ جب تھیلوں کو کسی وہ سے باندھنا چاہا۔ تو کوئی تسمہ یا رسی نہ ملی۔ حضرت اسماءؓ نے جلدی سے اپنا نطاق[1] آدھا کاٹ کر تھیلے باندھ دیئے۔ اور آدھا اپنی کمر سے باندھ لیا۔

---

[1] نطاق بعض کہتے ہیں۔ نطاق کمر باندھنے کا رومال ہوتا تھا۔ بعض کہتے ہیں بقیہ صفحہ ۲۵

حضرت اسماءؓ کی اس بر وقت تدبیر سے آنحضور صلعم بہت خوش ہوئے آپ نے انہیں ذات النطاقین کہا۔ اسی وقت سے ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا۔ آج تک وہ تاریخوں میں اسی نام سے یاد کی جاتی ہیں۔

نکاح

حضرت اسماءؓ کا نکاح حضرت زبیرؓ بن العوام کے ساتھ ہوا۔ یہ زبیرؓ حضرت صفیہؓ کے صاحبزادہ اور آنحضور صلعم کے پھوپھیرے بھائی تھے۔

اسلام

حضرت اسماءؓ مکہ میں اسلام لائیں۔ ان کا شمار سابقوں میں ہے مسلمان ہونے والوں میں ان کا نمبر اٹھارھواں ہے۔

ولادت

ہجرت سے ستائیس سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ گویا رسول اللہ صلعم کی ہجرت کے وقت ان کی عمر ستائیس سال کی تھی۔

ڈوڑی ہوتی تھی۔ رومال سمجھ میں نہیں آتا۔ ڈوری ہی ہو سکتی ہے۔ ڈوری ہی سے تھیلے باندھے جا سکتے ہیں۔

صادق صدیقی سردھنوی

ہجرت

رسول اللہ صلعم اور حضرت ابو بکر صدیق جب مدینہ منورہ میں پہنچ گئے۔ اور وہاں قدرے اطمینان حاصل ہوا۔ تو آنحضور صلعم نے زید بن حارث کو اپنے غلام ابو رافع کے ساتھ مکہ اپنے متعلقین کو لینے کے لئے بھیجا حضرت ابو بکرؓ صدیق نے بھی اپنا ایک آدمی اپنے عزیزوں کو لانے کے لئے ساتھ کر دیا۔

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اپنی سوتیلی ماں ام رومان اور حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں آ گئے۔

اولاد

حضرت اسماءؓ نے قبا میں جا کر قیام کیا۔ قبا مدینہ منورہ کا ایک محلہ ہے سنہ قریب الختم تھا۔ اسی سنہ میں حضرت اسماءؓ کے بطن سے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔

عام طور پر مہاجرین کو ان کی ولادت سے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ اس خوشی کی وجہ یہ تھی۔ کہ اس وقت تک کسی مہاجر کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ مدینہ میں یہ مشہور ہو گیا تھا۔ کہ یہودیوں نے جادو کر دیا ہے۔ مہاجرین کے اولاد نہ ہوگی۔

مہاجرین میں پہلا بچہ حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے تھے۔

حضرت اسماءؓ حضرت عبداللہ کو لے کر آنحضور صلعم کی خدمت میں حاضر

ہوئیں حضور نے انہیں گھٹی پلائی۔ اور دعا دی۔

حضرت اسماءؓ کے بطن مبارک سے حضرت زبیرؓ بن العوام کے پانچ صاحبزادے حضرت عبداللہؓ، عروہؓ، منذرؓ، عاصمؓ، اور مہاجرؓ اور تین صاحبزادیاں خدیجہ الکبریٰؓ ام الحسنؓ اور عائشہؓ پیدا ہوئے۔

افلاس

اگرچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خاصے مالدار تھے۔ لیکن وہ اپنی دولت اسلام اور مسلمانوں کے لئے خرچ کرتے تھے۔ حضرت زبیرؓ تونگر نہ تھے۔ بلکہ مفلس تھے۔ حضرت اسماءؓ کے گھر پر افلاس چھایا ہوا تھا۔ وہ تنگدستی اور بے بضاعتی کی وجہ سے گھر کا سب کام خود ہی کرتی تھیں۔

حضرت اسماءؓ خود فرماتی ہیں۔ کہ میری شادی حضرت زبیرؓ کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ اس قدر مفلس تھے۔ کہ ان کے پاس نہ کوئی غلام تھا۔ نہ کنیز۔ خانہ داری کا سب کام مجھے ہی کرنا ہوتا تھا۔

ایک گھوڑا اور ایک اونٹ تھا۔ ان کی خبر گیری بھی میرے ہی ذمہ تھی۔ رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو نخلستان کا ایک قطعہ عنایت فرمایا تھا۔ جو مدینہ منورہ سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا۔

میں روزانہ وہاں جاتی۔ اور کھجوروں کی گٹھلیاں جمع کر کے اپنے سر پر اٹھا کر گھر لایا کرتی تھی۔ اور گٹھلیوں کو خود ہی دلتی بھگوتی اور گھوڑے اور اونٹ کو کھلاتی۔ اگرچہ زبیرؓ بڑے غیور تھے۔ انہیں اس وقت بڑی غیرت آتی تھی۔

جب میں سر پر گٹھلیاں لایا کرتی تھی۔ لیکن مجبوری تھی۔ اس لئے وہ خاموش رہتے تھے۔ میں پانی بھر کر لاتی۔ ڈول کھینچتی۔ گھر میں صفائی کرتی۔ اپنے شوہر اور بچوں کے کپڑے سیتی۔ اور دھوتی۔

غرض خانہ داری کا سب کام انجام دیتی۔ صبح سے رات تک مصروف رہتی۔ مجھے روٹی پکانی نہیں آتی تھی۔ وجہ یہ تھی۔ کہ مکہ میں کنیزیں تھیں۔ وہی پکاتی تھیں۔

میرے گھر کے قریب انصار کی بیویاں رہتی تھیں۔ میں آٹا گوندھ دیتی۔ وہ روٹیاں پکا دیتیں۔ یہ بیویاں ہم مہاجرین کا کام کر کے بڑی خوش ہوتی تھیں۔ چاہتیں کہ ہمارا زیادہ سے زیادہ کام کر دیں۔ لیکن میں ان سے زیادہ کام نہ کراتی تھی۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا۔ کہ میں نخلستان سے کھجوروں کی گٹھلیاں سر پر رکھے آ رہی تھی۔ کہ راستہ میں آنحضور صلعم مل گئے۔ کئی صحابہ آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپ نے اپنا اونٹ بٹھا لیا۔ اور مجھے سوار کرنا چاہا۔ لیکن ایک تو مجھے شرم آئی۔ دوسرے یہ خیال ہوا۔ کہ میرے شوہر بڑے غیور ہیں۔ کہیں انہیں ناگوار نہ ہو۔ میں نے عذر کیا۔

حضور سمجھ گئے۔ کہ میں شرم کی وجہ سے نہیں بیٹھتی چنانچہ آپ تشریف لے گئے۔ میں نے گھر آ کر یہ واقعہ اپنے شوہر زبیرؓ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا۔ خدا جانتا ہے۔ تمہارا سر پر گٹھلیاں لانا مجھے گوارا نہیں ہے۔

رسول اللہ صلعم کے ساتھ سوار ہو کر آنے میں کوئی شرم نہیں لیکن گٹھلیاں

ناقابل شرم بات ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ بات میرے والد حضرت ابوبکرؓ کو معلوم ہوئی۔ انہوں نے مجھے ایک غلام عطا کیا۔
غلام کی بدولت مجھے گھوڑے اور اونٹ کی خدمت سے نجات مل گئی۔ اور مجھے مصیبتوں سے کسی قدر چھٹکارا مل گیا۔

تموّل

جب فتوحات کا سیلاب بڑھا۔ اور مال غنیمت کی فراوانی ہوئی۔ تو مسلمان مفلس سے غنی ہو گیا۔ حضرت زبیرؓ بھی متمول ہو گئے۔ دولت سے جاہ و ثروت پیدا ہو گئے۔
لیکن حضرت اسماءؓ نے اپنی سادگی کو نہیں جانے دیا۔ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتی۔ خشک روٹی سے شکم پری کرتیں۔ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ نہ نیک کپڑا پہنتی تھیں۔ نہ اچھی غذا کھاتی تھیں۔
اگرچہ اب ان کے پاس کئی کنیزیں اور غلام ہو گئے تھے۔ لیکن پھر بھی گھر کا زیادہ تر کام خود کرتی تھیں۔ جب تک ضعیفی نے انہیں اتنا کمزور نہ کر دیا۔ کہ وہ کسی قابل نہ رہیں۔ برابر کام کرتی رہیں۔

راسخ الاعتقادی

وہ بہت زیادہ راسخ الاعتقاد مسلمان خاتون تھیں۔ مشرکوں سے بات کرنا اور ان کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہ کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ ان کی حقیقی والدہ قتیلہ ان سے ملنے آئیں۔ ان کے تحائف بھی لائیں۔ لیکن وہ مشرک تھیں۔ اس لئے نہ ان کے تحفے قبول کئے نہ انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا۔

حضرت عائشہؓ کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ آپ آنحضور صلعم سے دریافت کر کے اطلاع دیں۔ کہ اس موقعہ پر مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ تحائف قبول کر لو۔ انہیں اپنے گھر میں مہمان رکھ ان کی مدارات کرو یہ پروردگار عالم کا بھی ارشاد ہے۔

اس حکم کے بعد انہوں نے اپنی والدہ کو اپنے مکان میں قیام کرنے کی اجازت دے دی۔ ان کے تحفے قبول کئے۔ اور ان کی مدارات کی۔

ایک مرتبہ پھر ایسا اتفاق ہوا۔ کہ ان کی والدہ ان کے پاس طالب امداد ہو کر آئیں۔ انہوں نے پھر آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ عرض کی میری والدہ مشرک ہیں۔ مجھ سے کچھ روپے مانگتی ہیں۔ میں ان کی مدد کروں یا نہیں۔

حضور نے فرمایا۔ "ہاں! کیوں کہ وہ تمہاری والدہ ہیں"۔

جب کبھی حضرت اسماءؓ کو درد سر کا دورہ ہوتا۔ تو سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کہتیں۔ باری تعالےٰ اگرچہ میں بہت گنہگار ہوں۔ لیکن تیری شان غفاری بہت بڑی ہے۔

ایک مرتبہ ان کی گردن پر ورم آ گیا۔ آنحضرت کی خدمت میں گئیں۔ حضور نے اپنے دست مبارک سے گردن سہلا دی۔ اور دعا دی۔ کہ خدا تمہارا

سی تکلیف کو دور کر دے۔ ان کی تکلیف دور ہو گئی۔

ناپ تول کر خرچ کرنے کی ممانعت

کم مائیگی اور تنگدستی کے زمانہ سے حضرت اسماءؓ کی یہ عادت ہو گئی تھی۔ کہ وہ ہر چیز کو بقدر ضرورت ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں۔

آنحضرت صلعم کو جب معلوم ہوا۔ تو آپ نے منع فرمایا۔ اور کہا۔ کہ اگر ناپ تول کر خرچ کرو گی۔ تو اللہ تعالیٰ اتنا ہی دے گا۔ اس کے بعد انہوں نے ناپ تول چھوڑ دی۔

سخاوت

فیاضی عرب کا اصلی جوہر ہے۔ حضرت اسماءؓ کے مزاج میں بھی سخاوت تھا بہت زیادہ تھی۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ نصیحت کرتی تھیں۔ کہ مال جمع کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسروں کی مدد کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

اگر بخل کرو گے۔ تو خدا بھی تم پر فضل و کرم نہ کرے گا۔ تم جو کچھ صدقہ و خیرات کرو گے۔ وہ تیرے ہی تمہارے لئے اچھا ذخیرہ ہو گا۔

حضرت اسماءؓ خوب خیرات کرتی تھیں۔ جب بیمار ہوتیں۔ تو اپنے تمام غلام آزاد کر دیتیں۔ جب اچھی ہو جاتیں۔ اور غلام خرید لیتیں۔

حضرت عائشہؓ نے اپنی وفات کے وقت ترکہ میں ایک قطعہ زمین چھوڑا تھا۔ جو حضرت اسماءؓ کے حصہ میں آیا۔ انہوں نے اسے ایک لاکھ درہم

میں فروخت کر کے یہ کل رقم اپنے عزیزوں کو دے ڈالی۔
حضرت زبیرؓ کا مزاج ذرا سخت تھا۔ وہ بڑے مغلوب الغضب تھے۔
انہوں نے آنحضور صلعم سے دریافت کیا۔ کیا میں اپنے شوہر کی بلا اجازت
ان کے مال میں سے فقراء کو خیرات دے سکتی ہوں۔
آنحضور صلعم نے اجازت دے دی۔

طلاق

حضرت زبیرؓ نہایت تیز مزاج تھے۔ اکثر حضرت اسماءؓ پر سختی کرتے
رہتے تھے۔
ایک مرتبہ زد و کوب تک نوبت پہنچ گئی۔ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ
سے یہ نہ دیکھا گیا۔ وہ ان کی مدد کے لئے بڑھے۔ حضرت زبیرؓ نے غصہ میں
آکر کہا۔ اگر تو اپنی ماں کی مدد کو آیا۔ تو میں اسے طلاق دے دوں گا۔
حضرت عبداللہ نے کہا۔ جو کچھ بھی ہو۔ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ میری
نظروں کے سامنے ماں پر سختی ہو۔ اس وقت حضرت عبداللہ نے حضرت اسماءؓ
کو بچا دیا۔ لیکن آخر ایک روز حضرت زبیرؓ نے غصہ میں آکر طلاق دے دی۔
طلاق دے کر حضرت زبیرؓ بہت پچھتائے۔ حضرت اسماءؓ کو بھی رنج ہوا۔
چوں کہ دونوں کو ایک دوسرے سے محبت تھی۔ اس لئے دونوں کو اس
غم کا احساس تھا۔

غم شوہر

اگرچہ طلاق کی وجہ سے دونوں میں جدائی ہوگئی تھی۔ لیکن محبت قائم تھی۔ سنہ ۳۶ھ میں ان کے شوہر حضرت زبیرؓ معرکہ جمل سے واپس آرہے تھے (یہ جنگ حضرت عائشہؓ اور حضرت علی کرم اللہ کے درمیان ہوئی تھی مفصل حال کے لئے تاریخ عالم اسلام دیکھو) وادی السباع میں پہنچ کر نماز پڑھنے لگے۔ ایک شخص عمرو بن جرموز مجاشعی نے سجدہ کی حالت میں ان کا سر کاٹ لیا۔ اور ان کا سر لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں آیا۔ (یہ خیال رہے۔ کہ حضرت زبیرؓ حضرت عائشہؓ کے طرفداروں میں تھے۔)

کسی نے جناب امیر کو اطلاع دی۔ کہ قاتل زبیرؓ آیا ہے۔ اندر بار یابی کی اجازت چاہتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ نے اجازت دے دی۔ جب وہ حاضر ہوا۔ اور حضرت علیؓ کی نظر حضرت زبیرؓ کی تلوار پر پڑی۔ تو بے ساختہ آپ کے آنسو نکل آئے۔

آپ نے عمرو بن جرموز سے کہا۔ او شقی یہ وہ تلوار ہے۔ جس نے مدت تک آنحضورؐ کی حفاظت کی ہے۔ تو نے ایک مرد مسلمان کو قتل کر ڈالا۔ تو جہنمی ہے۔

عمرو بن جرموز کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے حضرت علیؓ کی شان میں چند گستاخانہ کلمات کہے۔ اور خود ہی اپنے پیٹ میں تلوار بھونک کر واصل جہنم ہوا۔ جب حضرت اسماءؓ کو یہ واقعہ جانکاہ معلوم ہوا۔ تو بہت غمگین ہوئیں۔

اسی صدمہ کے عالم میں انہوں نے ایک مرثیہ کہا۔ ادب و اثر کے لحاظ سے یہ مرثیہ بہت خوب ہے۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

غدر ابن جرموز بفارس بھمۃ
یوم الھیاج وکان غیر معرد
یا عمرو لو نبھتہ لوجدتہ
لا طائشا رعش الجنان ولا الید
ثکلتک امک ان قتلت لمسلما
حلت علیک عقوبۃ المتعمد

ترجمہ ابن جرموز نے ایک شہ سوار کے ساتھ غداری کی۔ یہ غداری نہتا اور بے سرو سامان ہونے کی حالت میں کی۔
اے عمرو اگر تو اسے آگاہ کر دیتا۔ تو اسے ایسا پاتا۔ کہ نہ اس کے دل میں خوف ہوتا۔ نہ ہاتھ میں لرزہ
تیری ماں تجھ پر روئے۔ تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا۔
تجھ پہ عذاب ضرور نازل ہوگا۔

طلاق کے بعد حضرت اسماءؓ اپنے بیٹے عبداللہ کے پاس چلی آئیں۔ اس وقت وہ بوڑھی ہوگئی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنی والدہ کی بہت زیادہ خدمت و اطاعت کرتے تھے۔ کبھی انہیں خفا یا آزردہ نہ ہونے دیتے تھے

صبر و استقلال

حضرت امیر معاویہؓ کے بعد جب یزید بادشاہ ہوا۔ اور عالم اسلام میں انتشار پیدا ہو گیا۔ تو حضرت عبداللہ بن زبیر اپنی والدہ حضرت اسمار کو لے کر مکہ معظمہ چلے آئے۔

چوں کہ عام طور پر مسلمان یزید کی خلافت سے خوش نہ تھے۔ اس لئے مکہ کے سربر آوردہ لوگوں نے حضرت عبداللہ کو خلیفہ تسلیم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ رفتہ رفتہ تمام حجاز عراق اور مصر نے بھی انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا۔

انہیں ایام میں یزید کا انتقال ہو گیا۔ شامیوں نے یزید کے بیٹے معاویہ کو تخت نشین کیا۔ وہ نہایت نیک اور صالح تھے۔ انہوں نے صاف کہہ دیا۔ کہ تم ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسا خلیفہ ڈھونڈ لو۔ میں اس تخت پر بیٹھنا نہیں چاہتا جس کے لئے حضرت حسینؓ کا خون بہا دیا گیا۔

اس تقریر کے چند ہی روز بعد معاویہؓ نے وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد بہت سے مدعیان خلافت موجود ہو گئے۔

ایک عبیداللہ ابن زیاد جو معرکہ کربلا کے وقت کوفہ کا حاکم تھا۔ جس کے حکم اور دباؤ سے کربلا میں کوفی حضرت امام حسینؓ سے لڑے۔ وہ بصرہ میں خلیفہ بن بیٹھا۔

شامیوں نے عارضی طور پر ضحاک بن قیس کو خلیفہ بنا لیا۔ مروان ابن

حکم جس نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتنہ اٹھایا تھا۔ اپنی خلافت کی کوشش کرنے لگا۔ حجاز، عراق اور مصر کے خلیفہ عبداللہؓ بن زبیرؓ تھے۔

مروان اپنی کوششوں میں کامیاب ہوا۔ وہ ملک شام میں تخت نشین ہوا۔ عبدالملک نے شرقی بلاد کا وائسرائے حجاج بن یوسف کو مقرر کیا۔ حجاج بڑا تند خو اور تیز مزاج تھا۔ اس نے مکہ پر چڑھائی کی۔

یکم ذی الحجہ ۷۲ھ کو مکہ کا محاصرہ جا کیا۔ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ چھ مہینے تک اس کا مقابلہ کیا۔ اس عرصہ میں مکہ کے کچھ لوگ تو لڑائی میں مارے گئے۔ کچھ عبداللہؓ بن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بہت تھوڑے آدمی باقی بچے۔

یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ کہ عبداللہؓ بن زبیرؓ کے بھائی بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

حجاج بن یوسف نے عبداللہؓ بن زبیرؓ کے پاس ایک خط بھیجا اس میں لکھا تھا۔ کہ اب آپ کے پاس مطلق بھی قوت باقی نہیں رہی ہے۔ آپ کی جمعیت منتشر ہو گئی ہے۔ اگر آپ عبدالملک بن مروان کی خلافت مان لیں۔ تو آپ کی انتہائی عزت و تکریم کی جائے گی۔ آپ کی ہر آرزو پوری کر دی جائے گی۔

حضرت عبداللہؓ حجاج کا یہ خط لے کر حضرت اسماءؓ اپنی والدہ کی خدمت میں پہنچے۔ اور عرض کی۔

والدہ محترمہ مجھے مکہ والوں نے دھوکا دیا۔ اور تو اور خود تمہارے بیٹے

یعنی میرے بھائی بھی میرا ساتھ چھوڑ گئے۔ اور مخالفوں سے جا ملے۔ اس وقت میرے پاس صرف سات آدمی رہ گئے ہیں۔

عبد الملک مجھے امان دیتا ہے۔ میری عزت و تکریم اور آرزوئیں پوری کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ آپ کا کیا حکم ہے۔

حضرت اسماءؓ نے کہا۔ بیٹا تم اپنے معاملہ کو مجھ سے اچھا سمجھ سکتے ہو۔ اگر تم حق پر ہو۔ اور حق کی طرف ہی لوگوں کو بلاتے رہے ہو۔ تو قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ جو کر رہے ہو کئے جاؤ۔ تمہارے باپ بھی اسی راہ میں مارے گئے۔ تم بھی اسی راستہ میں اپنا سر کٹاؤ۔

میں اس بات کو کسی طرح گوارا نہیں کر سکتی۔ کہ بنو امیہ کے نوعمر لڑکے تمہاری گردن میں رسی ڈال کر کھیلیں۔ اور اگر تم نے دنیا حاصل کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا۔ تو تم بہت ہی برے انسان ہو۔ تم نے اپنے ہمراہیوں کو بھی دھوکہ دیا۔ اور خود بھی دھوکہ کھایا۔

اگر لوگ تمہارا ساتھ چھوڑ گئے۔ تو پرواہ نہ کرو۔ خدا پہ بھروسہ رکھو۔

عبد اللہ۔ امی جان مجھے یہ خوف ہے۔ کہ دشمن مجھے قتل کر کے میری لاش کو مثلہ کریں گے۔ اور صلیب پر چڑھائیں گے۔

اسماءؓ۔ لخت جگر جب بکری ذبح کر ڈالی گئی۔ تو اسے کھال کھینچے جانے یا اپنے گوشت کا قیمہ کئے جانے کی پرواہ نہیں رہتی۔ جو کچھ کر رہے ہو۔ استقلال کے ساتھ کئے جاؤ۔

حضرت عبد اللہؓ نے اپنی والدہ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہا۔ "اچھی امی"

خود میری بھی یہی رائے تھی۔ لیکن آپ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ مجھے نہ دنیا کی خواہش ہے۔ نہ حکومت کی تمنا میں نے اس لئے اس کام کو کیا تھا۔ کہ لوگ خدا کے احکام کی پابندی نہ کرتے تھے۔

میں حق پر ہوں۔ اور حق کے لئے برابر لڑوں گا۔ محترمی میں آج ضرور مارا جاؤں گا۔ جانتا ہوں۔ آپ کو میرے مرنے کا غم ہوگا۔ لیکن ایک دن مجھے ضرور مرنا ہے۔ میرے مرنے کا غم نہ کرنا۔ میں نے آج تک کوئی برا کام نہیں کیا۔

بدکاری نہیں کی۔ کسی پر ظلم نہیں کیا۔ کبھی ظالم کی مدد نہیں کی۔ کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں کیا۔ اللہ دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ میں یہ باتیں فخر اظہار و عظمت کے لئے نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ اپنی ماں کی تسلی خاطر کے لئے کہہ رہا ہوں۔

اسماءؓ۔ بیٹا ہم تقدیر کے لکھے کو نہیں مٹا سکتے۔ مشیت ایزدی پوری ہو کر رہتی ہے۔ انسان کو صبر و استقلال سے کام لینا چاہئے۔ یقین ہے۔ خدا تمہیں نیک اجر اور مجھے صبر جمیل عطا فرمائے گا۔

اگر تم فتحیاب ہوئے۔ تو مجھے مسرت ہوگی۔ اگر مارے گئے۔ تو سمجھوں گی۔ خدا کی یہی مرضی تھی۔

عبداللہ۔ مادرِ مہربان اپنے اس بیٹے کا آخری سلام قبول کیجئے۔ اب اور میرے بعد مجھے دعائے خیر سے فراموش نہ کیجئے گا۔ جس بیٹے کو اس کے والدین دعا دیں۔ اس کے سعید ہونے میں کوئی شک نہیں۔

حضرت اسماءؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے کہا۔ پارۂ دل جانی

ہوں تم کہاں جا رہے ہو۔ لیکن میں ابوبکرؓ کی بیٹی ہوں۔ اپنے دل کو مسرور رکھنے کے لئے تمہیں راہِ حق سے پیچھے قدم نہ ہٹانے دوں گی۔ آگے آؤ بیٹا میں تمہیں پیار کرلوں۔

حضرت اسماءؓ نابینا ہوگئی تھیں۔ عبداللہؓ آگے بڑھے۔ انہوں نے ان کے جسم پر ہاتھ پھیرا۔ اس وقت عبداللہ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ حضرت اسماءؓ نے ٹٹول کر پوچھا۔ یہ کیا ہے بیٹا؟

حضرت عبداللہ نے جواب دیا۔ یہ زرہ ہے۔

اسماءؓ۔ یہ کس لئے پہنی ہے؟

عبداللہؓ۔ حفاظت واطمینان کے لئے

اسماءؓ۔ اپنے آپ کو دھوکہ نہ دو۔ اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے۔ موت تمہیں ہرگز نہ چھوڑے گی۔ چاہے تم مضبوط برجوں ہی میں کیوں نہ محفوظ ہو جاؤ۔ تم زرہ پہن کر لڑنے چلے ہو۔ حفاظت واطمینان کا خیال ہے کہ میرے چاند زرہ اتار کر جہاد کرنے جا۔

حضرت عبداللہ نے اسی وقت زرہ اتار دی۔ اور تلوار ہاتھ میں لے کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کعبے سے باہر نکل کر نہایت دلیری سے لڑے۔ یہاں تک کہ شہید ہوگئے آپ جمادی الثانی ۷۳ھ یوم سہ شنبہ کو شہید ہوئے۔

مشہور مورخ لکھتے ہیں۔ کہ دنیا کا ایک عظیم الشان بہادر، خداترس اور عابد و زاہد انسان شہید ہو گیا۔ حضرت اسماءؓ نے جب سنا۔ تو صبر و شکر کیا۔

حجاج نے حضرت عبداللہؓ کا سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ اور لاش حجون میں دار پر لٹکا دی۔ حضرت اسماءؓ نے بیٹے کی لاش طلب کی تو

حجاج نے نہیں دی۔ جب عبدالملک کو معلوم ہوا۔ تو اس نے حجاج کو بڑی لعنت ملامت کی۔ اور لاش دفن کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ لاش دفن کی گئی۔

حق گوئی

حضرت اسمارؓ حق گوئی کے لئے بھی مشہور ہیں۔ راست گوئی میں نہ وہ کسی سے مرعوب ہوتی تھیں۔ نہ کسی کا پاس ولحاظ کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف نے حضرت اسمارؓ کو طلب کیا۔

انہوں نے کہا میں اس کے پاس نہیں جا سکتی۔ حجاج نے پھر آدمی بھیجا۔ اور کہلا دیا۔ یا تو سیدھی طرح چلی آؤ۔ ورنہ زبردستی گھسیٹ کر لائی جاؤ گی۔

حضرت اسمارؓ نے پھر بھی جانے سے انکار کیا۔ آخر حجاج خود ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حجاج نے کہا۔ تمہارے لڑکے عبداللہؓ نے خدا کے گھر میں بے دینی اور الحاد پھیلایا تھا۔

حضرت اسمارؓ نے فوراً جواب دیا۔ خدا کی قسم تو جھوٹا ہے۔ میرا بیٹا ملحد نہ تھا بڑا پرہیزگار۔ عبادت گذار اور ماں باپ کا فرماں بردار تھا۔ مگر میں نے آنحضرت صلعم سے ایک حدیث سنی ہے۔ وہ یہ

کہ قبیلہ ثقیف میں سے دو آدمی پیدا ہوں گے۔ ان میں ایک کذاب اور مفتری ہوگا۔ اور دوسرا ظالم پہلا شخص مختار ثقفی تھا۔ اور دوسرا تو ہے۔

حجاج حضرت اسمارؓ سے یہ دندان شکن جواب سن کر دم بخود رہ گیا۔

ایک اور موقعہ پر حجاج جب حضرت اسمارؓ کے پاس آیا۔ تو اسمارؓ نے پوچھا

اب کیوں آیا ہے۔ حجاج نے کہا۔ کہ یہ یہ کہئے کہ عبداللہؓ نے میرا کہا نہ مانا آخر سزا پائی۔

اسماءؓ۔ تو نے عبداللہؓ کی دنیا بگاڑی۔ اور انہوں نے تیری عاقبت خراب کی سمجھ لے گھاٹے میں کون رہا۔

حضرت اسماءؓ نے کچھ دیر خاموش رہ کر کہا۔ سنا ہے تو انہیں طنزاً ذات النطاقین کا بیٹا کہتا ہے۔ خدا کی قسم یہ قابلِ فخر لقب حضور نے مجھے عطا کیا تھا۔ اس جملہ میں کہ میں نے رسول اللہ صلعم اور اپنے پدر بزرگوار کا کھانا نطاق سے باندھا تھا۔ تیری ماں کو یہ فخر حاصل نہ ہوسکا۔

سن میں پہلے بھی تجھ سے کہہ چکی ہوں۔ اب پھر کہتی ہوں۔ رسول اللہ صلعم سے میں نے یہ حدیث سنی ہے۔ کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب اور مفتری ہوگا۔ اور دوسرا ظالم۔ کذاب مختار تھا۔ اور ظالم تو ہے۔

حجاج اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

وفات

حضرت اسماءؓ دعا مانگا کرتی تھیں۔ کہ جب تک میں اپنے بیٹے عبداللہؓ کا انجام نہ دیکھ لوں۔ مجھے موت نہ آئے۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہؓ شہید ہوگئے۔ تو ان کی شہادت کے ایک ہفتہ ہی کے بعد حضرت اسماءؓ نے وفات پائی۔

اس وقت ان کی عمر پورے سو سال کی تھی۔ مگر باوجود اتنی عمر ہوجانے

کے بھی ان کے ہوش و حواس بجا تھے۔ اور سارے دانت بھی موجود تھے۔ آپ دراز قد اور گداز جسم کی تھیں۔

فضل و کمال

حضرت اسماءؓ نہایت دیندار عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ لوگ ان سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے تقدس کی عام شہرت تھی۔ ان کی دعا مستجاب ہوتی تھی۔ اکثر لوگ ان سے دعائے خیر کے طالب رہتے تھے۔

جب لوگوں پر کوئی مصیبت آتی۔ تو خصوصیت کے ساتھ آپ سے دعا کروایا کرتے تھے۔ جب کوئی عورت بخار میں مبتلا ہوتی۔ اور دعا کرانے آتی۔ تو آپ اس کے سینہ پر پانی پڑھ کر چھڑک دیتیں۔ اور فرماتیں۔

آنحضور صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ بخار آتش جہنم کی گرمی ہے۔ اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی وفات کے وقت آنحضور صلعم کا جُبہ حضرت اسماءؓ کو دے دیا تھا۔ جب حضرت اسماءؓ کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا۔ تو آپ جبہ کو دھو کر مریض کو اس کا پانی پلا دیتیں۔ اسے صحت ہو جاتی۔

حضرت اسماءؓ سے تقریباً چھپن حدیثیں مروی ہیں۔ آپ نے کئی حج کئے تھے۔ سب سے پہلا حج رسول اللہ صلعم کے ساتھ کیا تھا۔

سادگی

آپ کو سادگی پسند تھی معمولی کھانا کھانا اور موٹے کپڑے پہننے آپ کا معمول تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے چھوٹے بیٹے منذرؓ جب عراق کی لڑائی فتح کر کے آئے۔ تو کچھ زنانے کپڑے ساتھ لائے۔

یہ کپڑے باریک اور پھول دار تھے۔ انہوں نے اپنی والدہ کے سامنے وہ کپڑے پیش کئے۔ اس وقت حضرت اسماءؓ ضعیفی کی وجہ سے نابینا ہو گئی تھیں۔ انہوں نے ٹٹول کر ان کپڑوں کو دیکھا۔ ان کی خوبیاں معلوم کیں۔ منذرؓ پر بہت خفا ہوئیں۔ اور لینے سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد منذرؓ موٹے کپڑے لائے۔ انہیں خوش ہو کر قبول کر لیا۔ اور کہا۔ بیٹے مجھے ایسے کپڑے پسند ہیں۔

ہمت

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کسوف کی نماز پڑھ رہے تھے۔ حضورؐ نے نماز کو بہت طول دے دیا۔ حضرت اسماءؓ گھبرا گئیں۔ اور تھک کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ ان کے ادھر ادھر دو عورتیں اور بھی کھڑی تھیں۔ ان میں سے ایک موٹی تھی اور دوسری دبلی اور کمزور تھی۔

انہیں دیکھ کر انہیں تسلی ہو گئی۔ کہ میں ان سے کمزور نہیں ہوں۔ مجھے ان سے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا چاہیئے۔

چنانچہ وہ نماز ختم ہونے تک برابر کھڑی رہیں۔ چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہو رہی تھی۔ اس لئے نماز کے بعد انہیں غش آگیا۔ جب ان کے سر پہ پانی ڈالا اور چہرہ پر چھڑکا۔ تب ہوش آیا۔

الغرض آپ بڑی ذی فہم سنجیدہ مزاج راسخ الاعتقاد، مستقل مزاج، حلیم بردبار اور صابرہ تھیں۔

حضرت اسمأ بنت عمیس

نام و نسب

اسمار رضؓ نام ہے۔ قبیلہ خثعم سے تھیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ اسمارؓ
بنت عمیس بن معد بن حارث بن تیم بن کعب بن مالک بن قحافہ بن عامر تھا۔
ماں کا نام ہند رخولہؓ) بنت عوف تھا۔ وہ قبیلہ کنانہ سے تھیں۔ اس بنا پر
حضرت میمونہ رام المومنین) حضرتِ اسمارؓ کی رضاعی بہن تھیں۔

نکاح

پہلا نکاح حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفر طیار کے ساتھ ہوا۔ دوسرا نکاح
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ہوا تیسرا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ ہوا۔

نکاحِ اوّل

پہلا نکاح حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے ساتھ ہوا۔ ان سے تین لڑکے
محمدؓ، عبداللہؓ اور عونؓ ہوئے۔

اسلام

آغاز اسلام میں آنحضور صلعم کے دار ارقم میں مقیم ہونے سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ قریباً اسی زمانہ میں ان کے شوہر حضرت جعفرؓ بھی مسلمان ہوئے۔

ہجرت

جب کفار قریش نے مسلمانوں پر جور و استبداد شروع کئے۔ تو آنحضور صلعم نے مسلمانوں کو حبش کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس بھی اپنے شوہر حضرت جعفرؓ کے ساتھ حبش کی طرف ہجرت کر گئیں۔ وہیں ان کے تینوں بیٹے محمدؓ عبداللہؓ اور عونؓ پیدا ہوئے۔

واپسی

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور مسلمانوں کو وہاں جا کر اطمینان نصیب ہوا۔ تو آنحضور صلعم نے حبشہ کے مہاجرین کو طلب کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۷ھ کا ہے جب خیبر فتح ہوا تھا۔ حضرت اسماءؓ اور حضرت جعفرؓ بھی مدینہ میں آ گئے۔

ایک روز حضرت اسماءؓ حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس آئیں۔ اتفاق سے حضرت عمرؓ بھی آ گئے۔ انہوں نے حضرت اسماءؓ کو دیکھ کر پوچھا۔ یہ کون ہیں۔

حضرت حفصہؓ نے جواب دیا۔ یہ اسماءؓ بنت عمیس ہیں۔

حضرت عمرؓ نے دریافت کیا۔ کیا وہ حبشہ والی وسمندر والی"

حضرت اسماءؓ نے کہا۔ جی ہاں وہی!!

حضرت عمرؓ نے کہا ہمیں تم پر فضیلت ہے۔ اس لئے کہ ہم مہاجر ہیں۔

حضرت اسماءؓ کو غصہ آگیا۔ انہوں نے کہا۔ جی ہاں۔ آپ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور بھوکوں کو تعلیم دیتے تھے۔ اطمینان سے اپنے لوگوں میں تھے۔ اور ہم کس مپرسی کے عالم میں دور دراز مقام پر خدا اور رسول کی رضا جوئی کے لئے مصائب و شدائد کا صبر و استقلال سے مقابلہ کر رہے تھے۔

اسی وقت آنحضور صلعم بھی تشریف لے آئے۔ حضرت اسماءؓ نے حضور سے یہ ماجرا بیان کیا۔ حضور نے فرمایا۔

عمرؓ نے ایک ہجرت کی۔ اور تم نے دو ہجرتیں کیں۔ اس لئے تمہیں ان پر فضیلت ہے۔

حضور کے اس ارشاد کو سن کر حضرت اسماءؓ کو بڑی مسرت ہوئی جب حبشہ کے مہاجرین نے یہ بات سنی۔ تو انہیں بڑی خوشی ہوئی۔ وہ جوق جوق حضرت اسماءؓ کے پاس آتے تھے۔ اور یہ واقعہ دریافت کرتے تھے۔

حضرت جعفرؓ کی شہادت

سنہ ھ میں حضرت جعفرؓ عیسائیوں کی گوشمالی کے لئے لشکر اسلام کے

ساتھ روانہ ہوئے۔ موتہ کے مقام پر پہنچ کر عیسائیوں سے مقابلہ ہوا۔ اثنائے جنگ میں حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے۔

جب آنحضور صلعم کو ان کی شہادت کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ حضرت اسماءؓ کے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا جعفرؓ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔

حضرت اسماءؓ نے اس روز بچوں کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنائے تھے۔ وہ انہیں حضور کی خدمت میں لائیں۔ حضور نے ان بچوں کے سروں پر ہاتھ رکھے آپ غمگین اور آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت اسماءؓ پریشان ہو گئیں۔

انہوں نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! کیا جعفرؓ کی کوئی خبر آئی ہے حضور نے فرمایا۔ ہاں! وہ خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔

حضرت اسماءؓ اس سانحہ جان گداز کو سنتے ہی بیساختہ درد و غم سے چیخ اٹھیں۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ قیامت برپا ہو گئی۔ اور تمام محلہ کی اور دوسرے محلوں کی بھی عورتیں جمع ہو گئیں۔ ماتم شروع ہو گیا۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ نہ سینہ کوٹو۔ نہ بین کرو۔

رسول اللہ صلعم وہاں سے اپنے مکان پر تشریف لے آئے۔ وہاں آکر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا جعفرؓ شہید ہو گئے ہیں۔ اسماءؓ رنج و غم میں مصروف ہیں۔ ان کے بچوں کے لئے کھانا تیار کرو۔

آنحضرت صلعم ہدایت فرما کر مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ غمگین و آزردہ ہو کر بیٹھ گئے۔ جب کچھ مسلمان جمع ہو گئے۔ تو آپ نے حضرت جعفرؓ کی شہادت کا اعلان کر دیا۔

اسی وقت ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا جعفرؓ کی عورتیں ماتم اور بین کر رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ جاؤ انہیں منع کرو۔

وہ شخص واپس چلا گیا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا۔ اور عرض کی میں نے منع کیا مگر وہ باز نہیں آتیں۔ آپ نے پھر فرمایا۔ واپس جا کر کہو۔ کہ خدا کا رسول ماتم اور بین سے منع کرتا ہے۔

وہ شخص چلا گیا۔ مگر فوراً ہی پھر واپس آیا۔ اور بولا حضور ان پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ آپ نے برہم ہو کر فرمایا۔ ان کے منہ میں خاک بھر دو۔ صحیح بخاری میں اس واقعہ کے ساتھ یہ بھی ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ نے اس شخص سے کہا۔ خدا کی قسم اگر تم ایسا نہ کرو گے۔ تو رسول اللہ صلعم کی تکلیف کم نہ ہو گی۔

تیسرے روز آنحضور صلعم حضرت اسماءؓ کے گھر تشریف لائے۔ اور سوگ کی ممانعت فرمائی۔

دوسرا نکاح

حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ صلعم کے ارشاد کے بموجب تیسرے دن ہی سوگ ختم کر دیا۔ لیکن جو صدمہ ان کے دل پر تھا۔ وہ کم نہ ہوا۔ آخر رفتہ رفتہ ان کی طبیعت کو سکون ہو گیا۔

حضرت جعفرؓ کی شہادت کے چھ مہینے بعد آنحضور صلعم نے حضرت اسماءؓ کا عقد ثانی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ کر دیا۔ یہ عقد ماہ شوال ۸ھ میں غزوہ حنین کے زمانہ میں ہوا۔

حج میں تردّد

نکاح سے دو برس کے بعد حضرت اسمارؓ آنحضور صلعم کی معیت میں حج کے لئے گئیں۔ جب مقام ذوالحلیفہ میں پہنچیں۔ تو ان کے بطن سے ابوبکرؓ کے بیٹے محمد پیدا ہوئے۔

ان کی ولادت سے تو حضرت اسمارؓ کو خوشی ہوئی۔ لیکن یہ تردد ہوا۔ کہ حج کیسے ہوگا۔ انہوں نے آنحضور صلعم سے دریافت کیا۔ حضور نے فرمایا۔ غسل کر کے احرام باندھ لو۔ چنانچہ آپ نے حج کیا۔

دوسرا صدمہ

ابھی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نکاح کئے پانچ سال بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ دوسرا صدمہ پہنچا یعنی ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی۔ آپ پھر مغموم و محزون ہوگئیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وصیت کی تھی۔ کہ میری بیوی اسمارؓ مجھے غسل دیں چنانچہ حضرت اسمارؓ نے انہیں غسل دیا۔

تیسرا نکاح

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے نکاح کا پیام دیا۔ آپ نے منظور کر لیا۔ حضرت علیؓ سے آپ کا نکاح ہوگیا۔ محمد بن ابی بکرؓ بھی والدہ کے ساتھ آئے۔ اور حضرت علیؓ کی آغوشِ عاطفت میں تربیت پائی۔

حضرت اسماءؓ کا فیصلہ

ایک روز ایسا اتفاق ہوا۔ کہ محمدؓ بن جعفر اور محمد بن ابی بکر صدیق دونوں
س پاس بیٹھے تھے۔ اتفاق سے دونوں اپنا اپنا فخر بیان کر کے اپنی عظمت
ت کرنے لگے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

میں زیادہ معزز ہوں۔ میرے باپ تمہارے باپ سے بہتر تھے۔ دونوں
یں بحث کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے حضرت اسماءؓ سے کہا۔ تم اس بات
فیصلہ کر دو۔ حضرت اسماءؓ نے فوراً کہا۔

میں نے نوجوانانِ عرب میں جعفرؓ سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ اور بوڑھوں میں
بکرؓ سے اچھا کسی کو نہ دیکھا۔

اس فیصلہ کو سن کر سب بچے تو مطمئن ہو کر چپ ہو گئے۔ لیکن حضرت
نے مسکرا کر کہا۔ تم نے ہمارے لئے تو کچھ بھی نہیں چھوڑا۔

حضرت علیؓ کے صلب سے ایک فرزند یحیٰ پیدا ہوئے۔

صبر و استقلال

سنہ ۳۸ھ میں حضرت اسماءؓ کو ایک اور صدمہ پہنچا۔ انہیں اپنے بیٹے
د بن ابی بکر سے بڑی محبت تھی۔ حضرت علیؓ نے محمدؓ بن ابی کو مصر کا گورنر مقرر
کیا تھا۔ امیر معاویہؓ نے انہیں لکھا۔ کہ علیؓ نے قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص نہیں لیا
اس لئے وہ خلافت کے لائق نہیں۔ تم ان کا ساتھ چھوڑ دو۔

محمدؓ بن ابی بکرؓ نزانا۔ امیر معاویہؓ نے شامی لشکر بھیجا۔ محمدؓ بن ابی بکرؓ نے حضرت علیؓ سے مدد طلب کی۔ وہ کافی مدد نہ کر سکے۔ شامیوں نے محمدؓ بن ابی بکر کو شکست دی۔ اور انہیں گرفتار کر کے گھوڑے کی کھال میں بھر کر جلا دیا۔ حضرت اسماءؓ کو اس حادثہ جانگداز کا سخت صدمہ ہوا۔

وفات

ابھی محمدؓ بن ابی بکرؓ کا غم تازہ ہی تھا۔ کہ سنہ ۴۰ھ میں حضرت علیؓ بھی شہید کر دیئے گئے۔ حضرت اسماءؓ کو سخت رنج و قلق ہوا۔ آخران کا بھی تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اسی سال میں انتقال ہو گیا۔

طبابت

حضرت اسماءؓ کو طبابت میں بھی دخل تھا۔ وہ اکثر مریضوں کا علاج کر دیا کرتی تھیں۔ جب آنحضور صلعم مرض ذات میں مبتلا ہوئے۔ تو حضرت اسماءؓ نے آپ کا مرض ذات الجنب تشخیص کیا۔ اور دوا پلانی چاہی۔

چونکہ حضور دوا کے عادی نہ تھے۔ اس لئے دوا پینے سے انکار کر دیا۔ مگر اسی عرصہ میں آپ پر غشی طاری ہو گئی۔

اس وقت حضرت اسماءؓ نے ام سلمہ کے مشورہ سے دہن مبارک کھول کر دوا پلا دی۔ جب حضور کی غشی دور ہوئی۔ اور کچھ افاقہ ہوا۔ تو آپ کو دوا کا احساس ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اس تدبیر کا مشورہ اسماءؓ نے دیا ہو گا۔

فضل و کمال

حضرت اسماءؓ سے ساٹھ حدیثیں منقول ہیں۔ انہیں خواب کی تعبیر میں بھی دخل تھا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ اکثر ان سے خواب کی تعبیر لیا کرتے تھے۔ یہ علم انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل کیا تھا۔

حضرت اسماءؓ بنت یزید

نام و نسب

اسماءؓ نام ہے۔ ام سلمہ کنیت۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔ اسماءؓ بنت یزید بن اسکن بن رافع بن امرالقیس

اسلام

نہ ان کی پیدائش کا سال معلوم ہے۔ نہ اسلام لانے کا۔ صرف اتنا پتہ چلا ہے۔ کہ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں۔

سفارت

ایک روز اسماءؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عورتوں کی طرف سے سفارت لے کر حاضر ہوئیں۔ اس وقت حضور صحابہ کے مجمع میں تشریف رکھتے تھے۔ اسماء خوب بولتی تھیں۔ تقریر کرتے وقت انہیں کسی قسم کی جھجک نہ ہوتی تھی۔ اس لئے خواتینِ مدینہ نے انہیں اپنا سفیر بنا کر حضور کی خدمت میں

بھیجا تھا۔

اس وقت اسمارؓ کے ساتھ ان کی خالہ اور چند اور عورتیں بھی تھیں۔ اسمارؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلعم! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ سب مجھے خواتین کم نے سفیر بنا کر بھیجا ہے۔ میں ان کا پیام عرض کرنا چاہتی ہوں۔"

حضور نے فرمایا۔ کہو۔

اسمارؓ۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں سب ہی کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ ہم عورتیں آپ پر ایمان لائی ہیں۔ اور آپ کی پیرو ہیں مرد جمعہ جماعت کی نماز اور جنازہ کی نماز میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ جہاد کر سکتے ہیں۔ اور عبادت کو جاتے ہیں۔ لیکن ہم عورتیں پردہ نشیں ہونے کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتیں۔

گھروں میں بیٹھ کر مردوں کی اولاد کو پرورش کرتی ہیں۔ کپڑوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ کپڑا تیار کرنے کے لئے چرخہ کاتتی ہیں۔ کھانا پکاتی ہیں۔ کیا اس سے ہمیں ثواب ملے گا۔

تمام صحابہ اور آنحضور صلعم ان کی تقریر غور سے سن رہے تھے۔ رسول اللہ صلعم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا تم نے کسی اور عورت سے بھی ایسی گفتگو سنی ہے۔

صحابہ نے عرض کی نہیں۔ آنحضور صلعم نے اسمارؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ عورت کے لئے شوہر کی رضا جوئی نہایت ضروری چیز ہے۔ اگر وہ زوجیت کے فرائض ادا کرتی ہے شوہر کے کہنے پر چلتی ہے۔ تو اس عورت کو بھی اسی قدر

ثواب ملتا ہے جس قدر مرد کو۔ حضرت اسماءؓ کا اطمینان ہو گیا۔

بیعت

اسماءؓ اور ان کے ساتھ آنے والی عورتیں بیعت کے قصد سے بھی آئی تھیں ان میں اسماءؓ کی خالہ بھی تھیں۔ وہ سونے کے کنگن پہنے تھیں۔ انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں بھی تھیں۔ آنحضورؐ نے انہیں دیکھ کر پوچھا۔

اس زیور کی زکوٰۃ دیتی ہو۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہیں آگ کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنائے۔

اسماءؓ نے اپنی خالہ سے کہو۔ خالہ جان انہیں اتار دو۔ ان کی خالہ نے اسی وقت کنگن اور انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔

اسماءؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ! اگر ہم زیور نہ پہنیں گی۔ تو شوہر کی نظروں میں کم وقعت وحقیر ہو جائیں گی۔

حضورؐ نے فرمایا۔ چاندی کے زیور بنوا کر ان پر زعفران مل کر پہنو۔ سونے کی چمک پیدا ہو جائے گی۔

اسکے بعد اسماءؓ نے کہا۔ ہاتھ بڑھایئے۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔

اب سوچیں وہ مسلمان مرد اور مسلم خواتین جو نام نہاد پیروں کے ہاتھوں میں اپنی عورتوں کے ہاتھ پکڑا دیتے ہیں۔ عورتوں کی بیعت قطعی نا جائز ہے افسوس!

ہے مسلمانوں پر جو پیروں کی مرید عورتوں کو بھی کرادیتے ہیں۔ وہ ان سے پردہ نہیں کراتے۔ چنانچہ نقصان اٹھاتے ہیں۔

آئے دن اخبارات میں اس قسم کی اطلاعات شائع ہوتی رہتی ہیں۔ کہ پیرجی کسی کی بہو۔ بیوی بیٹی یا بہن کو لے بھاگے۔ مسلمانوں کو محتاط رہنا چاہیئے۔ آج کل پیروں کی کمی نہیں ہے۔ اکثر لوگوں نے معاش کا طریقہ ہی یہ کرلیا ہے۔ اللہ کے وہ بندے جو حقیقت میں کشف و کمال رکھتے ہیں۔ عبادت گذاری کرتے ہیں۔ عورتوں سے بیعت خود نہیں لیتے۔ نہ عورتوں کو اپنے سامنے آنے دیتے ہیں۔ رنگیِ سیاروں کا کچھ کہنا ہی نہیں۔

دجال کا خوف

اسماءؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت کرتی تھیں۔ اس لئے انہیں بارگاہِ نبوت میں تقرب حاصل تھا۔ اکثر کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوتی رہتی تھیں۔

ایک مرتبہ بیٹھی تھیں۔ کہ آنحضور صلعم نے دجال اور اس کی سختیوں کا ذکر کیا۔ تمام عورتیں پریشان اور خوف زدہ ہوگئیں۔ حضور باہر تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے۔ تو عورتیں اسی عالم میں تھیں۔ دجال ہی کا ذکر کر رہی تھیں۔ بعض رو رہی تھیں۔ حضور نے پوچھا۔ روتی کیوں ہو؟

اسماءؓ نے کہا۔ دجال کے حالات سن کر ہم غمگین اور خوفزدہ ہوگئی ہیں۔ ہم میں ضبط کا مادہ بالکل بھی نہیں ہے۔ ہماری حالت یہ ہے۔ کہ کنیز آٹا گوندھتی ہے۔ تو ہمیں بھوک معلوم ہونے لگتی ہے۔ ابھی وہ پکا کر فارغ بھی نہیں ہوتی۔ کہ ہم

بھوک سے بیتاب ہو جاتی ہیں۔ دجال کے زمانہ میں جو قحط پڑے گا ہم اس میں کیسے صبر کر سکیں گی ہم تو اس کے دام میں بہت جلد پھنس جائیں گی۔
رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ اس دن تسبیح و تکبیر بھوک سے بچاتے گی۔ پھر فرمایا۔ رونے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا۔ میں خود سپر بن جاؤں گا۔ ورنہ میرے بعد خدا ہر مسلمان کی حفاظت کرے گا۔

شجاعت

رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد اسماءؓ ملک شام میں مجاہدین کے لشکر کے ساتھ گئیں۔ یرموک کی مشہور جنگ میں عیسائی پورے جاہ و جلال اور عظیم الشان لشکر لے کر آئے۔
مسلمان اگرچہ بہت ہی تھوڑے تھے۔ لیکن وہ عیسائیوں کے مقابلہ میں آ گئے۔ چوں کہ عیسائیوں کی جمعیت زیادہ تھی۔ اس لئے انہوں نے پر زور حملے کر کے مسلمانوں کو پسپا کرنا شروع کیا۔ مسلمان پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنی عورتوں کے قریب پہنچ گئے۔
یہ کیفیت دیکھ کر عورتوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ انہوں نے خیموں کی چوبیں سنبھالیں۔ اور بڑھ کر عیسائیوں سے لڑنے لگیں۔
اسماءؓ بنت یزید نے بھی اپنے خیمہ کی چوب نکالی۔ اور ہاتھوں میں لے کر عیسائیوں پر حملہ آور ہوئیں۔ وہ عیسائیوں کے سروں پر چوبیں مارتی تھیں۔ اور اس غضب کی ضرب لگاتی تھیں۔ کہ عیسائی جو خود اوڑھے ہوئے تھے۔ ان کے

سروں میں دھنس جاتے تھے۔ وہ بیہوش ہو کر گھوڑے سے نیچے گر جاتے تھے۔ اسماءؓ چوبیں مار مار کر ان کی کھوپڑیاں توڑ ڈالتی تھیں۔ اس طرح انہوں نے نو رومی عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں نے عیسائیوں پر یورش کر کے انہیں پیچھے ہٹا دیا۔

وفات

ان کی وفات کا سن معلوم نہیں۔ البتہ یرموک میں شرکت کی وجہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ کہ وہ یرموک کی جنگ تک زندہ تھیں۔ پھر وفات پائی۔

فضل و کمال

اسماءؓ سے بھی چند حدیثیں منقول ہیں۔ وہ عقیل و فہیم تھیں۔ ایک مرتبہ رسول صلعم کے ناقہ عضباء کی مہار تھامے تھیں۔ اتفاق سے اسی وقت آنحضور صلعم پر وحی نازل ہوئی۔ اسماءؓ کہتی ہیں۔ کہ نزول کے وقت ناقہ پر اتنا بار تھا۔ کہ مجھے خوف ہوا۔ کہ کہیں ناقہ کے ہاتھ پاؤں نہ ٹوٹ جائیں۔

امِّ ایمن

نام و نسب

برکہ نام ہے۔ ام ایمن کنیت ہے۔ آپ حبشیہ ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ برکہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ کی کنیز تھیں۔ جب حضرت عبداللہ نے وفات پائی۔ تو یہ حضور کی والدہ آمنہ کے حصہ میں آئیں۔ اور ان کی خدمت کرنے لگیں۔

جب رسول اللہ صلعم کی ولادت ہوئی۔ تو ام ایمن کو بڑی خوشی ہوئی تھی۔ انہوں نے حضور کی حضانت و تربیت اپنے ذمہ لے لی تھی۔ جب حضرت آمنہ نے وفات پائی۔ تو برکہ وراثت حضور کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے عہد طفلی ہی سے رسول اللہ صلعم کی خدمت کی۔ اور اپنی ساری عمر انہیں کے ساتھ گذار دی۔

حضور انہیں امی کہا کرتے تھے۔ اگرچہ وہ ایک لونڈی تھیں۔ مگر تمام مسلمان ان کی بڑی عزت و عظمت کرتے تھے۔

اسلام

حضرت ام ایمن عہد طفلی سے رسول اللہ صلعم کو خوب جانتی تھیں۔ وہ ان میں ایسی باتیں دیکھتی تھیں۔ جو عام آدمیوں میں نہیں ہوتیں۔ انہیں تعجب ہوتا۔ جب رسول اللہ صلعم پر وحی آنی شروع ہوئی۔ اور آپ نے اسلام کی تبلیغ کی تو ام ایمن نے انہیں نبی تسلیم کرنے میں کچھ بھی پس و پیش نہ کیا۔ وہ مسلمان ہو گئیں۔

نکاح

ان کا پہلا نکاح بنی حارث کے ایک شخص عبید اللہ بن زید کے ساتھ ہوا۔ تھا عبید جنگ حنین میں شہید ہو گئے۔

جب عدت کی مدت گزر گئی۔ تو رسول اللہ صلعم فرماتے۔ کہ جو شخص جنت کی عورت سے عقد کرنا چاہے۔ وہ ام ایمن سے نکاح کر لے۔

چنانچہ زید بن حارث نے جن سے رسول اللہ صلعم کو بڑی محبت تھی۔ اور جو حضور کے متبنٰے بیٹے کہلاتے تھے۔ حضرت ام ایمن سے نکاح کر لیا۔

ہجرت

رسول اللہ صلعم کے حکم سے انہوں نے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی۔ اور پھر وہاں سے مکہ میں ہجرت کر کے آئیں۔ اس لئے انہیں دو ہجرتوں کا شرف

حاصل ہوا۔

غزوۂ احد میں شرکت

حضرت ام ایمنؓ غزوۂ احد میں شریک ہوئی تھیں۔ وہ مجاہدین کو پانی پلاتیں تھیں۔ اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ انہوں نے اس غزوہ میں مجاہدین اسلام کی بڑی خدمت کی تھی۔

سچ پوچھو۔ تو انہیں دیکھکر ہی خواتین اسلام کو یہ تحریص ہوئی تھی۔ کہ وہ بھی مجاہدین اسلام کی خدمت کریں۔ غزوۂ احد کے بعد غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئی تھیں۔

عام حالات

وہ رسول اللہ صلعم سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلعم بھی ان سے محبت رکھتے اور ان کی عزت و تکریم کرتے تھے۔ حضور ان سے مزاح بھی فرما لیتے تھے۔

ایک مرتبہ ام ایمنؓ رسول اللہ صلعم سے کہنے لگیں۔ مجھے اونٹ پر سوار کرا دیجئے۔ رسول اللہ صلعم نے مسکرا کر فرمایا۔ تمہیں اونٹ کے بچہ پر سوار کرا دوں۔

ام ایمنؓ بہت سیدھی تھیں۔ کہنے لگیں۔ نہیں نہیں، اونٹ کا بچہ میرا بار نہ اٹھا سکے گا۔ حضور نے فرمایا۔ نہیں بس تمہیں آج اونٹ کے بچہ پر ہی بٹھاؤنگا۔ چنانچہ حضور نے اونٹ منگوایا۔ ام ایمنؓ نے دیکھ کر کہا۔ یہ تو اونٹ ہے۔

حضور نے فرمایا۔ کیا اونٹ کا بچہ نہیں ہے۔ ام ایمن اب سمجھیں۔ ہنس کر
ہنسنے لگیں۔ مجھے کیا خبر تھی۔ آپ مجھ سے مزاح کر رہے ہیں۔
جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی۔ تو ام ایمن کو سخت صدمہ ہوا۔ آپ
رونے لگیں۔ لوگوں نے آپ کو سمجھایا۔ لیکن آپ کو قرار نہ آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض
حضرت عمر فاروق رض بھی آئے۔ انہوں نے بھی سمجھایا۔
ام ایمن رض نے کہا۔ میں اس بات پر نہیں روتی۔ کہ رسول اللہ صلعم سے مفارقت
ہو گئی۔ بلکہ اس لیئے روتی ہوں۔ کہ ہم سے وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یہ
بات سن کر حضرت ابوبکر رض و عمر رض بھی رونے لگے۔
انہوں نے بڑی عمر پائی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رض کے زمانہ خلافت میں
بھی موجود تھیں۔ جب حضرت عمر رض نے وفات پائی۔ تو انہوں نے رو کر کہا الیوم
وھی الاسلام یعنی آج اسلام ضعیف ہو گیا۔
جب رسول اللہ صلعم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ تو
انصار (اہل مدینہ) نے اپنے بہت سے نخلستان حضور کے حوالہ کر دیئے تھے۔
حضور نے مہاجرین میں یہ نخلستان تقسیم کر دیئے تھے۔ ان میں سے چند درخت
ام ایمن رض کو بھی دیے تھے۔
جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل
ہوئی۔ تو حضور کے قبضہ میں بہت سے نخلستان آ گئے۔ آپ نے انصار کے
نخلستان مہاجرین سے واپس کرا دیئے۔
حضرت ام ایمن رض سے بھی کہا۔ کہ وہ بھی اپنے نخلستان واپس کر دیں۔ آپ نے

کہا، چیز دے کر واپس نہیں لیا کرتے۔ حضور نے ان کے باغوں سے دس گنا زیادہ عطا کر دیا۔ تب آپ نے انصار کے نخلستان واپس کئے۔

حضرت ام ایمنؓ نے بھی چند حدیثیں روایت کی ہیں۔

اولاد

آپ کے دو بیٹے ہوئے پہلے شوہر عبید بن زید سے ایمنؓ جن کی وجہ سے آپ کی کنیت ام ایمنؓ ہوئی۔ دوسرے شوہر زیدؓ بن حارث سے اسامہؓ۔ حضرت اسامہؓ سے آنحضور صلعم کو بڑی محبت تھی۔ مرضِ وفات کے وقت رسول اللہ صلعم نے روم پر لشکر کشی کی تیاری کی تھی۔

جس لشکر کو روم پر بھیجنا تھا۔ اس پر حضرت اسامہؓ کو سردار مقرر کیا تھا۔ انہیں اپنے ہاتھ سے علم تیار کر کے عطا کیا تھا۔

وفات

حضرت ام ایمنؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔

حضرت ام حرامؓ

نام و نسب

ام حرامؓ کنیت ہے۔ اور یہ کنیت اس قدر مشہور ہوئی کہ اصلی نام گم ہو گیا۔ آپ سلسلہ نسب کے اعتبار سے حضرت ام سلمہ کی بہن اور حضرت انسؓ کی خالہ ہوتی ہیں۔ آنحضور صلعم سے بھی ان کا بھی رشتہ تھا۔

نکاح

پہلا نکاح عمرو بن قیس انصاری سے ہوا۔ جب وہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔ تو حضرت عبادہؓ بن صامت کے نکاح میں آئیں۔ حضرت عبادہؓ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔

عام حالات

آنحضور صلعم حضرت ام حرامؓ کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ان کا مکان قبا میں تھا۔ جو مدینہ کا ایک محلہ ہی تھا۔ لیکن مدینہ سے ذرا فاصلہ پر تھا۔

جب کبھی حضور قبا میں سے گزرتے۔ تو ام حرام کے مکان میں تشریف لے جاتے۔ اور اکثر کھانا بھی نوش فرما لیتے۔

حجتہ الوداع کے بعد ایک روز آپ ام حرام کے مکان میں تشریف لائے کھانا کھایا اور آرام فرمانے لگے۔ ام حرام آپ کی جوئیں دیکھنے لگیں۔ آپ کو نیند آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھل گئی۔

آپ مسکراتے ہوئے اٹھے۔ اور فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں غزوہ کے ارادہ سے گئے ہیں۔ ام حرامؓ نے عرض کی۔

سمندر پار جانے کی میری بھی خواہش ہے۔ دعا فرمائیے۔ کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں۔ آپ نے دعا فرمائی۔

آپ پھر لیٹ گئے۔ پھر آپ کو نیند آ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں پھر آپ مسکراتے ہوئے اٹھے۔ اور فرمایا۔ میں نے پھر وہی خواب دیکھا ہے۔ ام حرامؓ نے کہا۔ پھر میرے لئے شرکت کی دعا فرمائیے۔

حضور نے فرمایا۔ تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو گی۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور نے ایک دن میں دو مرتبہ خواب دیکھا۔ دونوں مرتبہ مجاہدین کے دو گروہ دیکھے۔

جب حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت آیا۔ تو انہوں نے حضرت معاویہؓ کو ملک شام کا حاکم مقرر کیا۔ اگرچہ عیسائی شام سے نکال دئے گئے تھے۔ لیکن وہ قریب کے جزیروں میں موجود تھے۔ (ان) وہاں سے اسلامی علاقہ میں تاخت،

کرتے رہتے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے ان کی گوشمالی کے لئے سمندر پار جا کر جزیرہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے اجازت چاہی۔ حضرت عمرؓ نہیں چاہتے تھے۔ کہ مسلمان سمندر پار جانے کی زحمت گوارا کریں۔ انہوں نے اجازت نہیں دی۔

حضرت عمرؓ کے بعد جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے۔ تو امیر معاویہؓ نے ان سے اجازت طلب کی۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ امیر معاویہؓ نے جنگی کشتیوں کا بیڑا تیار کر کے مجاہدین کو اس میں سوار کرایا۔

ام حرامؓ بھی اس وقت تک شام ہی میں تھیں۔ وہ بھی ساتھ ہو لیں۔ اس مہم میں بہت سے صحابہ شریک تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ۔ ابو درداؓ عبادہ بن صامت جو ام حرامؓ کے شوہر تھے۔

یہ جزیرہ جزیرہ قبرص تھا۔ اس پر حملہ آور ہوا۔ عیسائی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ بہت تھوڑی سی مزاحمت کے بعد پسپا ہو گئے مسلمانوں نے تمام جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ واپسی میں ام حرامؓ گھوڑے پر سوار ہونے لگیں۔ اتفاق سے گھوڑے نے لات مار دی۔ آپ اسی وقت فوت ہو گئیں۔ یہ واقعہ ۲۸ھ کا ہے۔ آپ سے چند حدیثیں منقول ہیں۔

اولاد

آپکے تین بیٹے تھے پہلے شوہر عمروؓ سے قیس اور عبداللہ اور دوسرے شوہر عبادہؓ سے محمد

حضرت اُمِّ عمارہؓ

نام و نسب

ان کا اصل نام نسیبہ ہے۔ امِ عمارہؓ کنیت ہے۔ لیکن نام کی بہ نسبت کنیت زیادہ مشہور ہے۔

انصاریہ تھیں یعنی مدینہ منورہ کی رہنے والی۔ قبیلہ خزرج کے مشہور خاندان نجار سے تھیں۔ ان کے باپ کا نام کعب بن عمرؓ تھا۔ ہجرت سے تقریباً چالیس سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔

نکاح

ان کا پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا تھا۔ جو ان کے چچا زاد بھائی تھے ان سے دو بیٹے عبداللہ اور حبیب ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد عربہ بن عمرو سے نکاح ہوا۔ عربہ سے تمیم اور خولہ پیدا ہوئے۔

اسلام

وہ سابقون اور اولون میں ہیں۔ جب مدینہ میں اسلام کا چرچا پہنچا۔ تو چھ آدمی مکہ میں آکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اگلے سال ان چھ آدمیوں کے ساتھ چھ اور آئے۔ اور وہ بھی مسلمان ہو گئے۔

ان بارہ آدمیوں نے رسول اللہ صلعم سے اپنے ساتھ ایک مبلغ بھیجے جانے کی استدعا کی۔ آنحضور صلعم نے مصعب بن عمیر کو جو اچھے مبلغ اور قاری تھے۔ ان کے ساتھ کر دیا۔

مصعب بن عمیر کی کوشش سے مدینہ میں اسلام پھیلنے لگا۔ قبیلے کے قبیلے مسلمان ہونے لگے۔ بڑے بڑے سر برآوردہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ ام عمارہؓ اور ان کا خاندان بھی مسلمان ہو گیا۔

بیعت عقبہ ثانیہ

عقبہ گھاٹی کو کہتے ہیں۔ یہ بیعت ایک گھاٹی میں ہوئی تھی۔ جب مدینہ میں اسلام اچھی طرح پھیل گیا۔ تو مصعب بن عمیر کے ساتھ حج کے موقعہ پر بہت سے مسلمان آئے۔ ان میں ام عمارہؓ اور ان کے شوہر بھی تھے۔

حج کے دو تین دن گزرنے کے بعد رات کے پچھلے پہر میں ایک پہاڑی گھاٹی میں مدینہ کے مسلمان آنحضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے بیعت کی۔

اسی موقعہ پر اہلِ مدینہ نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ رسول اللہ مدینہ آجائیں حضور نے فرمایا۔ میں خدا کے حکم کا منتظر ہوں۔ جس جگہ کا حکم ہوگا۔ ہجرت کر کے پہنچ جاؤں گا جب مرد بیعت کر چکے۔ تو ام عمارہؓ کے شوہر عزیہ بن عمرو نے آنحضور صلعم سے عرض کیا۔ کہ ہمارے ساتھ دو عورتیں بھی ہیں۔ جو بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہیں۔

حضور نے فرمایا۔ میں نے جس عہد پر تم مردوں سے بیعت لی ہے۔ اسی پر ان عورتوں سے بھی لیتا ہوں۔ مصافحہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔

ان عورتوں میں ایک ام عمارہؓ تھیں۔ اور دوسری ام منیع۔ اس طرح ام عمارہؓ نے عقبہ ثانیہ میں بیعت کی۔

شجاعت

ام عمارہؓ نہایت بہادر تھیں۔ فنونِ حرب سے بھی واقف تھیں۔ معرکہ احد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور اس شکست کی خبر مدینہ منورہ میں پہنچی تو وہاں سے بہت سی عورتیں مجاہدین کی مدد کے لئے آئی تھیں۔ ان میں ام عمارہؓ بھی تھیں۔

اور عورتیں تو اور کام کرنے لگیں۔ مثلاً کوئی مجروحوں کی مرہم پٹی کرنے لگی۔ اور کوئی پیاسوں کو پانی پلانے لگی۔ لیکن ام عمارہؓ تلوار کھینچ کر دشمنوں کے نرغہ میں جا گھسیں۔ اور نہایت دلیری سے لڑتی بھڑتی دشمنوں کو پیچھے ہٹاتی

رسول اللہ صلعم کی طرف بڑھنے لگیں۔

یہ جنگ احد پہاڑ کے دامن میں ہوئی تھی۔ چونکہ دشمنوں کے اسلامی لشکر کے پشت کی طرف سے آنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے آنحضور صلعم نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ احد کی پچھلی گھاٹی میں ایسے مقام پر کھڑا کر دیا تھا۔ جہاں سے دشمنوں کے آنے کا خطرہ تھا۔

اگرچہ کفار کہ بڑے لاؤ لشکر اور ساز و سامان کے ساتھ آئے تھے۔ لیکن شروع میں مسلمانوں نے انہیں ہزیمت دی۔ کفار بھاگے۔ مسلمان مال غنیمت حاصل کرنے میں لگ گئے۔

عبداللہ بن جبیر کے ساتھی مال غنیمت لوٹنے چلے گئے۔ دشمنوں کو موقع ہاتھ آگیا۔ انہوں نے گھاٹی کی طرف سے آکر مسلمانوں کی پشت پر حملہ کیا۔ مسلمان گھبرا گئے۔ فتح شکست سے بدل گئی۔ رسول اللہ صلعم بھی زخمی ہو گئے۔ عبداللہ بن شہاب زہری نے آپ کا چہرہ مبارک زخمی کر دیا۔

کفار نے چاروں طرف سے آپ کو نرغہ میں لے لیا تھا۔ اور تیروں اور تلواروں کا مینہ برسا رہے تھے۔ ایسی شدید جنگ ہو رہی تھی۔ کہ بہادروں کے دل گھبرا رہے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ اور چند اصحابہ دشمنوں کے وار روک رہے تھے۔ اس روز مردوں میں ابو دجانہؓ اور عورتوں میں ام عمارہؓ نے بڑا کام کیا۔

ابو دجانہ تو رسول اللہ صلعم کی طرف منہ اور کفار کی طرف پشت کئے

کھڑے ہو گئے۔ جو تیر آتا یا جو تلوار پڑتی۔ وہ ان کی پشت کو قیمہ بناتی تھی۔ وہ زخم پہ زخم کھاتے تھے مگر اف نہ کرتے تھے۔ برابر حضور کی حفاظت کر رہے تھے۔

ام عمارہؓ نہایت دلیری سے لڑ رہی تھیں۔ برابر بڑھ کر حملے کر رہی تھیں۔ اس وقت ان کے بیٹے عبداللہؓ اور حبیبؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ رسول اللہ صلعم کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔ لیکن کفار کی جمعیت زیادہ تھی۔ اور اس جگہ ایسی شدید جنگ ہو رہی تھی۔ کہ بہادر مردوں کو بھی وہاں کھڑے رہنے کی تاب نہیں ہوتی تھی۔ لیکن ام عمارہؓ کفار کو قتل و زخمی کرتیں۔ انہیں مار کر ہٹاتیں حضور کے پاس پہنچ ہی گئیں۔

حضور کے ارد گرد قیامت خیز جنگ ہو رہی تھی۔ ام عمارہؓ کے شوہر عزیہؓ بن عمر بھی وہاں موجود تھے۔ اور نہایت نہایت سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ ام عمارہؓ بھی اس جگہ پہنچ کر لڑائی میں مصروف ہو گئیں۔

انہوں نے ایک ڈھال اٹھائی۔ اور اسے لے کر حضور کے سامنے اس طرح کھڑی ہو گئیں۔ کہ جب کوئی کافر حملہ کرتا۔ تو اسے ڈھال پر روک لیتیں۔ اس کافر کو ڈانٹیں۔ اور اس پر خود ہی حملہ کرتیں۔ جب وہ پیچھے ہٹتا۔ تو اس کے گھوڑے کے پیروں میں اس طرح تلوار مارتیں۔ کہ اس کی کونچیں کٹ جاتیں۔ پھر جھپٹ کر سوار کو قتل کر ڈالتیں۔

اس طرح انہوں نے بہت سے کافروں کو مار ڈالا تھا۔ ایک مرتبہ ایک سوار حملہ آور ہوا۔ انہوں نے وار بچایا۔ سوار پیچھے پھرا۔ ام عمارہ نے جھپٹ کر

اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ گھوڑا گرا۔ ساتھ ہی سوار بھی زمین پر چت گرا۔ وہ اسے قتل کرنے کے لئے دوڑیں۔ اس عرصہ میں سوار اٹھ کر کھڑا ہوا۔ آنحضور صلعم نے دیکھ لیا۔

انہوں نے ام عمارہؓ کے بیٹے عبد اللہؓ سے کہا۔ "اے ام عمارہ کے بیٹے اپنی ماں کی خبر لے۔ عبد اللہؓ نے دوڑ کر اس سوار پر حملہ کیا۔ لیکن ام عمارہؓ کی تلوار اس کافر پر ان کے بیٹے سے پہلے پڑی۔ اور وہ مردہ ہو کر گرا۔

ام عمارہؓ نہایت ہی بے جگری سے لڑ رہی تھیں۔ ہر حملہ آور کافر کے سامنے پہنچ جاتی تھیں۔ چنانچہ اس جنگ کے بعد اکثر رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے۔ کہ جنگ احد میں میں نے کسی کو ام عمارہؓ سے بڑھ کر استقلال اور جوانمردی سے لڑتے نہیں دیکھا۔ میں جس طرف بھی نظر کرتا تھا۔ ام عمارہؓ ہی لڑتی نظر آتی تھی۔

جب کہ ام عمارہؓ دشمنوں سے لڑ رہی تھیں۔ اور انہیں پیچھے ہٹا رہی تھیں۔ اس وقت عبد اللہ بن قمیہ نے موقع پا کر آنحضور صلعم پر اس زور سے وار کیا۔ کہ اس کے صدمہ سے خود کی دو کڑیاں آنکھ سے نیچے رخسار پر ہڈی میں دھنس گئیں۔ خون کی تڑتو بہ نکلی۔ ام عمارہؓ یہ کیفیت دیکھ کر تڑپ گئیں۔

انہوں نے فوراً جوش میں آکر ابن قمیہ پر حملہ کیا۔ لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔ ان کی تلوار زرہوں پر پڑ کر اچٹ گئی۔ اس نے جوابی حملہ کیا۔ اس کی تلوار ام عمارہؓ کے شانہ پر پڑی۔ نہایت گہرا زخم آیا۔ کندھے میں غار پڑ گیا۔ وہ انتقام لینے کے لئے جھپٹیں۔ لیکن وہ بھاگ گیا۔

ام عمارہؓ خون میں نہا گئیں۔ رسول اللہ صلعم نے کھڑے ہو کر اپنے

سامنے پٹی بندھوائی۔ وہ پٹی بندھوا کر پھر پہلے کی طرح لڑنے لگیں۔ گویا ان کے زخم ہی نہیں آیا تھا۔

اتفاق سے تھوڑی ہی دیر بعد ان کے بیٹے عبداللہؓ بھی زخمی ہو گئے۔ ام عمارہؓ نے خود ان کی مرہم پٹی کی۔ اور زخم باندھ کر بولیں۔

بیٹا! جاؤ۔ اب لڑو

عبداللہؓ میں لڑنے کی جرأت نہ رہی۔ انحضور صلعم نے ام عمارہؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ مَن تُطِیقُ مَا تُطِیقِینَ یَا اُمَّ عَمَّارَةَ۔ یعنی اے ام عمارہؓ! جتنی طاقت تم میں ہے۔ وہ دوسرے میں کہاں ہے۔

اسی وقت آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اگرچہ فلاں فلاں (صحابہ کے نام لئے) نے بڑی جوانمردی اور دلیری سے جنگ کی ہے لیکن ام عمارہؓ کا کارنامہ ان سب کے کارناموں سے بڑھ گیا ہے۔

ام عمارہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرمائیے۔ کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ حضور نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ حضرت ام عمارہؓ نے خوش ہو کر کہا۔ مَا اُبَالِیْ مَا اَصَابَنِیْ مِنَ الدُّنْیَا یعنی اب مجھے دنیا کی کسی مصیبت کی پرواہ نہیں ہے۔

آنحضور صلعم پر ان کی بہادری اور جاں نثاری کا ایسا اثر ہوا۔ کہ جب لڑائی ختم ہو گئی۔ اور مجاہدین اسلام مدینہ منورہ میں پہنچ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک مکان کے اندر تشریف نہ لے گئے۔ جب تک ام عمارہؓ کی خیریت کی خبر نہ منگائی۔

ام عمارہؓ جنگ احد کے علاوہ حدیبیہ، خیبر اور حنین کی لڑائیوں میں بھی شریک ہوئی تھیں۔ یہ ابن سعد کی روایت ہے۔ جنگِ یمامہ میں بھی انہوں نے شرکت کی تھی۔ اور نہایت دلیری سے لڑی تھیں۔

مسیلمہ کذاب مصلحتاً مسلمان ہوا تھا۔ وہ یمامہ کا رہنے والا تھا۔ صاحب ثروت و جاہ تھا۔ مدینہ منورہ میں آکر مسلمان ہوا تھا۔ جب اپنے وطن یمامہ میں واپس پہنچا۔ تو اس نے رسول اللہ صلعم کی علالت کی خبر سنی۔ اس نے خود بھی نبوت کا دعوےٰ کیا۔ اور یہ گستاخانہ جرأت کی۔ کہ آنحضرت صلعم کی خدمتِ اقدس میں ایک عریضہ روانہ کیا۔ اس میں لکھا۔

میں بھی نبی ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے بھی آپ کے ساتھ نبوت میں شریک کیا ہے۔ اسلئے عرب کا آدھا ملک آپ کا رہے گا۔ آدھا میرا

رسول اللہ صلعم نے سنتے ہی فرمایا۔ وہ جھوٹا ہے۔ اسی روز سے اس کا لقب کذاب ہو گیا۔ وہ تاریخوں میں مسیلمہ کذاب کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شخص یمامہ میں بڑا سربرآوردہ تھا۔ اس نے چالیس ہزار لشکر جمع کر لیا۔ اور اس لشکر کے زعم پر خود سر و ظالم ہو گیا۔ مسلمانوں کو ستاتا اور جو مسلمان اس کے ہاتھ لگ جاتے۔ انہیں قتل کروا ڈالتا تھا۔

اتفاق سے ام عمارہؓ کے بیٹے حبیب عمان سے آرہے تھے۔ جب وہ یمامہ میں آئے۔ تو مسیلمہ کذاب کے آدمیوں نے انہیں گرفتار کر کے مسیلمہ کے سامنے پیش کیا۔

اس بدبخت نے ان سے کہا۔ کیا تم محمدؐ کو اللہ کا رسول سمجھتے ہو۔ انہوں

نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا نہیں۔ تم یہ کہو۔ کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ انہوں نے کہا۔ تو جھوٹا ہے۔ مسیلمہ نے ان کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اور کہا۔ کہو۔ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔

انہوں نے پھر وہی جواب دیا۔ کہ تو جھوٹا ہے۔ اس نے آپ کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا۔

غرض اسی طرح وہ اپنے دعوے پہ اصرار کرتا رہا۔ اور حبیب انکار کرتے رہے۔ ہر مرتبہ انکار کرنے پر ان کا ایک عضو کاٹ ڈالتا۔ یہاں تک کہ ان کے تمام اعضاء کاٹ ڈالے۔ اس مرد مومن نے جان دینی منظور کی۔ لیکن ایمان نہ دیا۔ ایک جھوٹے شخص کو نبی نہ کہا۔

جب اس سانحہ جانگداز کی اطلاع حضرت ام عمارہؓ کو ہوئی۔ تو اگرچہ انہیں فطرتاً سخت صدمہ ہوا۔ لیکن انہوں نے صبر کیا۔ اور کہا۔ میں انشاء اللہ اس ظالم کو اپنی تلوار سے لقمہ موت بناؤں گی۔

آنحضور صلعم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے عکرمہؓ بن ابی جہل کو مسیلمہ کی گوشمالی پہ مامور کیا۔ اور حضرت خالدؓ بن ولید کو ان کی کمک کے لئے بھیجا۔

حضرت ام عمارہؓ بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول سے اجازت لے کر حضرت خالدؓ کے ساتھ ہو لیں۔

جب یمامہ میں پہنچکر لڑائی شروع ہوئی۔ تو ام عمارہؓ بھی شریک جنگ ہو گئیں۔ نہایت جوانمردی سے لڑتی ہوئی مسیلمہ کی طرف بڑھیں۔ مسیلمہ کے

ساتھ چالیس ہزار سپاہ تھی۔ اور مسلمان مشکل سے بارہ ہزار تھے لیکن مسلمان ڈرنا جانتے ہی نہ تھے۔ نہایت دلیری سے لڑنے لگے۔ اس مشہور لڑائی میں سترہ ہزار کافر مارے گئے۔ اور ایک ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

جب کہ ہنگامہ دار وگیر بلند تھا۔ تلواریں کاٹ کر رہی تھیں۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ اس وقت ام عمارہؓ لڑتی ہوئی مسیلمہ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ انہوں نے دور سے اس کذاب کو دیکھ لیا تھا۔ لیکن وہ دور تھا۔ ور اس کے سوار درمیان میں کثرت سے تھے۔

ام عمارہؓ انہیں قتل کرتی قدم قدم مسیلمہ کی طرف چل رہی تھیں۔ وہ رابر حملے کر کر کے کافروں کو قتل کر رہی تھیں۔ کافر بھی ان پر حملے کر رہے تھے ۔ زخمی بھی ہوتی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ تلوار کے گیارہ زخم ان کے جسم پر لگ چکے تھے۔

اسی اثناء میں ایک مشرک نے ان کے بائیں ہاتھ پر وار کیا۔ ہاتھ کلائی سے جدا ہو گیا۔ لیکن اس پر بھی انہیں زخم کا احساس نہیں ہوا۔ تعجب پر تمکن تک ذاتی جس کافر نے ان کا ہاتھ کاٹا تھا۔ آپ نے قتل کر ڈالا۔

اب وہ مسیلمہ کے قریب پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے بڑھ کر اس پر حملہ کیا۔ اسی وقت ایک اور تلوار اٹھی۔ لیکن ان دونوں تلواروں کے پہنچنے سے پہلے ہی مسیلمہ ایک دل دوز چیخ مار کر گر گیا۔ ام عمارہؓ نے دیکھا۔ تو دوسری تلوار اٹھانے والے ان کے بیٹے عبداللہؓ تھے۔

ام عمارہؓ نے ان سے پوچھا۔ کیا تم نے اس شقی کو قتل کیا؟

عبداللہؓ نے جواب دیا۔ نہیں اس کے حربہ آکر لگا ہے۔ اور حربہ وحشی چلا تا جاتا ہے۔

عبداللہؓ نے سچ کہا تھا۔ یہ حربہ وحشی نے ہی پھینکا تھا۔ اس حربہ سے ہی مسیلمہ کذاب مارا گیا۔ یہ وہی وحشی ہے۔ جس نے جنگ احد میں ہندہ کے کہنے سے حضرت امیر حمزہؓ کو حربہ سے شہید کیا تھا۔

وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اس روز اس نے مسیلمہ کو مار ڈالا۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ میں نے ایام جاہلیت میں ایک بہترین انسان حمزہؓ کو شہید کیا۔ اور مسلمان ہو کر ایک بدترین انسان مسیلمہ کذاب کو مارا۔

چوں کہ مسیلمہ مارا گیا۔ اس لئے ام عمارہؓ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ لیکن ان کے تمام زخموں سے خون جاری تھا۔ ہاتھ بھی کٹ چکا تھا۔ اس لئے وہ بہت کمزور ہو گئیں۔

حضرت خالدؓ نے جو ان کی شجاعت و بزرگی کے قائل تھے۔ ان کا بہت ادب و لحاظ کرتے تھے۔ ان کا فوراً علاج شروع کرایا۔ نہایت غور پرداخت سے ان کی تیمارداری کی۔

چند ہی روز میں وہ اچھی ہو گئیں۔ وہ تعریف کیا کرتی تھیں۔ کہ خالدؓ نہایت متواضع منکسر المزاج اور کریم النفس ہیں۔ انہوں نے بڑی غم خواری کے ساتھ میری تیمارداری کی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی ان کا خاص احترام کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی ان کا بڑا ادب کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کے عہدِ خلافت میں کچھ بیش قیمت کپڑے آئے۔ ان میں ایک کپڑا بہت قیمتی زر کا تھا۔ بعض لوگوں نے رائے دی۔ کہ یہ دوپٹہ آپ اپنے صاحبزادہ عبد اللہؓ کی بیوی کو دے دیں۔ کچھ نے کہا۔ اپنی بیوی کلثومؓ بنت علیؓ کو دیجئے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں یہ ڈوپٹہ اسے دوں گا۔ جو سب سے زیادہ اس کی مستحق ہے۔

چنانچہ آپ نے وہ ڈوپٹہ حضرت ام عمارہؓ کو عطا فرمایا۔ اور کہا جنگ احد میں ان کا کارنامہ بڑے بڑے بہادر صحابیوں سے بڑھ گیا تھا۔ آنحضور صلعم نے فرمایا تھا۔ میں جس طرف نظر کرتا تھا۔ اس طرف ام عمارہؓ ہی لڑتی نظر آتی تھیں۔

ان سے بھی چند احادیث منقول ہیں۔ اس لئے بھی ان کی عزت و عظمت کی جاتی ہے۔

وفات

ان کی وفات کا بھی سنہ معلوم نہیں۔ تاریخوں میں مسیلمہ کذاب کی جنگ تک ان کا ذکر آتا ہے۔ اس کے بعد نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس جنگ کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے وفات پائی۔

ام حکیمؓ

نام و نسب

ام حکیمؓ کنیت ہے۔ اور یہ کنیت اس قدر مشہور ہوئی کہ اصل نام ہی گم ہو گیا۔ یہ قریش کے مشہور قبیلہ مخزوم سے تھیں۔ ان کے باپ کا نام حارث بن ہشام تھا۔ ماں کا نام فاطمہ بن الولید تھا۔ جو حضرت خالدؓ کی ہمشیر تھیں اس سے معلوم ہوا۔ کہ ام حکیمؓ حضرت خالد کی بھانجی تھیں۔

نکاح

پہلا نکاح ان کے چچا زاد بھائی عکرمہ بن ابو جہل سے ہوا تھا۔

اسلام

غزوۂ احد میں خواتین قریش کے ساتھ لشکر کفار کے ہمراہ گئی تھیں اس لڑائی میں انہوں نے بھی دوسری عورتوں کے ساتھ دف بجا بجا کر کفار کو لڑائی کے لئے برانگیختہ کیا تھا۔

لیکن ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا۔ تو وہ از خود مسلمان ہوگئیں۔ عکرمہ بن ابو جہل ان کا شوہر مسلمانوں کے خوف سے یمن بھاگ گیا۔ چوں کہ اس کے باپ ابو جہل نے اسلام دشمنی اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ وہ خود بھی مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں پیش پیش رہا تھا۔ اس لئے اسے خوف ہوا۔ کہ مسلمان اس سے انتقام لیں گے۔

ام حکیمؓ کو اپنے شوہر عکرمہ سے بڑی محبت تھی۔ انہوں نے دربار نبوت میں پہنچ کے عفو و کرم کی درخواست کی۔ اپنے شوہر کے لئے امان چاہی۔

چوں کہ رسول اللہ صلعم رحمۃ اللعالمین تھے۔ دامن عفو نہایت کشادہ تھا اس لئے عکرمہ کو امان دے دی۔

ام حکیمؓ فوراً یمن گئیں۔ اور اپنے شوہر کو ساتھ لائیں۔ عکرمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اور اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے جہاد میں شریک ہوئے۔

تعجب یہ ہے۔ کہ مسلمان ہونے کے بعد جس لڑائی میں بھی گئے۔ نہایت دلیری سے لڑے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں رومی عیسائیوں سے جنگ چھڑ گئی۔ عکرمہؓ اپنی بیوی ام حکیم کو لے کر مجاہدین اسلام کے ساتھ ملک شام میں جہاد کرنے آئے۔ کئی معرکوں میں شریک ہوئے۔ اجنادین کے مقام پر جہاد کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ ام حکیمؓ بیوہ ہوگئیں۔

عقدِ ثانی

جب عدت پوری ہوگئی۔ تو کئی لوگوں نے نکاح کا پیام دیا۔ انہوں نے خالدؓ بن سعید بن العاص یعنی مصر کے مشہور فاتح عمرو بن العاص کے بھتیجہ سے نکاح کیا۔ چار ہزار درہم مہر بندھا۔

نکاح مقام مرج الصفر میں جو دمشق کے قریب تھا۔ ہوا۔ وہیں رسمِ عروسی ادا کرنے کی تیاری ہوئی۔ چونکہ ہر وقت رومیوں کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے ام حکیمؓ نے خالدؓ بن سعید سے کہلایا۔ کہ رخصتی کے لئے ابھی چندے توقف کریں۔

حضرت خالدؓ نے کہا۔ مجھے اس معرکہ میں اپنی شہادت کا یقین ہے

ام حکیمؓ راضی ہوگئیں۔

ایک پل کے پاس جو آج کل قنطرہ ام حکیمؓ کہلاتا ہے۔ رسمِ عروسی ادا ہوئی۔ اگلے روز دعوتِ ولیمہ ہوئی۔ ابھی لوگ دعوت سے فارغ بھی نہ ہونے پائے تھے۔ کہ اچانک رومیوں نے حملہ کر دیا۔

مسلمان کھانا چھوڑ چھاڑ ہتھیاروں کی طرف دوڑے۔ اور رومیوں کے مقابلہ میں آ گئے۔

خالدؓ بن سعید میدانِ جنگ میں پہنچے۔ نہایت سرفروشی سے لڑے آخر شہید ہو گئے۔

ام حکیمؓ کو جب حضرت خالدؓ کی شہادت کا حال معلوم ہوا۔ تو انہوں نے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یعنی جو کچھ ہے۔ اللہ کا ہے۔ اور اللہ ہی طرف لوٹنے والا ہے۔ پڑھ کر اپنے کپڑوں کو باندھا۔ سر سے اس طرح چادر لپیٹی۔ کہ سوائے آنکھ کی تپلیوں کے چہرہ کا اور کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ اور خیمہ کی چوب لے کر میدانِ جنگ میں جا پہنچیں۔

مسلمانوں کے ساتھ مل کر انہوں نے حملے کرنے شروع کیے۔ وہ دونوں ہاتھوں میں چوب لے کر اس زور سے وار کرتیں۔ کہ یا تو عیسائی کی کھوپڑی میں خود گھس جاتا۔ اور وہ چکر کھا کر گر پڑتا۔ یا گردن ٹوٹ جاتی۔

جب ان کی چوب کی ضرب سے کوئی عیسائی گر جاتا۔ تو وہ جلدی جلدی چوبیں مار کر اسے مار ڈالتیں۔

غرض انہوں نے سات کافروں کو مار ڈالا۔ ادھر مسلمانوں نے بھی دلیری سے حملہ کیا۔ بہت سے عیسائی مارے گئے۔ باقی بھاگ نکلے۔ سچ پوچھو۔ تو ام حکیمؓ کی دلیری نے مسلمانوں میں شجاعت کی روح پھونک دی۔ اور انہوں نے فتح حاصل کی۔

وفات

ام حکیمؓ کی وفات کا سنہ کچھ معلوم نہیں۔ نہ تاریخوں میں یہ ذکر ہے۔ کہ ان کے کوئی اولاد تھی۔ یا نہیں؟

امِ ابی ہریرہؓ

نام و نسب

امیمہؓ نام تھا۔ امِ ابی ہریرہؓ کنیت ہے۔ یہ حضور کے مشہور صحابی ابی ہریرہؓ کی والدہ ہیں۔

اسلام

اگرچہ ابوہریرہؓ مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن ان کی والدہ مسلمان نہیں ہوئی تھیں۔ وہ ابوہریرہؓ کو جلانے کے لئے اکثر آنحضور صلعم کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیا کرتی تھیں۔ حضرت ابوہریرہؓ انہیں نہایت نرمی سے سمجھایا کرتے تھے لیکن وہ نہ مانتی تھیں۔

کئی مرتبہ تنگ آ کر حضرت ابوہریرہؓ نے ان کی شکایت رسول اللہ صلعم سے بھی کی۔ حضور ہر مرتبہ کہہ دیتے۔ کہ وہ تمہاری والدہ ہیں۔ ان کی باتوں پر صبر و ضبط کیا کرو۔

ایک دن امِ ابی ہریرہؓ نے نہایت درشت لہجہ میں اور نہایت سخت

الفاظ میں آنحضرت صلعم کی شان میں گستاخی کی ما بی ہریرہ کو ناگوار تو بہت ہوا۔ مگر رسول اللہ صلعم کی ہدایت کی وجہ سے کچھ نہ بولے۔ بلکہ وہاں سے روتے ہوئے خدمت اقدس میں پہنچے۔ اور عرض کیا۔

حضور اب صبر نہیں ہوتا۔ میری ماں کے مسلمان ہونے کے لئے دعا فرمایئے۔

آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی۔ یہ رسول اللہ صلعم کا معجزہ تھا۔ کہ ادھر آپ نے دعا کی۔ ادھر ام ہریرہؓ کی طبیعت میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ انہوں نے غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ اور جب ابوہریرہ آئے۔ تو ان سے کہا بیٹا مجھے مسلمان کر لو۔

ابوہریرہؓ نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ فرط مسرت سے ان کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ اسی وقت دوڑے ہوئے آنحضور صلعم کی خدمت میں گئے۔ اور عرض کی۔ حضور کی دعا قبول ہو گئی۔

حضور نے مسکرا کر فرمایا۔ خدا کا شکر کرو۔

وفات

ان کی نہ پیدائش کا سنہ معلوم ہے۔ نہ وفات کا

اولاد

ان کے بیٹے ابوہریرہؓ تھے۔ جو دنیائے اسلام میں بہت زیادہ مشہور ہیں۔

ام الخیرؓ

نام و نسب

ام الخیرؓ کنیت ہے۔ چونکہ کنیت ہی کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اسلئے اصل نام گم ہو گیا۔ قریش کے مشہور اور معزز خاندان تیم سے تھیں۔ ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ ام الخیرؓ بنت صخر بن عامر بن کعب۔ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والدہ ہیں۔

نکاح

ابو قحافہ سے شادی ہوئی۔ جو اپنے قبیلہ کے نہایت معزز شخص تھے۔

اسلام

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے۔ اور ام الخیر کو معلوم ہوا۔ تو انہوں نے سخت متعجب ہو کر کہا۔ ارے تو نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اس دین کو اختیار کیا ہے۔ جو تیرے خاندانی خداؤں کی تحقیر کرتا ہے جیرت

ام رومانؓ

نام و نسب

ام رومانؓ کنیت ہے۔ اصل نام معلوم نہیں۔ یہ قریش کے مشہور قبیلہ کنانہ سے اور کنانہ کے معزز خاندان فراس سے تھیں۔ ان کے والد کا نام عامر بن عویمر تھا۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی والدہ ہیں۔

نکاح

پہلا نکاح عبداللہ بن بحرہ سے ہوا۔ ان کے ہمراہ مکہ میں آ کر اقامت کی۔ عبداللہ حضرت ابوبکرؓ کے حلیف بن گئے۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے عقد ثانی کر لیا۔

اسلام

جب کفرستان مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ تو ام رومان نے بھی ان کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔

ہیں۔ ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمائیے۔ اور اسلام کی دعوت دیجئے۔

رسول اللہ صلعم نے ابوالخیر کی طرف دیکھ کر دعا فرمائی۔ یا تو ابوالخیر بگڑ رہی تھیں۔ یا دفعتہً ان کی طبیعت میں انقلاب آگیا۔ ان کے دل سے کفر کا زنگ دور ہوگیا۔ صداقت کا آفتاب چمکا۔ تین سو ساٹھ بتوں کی پرستار ایک خدا کے سامنے جھکنے کو تیار ہوگئی۔

فوراً عرض کیا۔ بے شک خدا ایک ہے۔ اور آپ خدا کے رسول ہیں۔ مجھے بھی اسلام میں داخل کر لیجئے۔

رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دونوں خوش ہوگئے۔ اسی وقت انہیں کلمہ پڑھا کے مسلمان کر لیا۔

ابوالخیر بھی سابقون الاولون میں ہیں۔

وفات

حضرت ابو قحافہؓ سے پہلے انہوں نے وفات پائی۔

بنی تیم انہیں ایک کپڑے میں لپیٹ کر ان کے گھر لے گئے۔ ام الخیر نے دیکھتے ہی کہا۔ میں جانتی تھی۔ ایسا ہوگا۔ ساری قوم کی مخالفت کرنے کا نتیجہ ہے۔ پالی تو ہمارا۔

ان کے والد ابوقحافہ اور خاندان کے دوسرے لوگوں نے بھی انہیں ملامت کی۔ لیکن انہوں نے ہوش بجا ہوتے ہی پوچھا۔ رسول اللہ صلعم کا کیا حال ہے۔

ام الخیر کو سخت ناگوار گزرا۔ کہنے لگیں ضرور تجھ پر محمد صلعم نے جادو کر دیا ہے۔ اتنی چوٹ آئی ہے۔ کہ زندگی کی امید نہیں۔ لیکن اپنی چوٹ کا خیال نہیں۔ محمد کو پوچھ رہا ہے۔ اس نے تجھے تیرے دشمنوں سے بچا نہ لیا۔

انہوں نے پھر یہی پوچھا۔ رسول اللہ صلعم کا کیا حال ہے۔

پھر لوگوں نے انہیں ملامت کی۔ لیکن وہ برابر آنحضور صلعم کا حال پوچھتے رہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم خود تشریف لائے۔ آتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

ان کی حالت دیکھ کر آپ آبدیدہ ہو گئے۔ اور فرمایا۔ اے ابی بکرؓ قوم تعصب کی وجہ سے اندھی ہو رہی ہے۔ اپنے برے بھلے کا خیال نہیں کرتی۔ ممکن ہے تمہیں اس سے بھی زیادہ سختیاں برداشت کرنی پڑیں۔

ام الخیرؓ نے کہا۔ ہاں تم میرے بچہ کو مروانا چاہتے ہو۔ کیوں اس کی جان کے دشمن ہوتے ہو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلعم! یہ میری والدہ

ہے۔ یا تو اس نئے دین کو چھوڑ دے۔ ورنہ پچھتائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ انہیں سمجھاتے۔ وہ بجائے سمجھنے کے اور برہم ہوتیں۔ اور اسباب کی کوشش کرتیں۔ کہ ابوبکرؓ بھی اسلام سے پھر جائیں

حضرت ابوبکر صدیقؓ کوشش کرتے تھے۔ کہ معبودانِ باطل کے پرستار خدائے واحد و ذوالجلال والاکرام کے سامنے جھک جائیں۔ ان کی سعی سے سعید روحیں کھنچ کھنچ کر آغوش اسلام میں آ رہی تھیں۔ کئی لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔

مشرکوں کو یہ بات ناگوار گزرتی تھی۔ وہ ان سے سخت ناخوش ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی عظمت کی وجہ سے خاموش تھے۔

ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اعلان کر دیا۔ کہ جن کو تم پوجتے ہو وہ جھوٹے ہیں۔ تمہارے معبود اور تم آگ کا ایندھن بنائے جاؤ گے۔ یہ سن کر مشرک مشتعل ہو گئے۔ وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگے۔

اس وقت رسول اللہ صلعم بھی وہاں آ گئے۔ حضور نے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ اے لوگو! حیرت ہے کہ تم عقل و سمجھ کے مدعی ہوتے ہوئے بھی پتھر کے بتوں کو پوجتے ہو۔ اور جو لوگ تمہیں سمجھاتے ہیں۔ ان کے درپے آزار ہوتے ہو۔

لوگ مشتعل تو ہو ہی رہے تھے۔ اور بھی بھڑک گئے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مارنا شروع کیا۔ اور رسول اللہ صلعم کو بھی آزار دینے لگے حضرت ابوبکرؓ کو یہاں تک مارا۔ کہ وہ بیدم ہو گئے۔ ان کی زندگی کی امید نہ رہی

ہجرت

ام رومانؓ کے شوہر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضور صلعم کے ساتھ تنہا
ہجرت کی۔ ان کا خاندان مکہ میں مقیم تھا۔ جب مدینہ میں پہنچ کر قدرے اطمینان
ہوا۔ اور رسول اللہ صلعم نے زید بن حارثہ کو اہل بیت کے لینے کے لئے
بھیجا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی عبداللہ بن ارقیط کو اپنے گھر والوں کے
لانے کے لئے بھیجا۔ ان کے ساتھ ام رومانؓ مدینہ میں آئیں۔

عام حالات

حضرت عائشہ صدیقہ ام رومانؓ کی حقیقی بیٹی تھیں ۵ھ میں جب واقعہ
افک پیش آیا۔ (اس واقعہ کا ذکر امہات المومنین میں زیادہ تفصیل سے کیا گیا ہے)
تو ام رومانؓ کو قلبی اذیت ہوئی۔
جب رسول اللہ صلعم نے حضرت عائشہؓ کو ان کے میکہ بھیجا۔ اور وہ آئیں۔
تو حضرت ابوبکر صدیقؓ بالاخانہ پر تھے۔ اور ام رومان نیچے بیٹھی تھیں۔ ام رومانؓ
نے ان سے پوچھا۔ کیسے آئیں۔ حضرت عائشہؓ نے افک کا تمام واقعہ بیان کیا۔ ام
رومان نے کہا۔ بیٹی مجھے یقین ہے۔ یہ اتہام ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ خدا بہتر کرے گا۔
یاد رکھو جو عورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اس کی سوتیں حسد
کیا کرتی ہیں۔
لیکن حضرت عائشہؓ کو اس تسلی سے تسکین نہیں ہوئی۔ بے ساختہ چیخ مار کر رو

پڑیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی آواز سنکر بالاخانہ سے اتر آئے۔
واقعہ سنا۔ تو سخت غمگین و متحیر ہوئے۔ حضرت عائشہؓ سے کہا بیٹی اپنے گھر واپس
چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی بیوی ام رومانؓ اور حضرت عائشہؓ کو ساتھ
لے کر قصر نبوت کی طرف روانہ ہوئے۔ اس واقعہ کا حضرت عائشہؓ کو اس
قدر صدمہ ہوا۔ کہ انہیں بخار ہوگیا۔ چلا نہ گیا۔ مشکل سے گھر تک پہنچیں۔ حضرت ام
رومانؓ نے انہیں گود میں لٹا لیا۔

عصر کی نماز پڑھ کر رسول اللہ صلعم تشریف لائے۔ حضرت عائشہؓ کو بخار
میں مبتلا پایا۔

آپ نے فرمایا۔ عائشہؓ اگر واقعی تم سے غلطی ہوئی ہے۔ تو خدا سے توبہ کرو
اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت عائشہؓ نے
اپنے والدین سے کہا۔ آپ جواب دیں۔

ام رومانؓ نے کہا۔ ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ تم خود عرض کرو۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ بخدا یہ اتہام ہے۔ آنحضور صلعم خاموش ہو
گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی کی
شہادت دی۔ وحی نازل ہوئی۔ صاف طور پر حضرت عائشہ کی برات کی گئی۔
جب آنحضور صلعم نے یہ بشارت سنائی۔ تو ام رومان نے کہا اٹھو اور
اپنے شوہر کے قدم لو۔

حضرت عائشہؓ نے کہا۔ میں ان کی مشکور نہیں ہوں۔ نہ آپ کی۔ بلکہ اپنے
خدا کی شکر گذار ہوں۔ یہ واقعہ ۵ھ کا ہے۔

اسی سنہ کے آخر میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اصحاب صفہ میں سے تین صاحبوں کو اپنے گھر کھانا کھلانے لائے۔ انہیں بٹھا کر خود آنحضرت صلعم کی خدمت میں چلے گئے۔ واپسی میں دیر ہو گئی۔ جب آئے۔ تو ام رومانؓ نے کہا۔ مہمانوں کو چھوڑ کر کہاں بیٹھ رہے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ تم نے کھانا بھیج دیا ہوتا۔

ام رومانؓ نے کہا بھیجا تھا۔ لیکن انہوں نے نہیں کھایا۔

حضرت ابوبکرؓ خود کھانا لے کر پہنچے۔ مہمانوں کو کھلایا۔ اس کھانے میں اس قدر برکت ہوئی۔ کہ بہت کچھ بچ رہا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے پوچھا۔ کہ اب کتنا باقی ہے۔

ام رومانؓ نے جواب دیا۔ اب بھی تین گنے سے زیادہ بچا ہوا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہ کھانا آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیج دیا۔

عربی میں صُفّہ سائبان کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں ایک چبوترہ بنایا گیا تھا۔ اس پر سائبان تان دیا گیا تھا۔ وہ مسلمان جو صد درجہ مفلس و لاچار تھے۔ زیر صفہ رات کو پڑ رہتے تھے۔

انہیں اکثر دو دو وقت کھانا نہ ملتا تھا۔ نماز پڑھتے پڑھتے ضعف کی وجہ سے گر گر پڑتے تھے۔ افلاس کی وجہ سے کپڑے پاس نہ تھے۔ چادر کو اس طرح گلے میں باندھ لیتے تھے۔ کہ گھٹنوں تک لٹک آتی تھی۔ وہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔　(صادق صدیقی سردھنوی)

اس زمانہ کے لوگ اول تو بھوکوں کو کھانا ہی نہیں کھلاتے۔ اور اگر
ایسا اتفاق ہو بھی جاتا ہے۔ اور کچھ کھانا بچ رہتا ہے۔ تو اگلے وقت
لئے رکھ لیتے ہیں۔ یہ نہیں کرتے۔ کہ اسے بھی بھوکوں کو کھلا دیں۔ جن کی نیت
مخلص ہوتی ہے۔ خدا ان کے کھانے اور مال میں برکت کیا کرتا ہے۔

وفات

ام رومانؓ نے ۹ھ میں وفات پائی۔ آنحضرت صلعم نے خود انہیں قبر
میں اتارا۔ ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور فرمایا۔ من سرہ ان ینظر
الی امرءۃ من الحور العین فلینظر الی ام رومان یعنی جو شخص عورتوں میں
حورِ عین کو دیکھنا چاہے۔ وہ ام رومان کو دیکھ لے۔

اولاد

ام رومانؓ نے دو نکاح کئے۔ پہلے شوہر سے طفیل تھے۔ اور دوسرے
شوہر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت عائشہؓ ہوئے

ام عطیہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب

نسیبہ نام ہے۔ حارث کی بیٹی تھیں۔ انصاریہ تھیں۔ ام عطیہ کنیت ہے

اسلام

آنحضرت صلعم کے ہجرت کر کے مدینہ میں آنے سے پہلے مسلمان ہوئی تھیں۔ جب رسول اللہ صلعم مدینہ میں تشریف لائے۔ تو انصار کی تمام عورتوں کو بیعت کے لئے ایک مکان میں جمع کیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دروازہ پر بھیجا۔ کہ ان شرائط پر عورتوں سے بیعت لیں۔

۱۔ کہ شرک نہ کریں گی۔
۲۔ چوری اور زنا سے بچیں گی۔
۳۔ اولاد کو قتل نہ کریں گی۔
۴۔ کسی پر بہتان نہ باندھیں گی۔
۵۔ اچھی باتوں سے انکار نہ کریں گی۔

عورتوں نے یہ سب باتیں مان لیں۔ حضرت عمرؓ نے اندر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ عورتوں نے باہر ہاتھ نکالے۔ ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھے۔ اس طرح بیعت ہو گئی۔

جب بیعت ہو چکی۔ تو اُم عطیہؓ نے پوچھا۔ کہ اچھی باتوں سے انکار کے کیا معنی ہیں۔

حضرت عمرؓ فاروق نے فرمایا۔ نوحہ اور بین نہ کرنا۔

ام عطیہؓ نے رسول اللہ صلعم سے عرض کی۔ یا رسول اللہ فلاں خاندان کے لوگ میرے یہاں آ کر رو چکے ہیں۔ مجھے ان کے گھر جا کر رونا ضروری ہے اس لئے اس خاندان کو مستثنیٰ کر دیجئے حضورؐ نے اجازت دے دی۔

عرب میں یہ قاعدہ تھا۔ کہ جب کسی خاندان میں کوئی مرجاتا تھا۔ تو اس خاندان کی اور اس کے حلیف خاندان کی عورتیں جمع ہو کر باقاعدہ ماتم کیا کرتی تھیں۔

یہ سلسلہ عرصہ تک قائم رہتا تھا۔ اور جو عورتیں کسی کے یہاں شریک ہوتی تھیں۔ دوسری عورتیں ان کے یہاں لازمی شرکت کرتی تھیں۔

غزوات میں شرکت

ام عطیہ سات غزوات میں شریک ہوئیں۔ وہ مجاہدین کا کھانا پکاتی تھیں۔ ان کے سامان کی حفاظت کرتی تھیں۔ مریضوں کی تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں۔ لڑائی کے وقت پیاسوں کو پانی پلاتیں۔ کسی تاریخ

میں ان کے جنگ میں شریک ہونے کا تذکرہ نہیں گزرا۔

عام حالات

۸ھ میں جب رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا۔ تو آنحضرت صلعم نے ام عطیہ کو نہلانے کی ترکیب بتائی۔ اورانہوں نے حضرت زینبؓ کو غسل دیا۔

میت کے غسل کے بارہ میں ان کی حدیث خصوصیت سے مقبول ہے بڑے بڑے صحابہ اور بصرہ کے علماء ان سے سند لیتے تھے۔ اور میت کے غسل کی ترکیب پوچھا کرتے تھے۔

خلافت راشدہ کے زمانہ میں ان کا ایک لڑکا کسی غزوہ میں شریک تھا۔ بیمار ہو کر بصرہ آیا۔ حضرت ام عطیہؓ مدینہ میں تھیں۔ جب انہیں خبر ہوئی۔ تو نہایت عجلت سے بصرہ روانہ ہوئیں۔ لیکن ان کے بصرہ پہنچنے سے ایک دن پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔

انہوں نے ماتم و بین نہیں کیا۔ صبر و شکر کیا۔ اور تیسرے خوشبو منگا کر ملی۔ اور کہا۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ شوہر کے علاوہ اور کسی کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ نہیں کرنا چاہیئے۔

وہ بصرہ میں جا کر بنو خلف کے قصر میں ٹھہری تھیں۔ بیٹے کے انتقال کے بعد بصرہ ہی میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

آنحضور صلعم کو ان سے اور انہیں آنحضرت صلعم سے بڑی محبت تھی۔ حضرت علیؓ کو بھی ان سے انسیت تھی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے ان کے پاس صدقہ کی ایک بکری بھیجی۔ انہوں نے اسے ذبح کر کے اس کا گوشت حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا۔ جب حضور حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے۔ تو کھانے کے لئے مانگا۔ حضرت عائشہؓ بولیں۔

اور تو کچھ نہیں ہے۔ البتہ آپ نے جو بکری نسیبہ کے پاس صدقہ کے طور بھیجی تھی۔ اس نے تھوڑا سا گوشت بھیجا ہے۔ وہ رکھا ہے۔

حضور صدقہ کا مال نہیں کھاتے تھے۔ تحفہ البتہ قبول کر لیا کرتے تھے اسی لئے اہل بیت کو بھی صدقہ لینا جائز نہیں۔ حضور نے فرمایا۔ وہی لے آؤ۔ کیوں کہ وہ مستحق کے پاس پہنچ چکی۔ اور اس نے گوشت تمہارے پاس تحفہ کے طور پر بھیجا ہے۔

حضرت علیؓ اکثر دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ان کے گھر میں آرام فرمایا کرتے تھے۔ ان سے بھی چند حدیثیں منقول ہیں۔

وفات

ان کی وفات کا سن معلوم نہیں۔ نہ اولاد کا حال تاریخوں میں لکھا ہے۔

ام سلیمؓ

نام و نسب

ام سلیم کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض رملہ کہتے ہیں۔ بعض سہلہ
ام سلیم کنیت تھی۔ غمیصا اور رمیصا لقب تھے۔ وہ خاندانِ نجار سے
تھیں۔ سلمہ بنت زید کی پوتی تھیں۔ سلمی آنحضور صلعم کے دادا عبدالمطلب
کی والدہ تھیں۔ اس رشتہ کی بنا پر ام سلیمؓ آنحضور صلعم کی خالہ مشہور رہیں۔

اسلام

وہ مدینہ میں رہتی تھیں، جب آفتابِ اسلام مدینہ پر ضیا فگن ہوا۔ تو
سعید روحانیں کھنچ کھنچ کر آغوشِ اسلام میں آگئیں۔ اسی زمانہ میں ام سلیم بھی
مسلمان ہوگئیں۔

نکاح

ان کا پہلا نکاح مالک بن نضر کے ساتھ ہوا۔ لیکن مالک مشرک، وکافر

تھے۔ اور وہ مسلمان تھیں۔ مالک چاہتے تھے۔ وہ اسلام چھوڑ کر اپنے آبائی مذہب پر آجائیں۔ اور ام سلیمؓ چاہتی تھیں۔ کہ مالک مسلمان ہو جائیں۔ دونوں اپنی اپنی کوشش میں مصروف تھے۔

ام سلیمؓ کے مالک سے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام انسؓ رکھا۔ یہ وہی حضرت انسؓ ہیں۔ جو رسول اللہ صلعم کے خادم خاص ہوئے۔ حضور کو ان سے بڑی انسیت ہوگئی تھی۔

جب حضرت انسؓ بولنے لگے۔ تو ام سلیمؓ نے انہیں کلمہ پڑھایا کرتی تھیں۔ اکثر ایسا ہوتا۔ کہ وہ کلمہ پڑھاتی ہوتی۔ اور ان کے شوہر مالک آجاتے۔ مالک بگڑ کر کہتے۔ تم میرے بچہ کو بھی بے دین کئے دیتی ہو۔

ام سلیمؓ کہتیں۔ تم اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ان بتوں کو پوجتے ہو۔ جو اپنے جسم پر بیٹھی ہوئی مکھی کو بھی نہیں اڑا سکتے۔ جنہیں کوئی قدرت نہیں ہے۔ جو نہ سنتے ہیں۔ نہ دیکھتے ہیں۔

حیرت ہے تم عقلمند ہو کر یہ نادانی کیوں کرتے ہو۔ اس خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے۔ جو خلاق عالم ہے۔ جو زندگی اور موت دیتا ہے جس کے حکم کے بغیر ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔

مالک کوئی معقول جواب تو دے نہ سکتے۔ صرف یہ کہہ دیتے۔ اب تجھ سے کون بحث کرے۔

مالک جب ام سلیمؓ کو نماز پڑھتے دیکھتے۔ تو جزبز ہوتے۔ لیکن ام سلیمؓ وعظ و تبلیغ شروع کر دیتیں۔ مالک چپ ہو جاتے۔

چوں کہ اس زمانہ میں ہر خاندان کا بت جدا جدا تھا۔ ہر محلہ میں صنم خانے بنے ہوئے تھے۔ اس لئے اکثر بت پرست صنم خانوں میں جاتے تھے۔ لیکن معزز لوگ گھروں میں ہی بت رکھتے تھے۔ اور فرصت کے وقت پرستش کر لیا کرتے تھے۔

مالک کے گھر میں بھی بت تھا۔ ام سلیمؓ نے ایک روز اسے باہر پھنکوا دیا۔ مالک اسے باہر سے اٹھا لائے۔ اور ام سلیمؓ کو بہت دھمکایا۔ ام سلیمؓ نے کہا۔ کہ یہ کیسا تمہارا خدا ہے۔ میں نے اسے باہر پھنکوا دیا۔ یہ منہ پھاڑ رہا۔ نہ مجھے کچھ کہہ سکا۔ نہ خود اٹھ کر یہاں آسکا۔ اب تم بچہ کی طرح اسے گود میں لیے کر آئے ہو۔

مالک زچ ہو گئے۔ آخر دونوں میں کشیدگی بڑھ گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ مالک خفا ہو کر ملک شام چلے گئے۔

اتفاق سے مالک کا ایک دشمن وہاں موجود تھا۔ اس نے موقع پا کر انہیں قتل کر ڈالا۔ ام سلیمؓ بیوہ ہو گئیں۔

مالک نے ایسا ترکہ نہ چھوڑا۔ جس سے ام سلیمؓ اپنی اور اپنے بچہ انسؓ کی پرورش کر سکتیں سخت پریشان رہنے لگیں۔ محنت مزدوری کر کے گذر اوقات شروع کی۔

چونکہ ام سلیمؓ حسین و جمیل تھیں۔ اس لئے عقد ثانی کے پیغام آنے لگے۔ لیکن انہیں اپنے بیٹے حضرت انسؓ سے بڑی محبت تھی۔ ابھی وہ کم سن تھے۔ وہ جانتی تھیں۔ کہ وہ اتنے ذی شعور ہو جائیں۔ کہ سوتیلے باپ کا

کے دست نگر نہ رہیں۔ تب وہ عقد ثانی کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت سب کے پیغام رد کر دئیے۔

جب حضرت انسؓ سنِ شعور کو پہنچ گئے۔ توام سلیمؓ کے قبیلہ کے ایک شخص ابو طلحہؓ نے نکاح کا پیغام دیا۔ لیکن اس وقت تک وہ بھی اپنے آبائی دین پر قائم تھے۔ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

ام سلیمؓ نے عذر کر دیا۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ ایک خدا کی پرستش کرتی ہوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول مانتی ہوں۔ تم بتوں کے پرستار ہو۔ پھر نکاح کیسے ممکن ہے۔

طلحہؓ نے خود ان سے گفتگو کرنی چاہی۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ طلحہ آئے۔ انہوں نے پھر نکاح کا پیام دیا۔ ام سلیم نے کہا۔

اے ابو طلحہؓ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ جس خدا کو تم پوجتے ہو۔ وہ ایک درخت ہے۔ یا ایک درخت کی لکڑی کا بت ہے۔ اور درخت زمین سے اگا ہے۔ اس کی لکڑی کاٹ کر فلاں حبشی نے گھڑ کر بت تیار کیا ہے۔

ابو طلحہؓ نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔ ام سلیمؓ بولیں۔

کیا تمہیں اس کی عبادت کرتے شرم نہیں آتی۔ اگر پوجنا ہی ہے۔ تو اس بڑھئی کو پوجو۔ جس نے تمہارا بت تیار کیا ہے۔

بات معقول تھی۔ تبلیغ حکیمانہ انداز میں کی گئی تھی۔ اثر کر گئی۔ انہوں نے پوچھا تم کس کو پوجتی ہو۔

ام سلیمؓ نے کہا۔ اس خدا کو جو ہر چیز کا خالق ہے۔

ابو طلحہؓ کی سمجھ میں اسلام کی صداقت آگئی۔ لیکن وہ اس وقت خاموش ہو کر چلے گئے۔ چند روز تک غور کرتے رہے۔ آخر وہ اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ اب تک انہوں نے بت پرستی کر کے اپنی عمر ضائع کی۔

چنانچہ وہ ام سلیمؓ کے پاس آئے۔ اور مسلمان ہو گئے۔ اس سے ام سلیم کے دل میں ان کی حق پسندی کی وقعت پیدا ہو گئی۔

چنانچہ اب ام سلیمؓ نے از خود ابو طلحہؓ سے کہہ دیا۔ کہ اب میں تم سے نکاح کرنے کو تیار ہوں۔

ابو طلحہؓ مفلس تھے۔ ان کے پاس مہر تک ادا کرنے کو کچھ نہ تھا۔ انہوں نے کہا میرے پاس مہر کی ادائیگی کے لئے کچھ نہیں ہے۔ ام سلیمؓ نے کہا۔ میرا مہر اسلام تھا تم نے اسلام قبول کر لیا۔ اب میں تم سے مہر میں کچھ نہیں لیتی ہوں۔

عقد ثانی

ام سلیمؓ نے حضرت انسؓ سے کہا۔ نکاح کا اہتمام کرو۔ چنانچہ حضرت انسؓ کے زیر اہتمام ام سلیمؓ کا ابو طلحہؓ سے نکاح ہو گیا۔

انسؓ خدمت رسول صلعم میں

جب رسول اللہ صلعم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے۔ تو ام سلیمؓ نے اپنے بیٹے حضرت انسؓ کو آپ کی خدمت میں پیش کر کے کہا میں اسے

آپ کی خدمت کے لئے دیتی ہوں۔

حضرت انسؓ نے آنحضرت صلعم کی خدمت شروع کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں حضور کے دل میں خاص جگہ پیدا کر لی۔

حضرت انسؓ آپ کے خدام خاص ہو گئے۔ حضور انؓ سے بہت محبت کرتے تھے۔

ایک روز رسول اللہ صلعم ام سلیمؓ کے گھر میں تشریف لائے۔ ام سلیمؓ نے مکھن اور کھجوریں پیش کیں۔ حضور نے فرمایا۔ میں روزہ سے ہوں۔ آپ نے تھوڑی دیر قیام فرمانے کے بعد نفل کی نماز پڑھی۔ اور ام سلیمؓ اور ان کے خاندان والوں کے لئے دعا مانگی۔

ام سلیمؓ نے دیکھا۔ کہ اس وقت محبت نبوی جوش پر ہے۔ رسول اللہ صلعم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلعم میں سب سے زیادہ انسؓ کو چاہتی ہوں۔ جو آپ کا خادم ہے۔ اس کے لئے خصوصیت سے دعا فرمایئے۔ آپ نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ اور فرمایا۔

اللھم ارزقہ مالاً وولداً وبارک لہ یعنی اے اللہ اسے مال دے۔ اولاد دے اور اس کی عمر میں برکت عطا فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا ہی کا یہ اثر تھا۔ حضرت انسؓ تمام انصار سے زیادہ متمول صاحب اولاد اور معمر ہوئے۔

خود حضرت انسؓ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا۔ انی لمن اکثر الانصار مالاً یعنی میں اکثر انصار سے زیادہ دولتمند ہوں۔ ان کے صلب سے ایک سو انتیس

سے بھی زیادہ بیٹے ہوئے۔ سو سال سے زیادہ عمر پائی۔

صبر و استقلال

ام سلیمؓ کے ابو طلحہؓ سے دو بیٹے ابو عمیر اور عبداللہ ہوئے۔ جب ابو عمیر چھوٹے تھے۔ تو ان کے لئے ابو طلحہؓ نے ایک چڑیا (نفیر) پالی تھی۔ وہ اس سے کھیلا کرتے تھے۔ اتفاق سے چڑیا مر گئی۔ ابو عمیر کو رنج ہوا۔ اتفاق سے اسی وقت رسول اللہ صلعم تشریف لے آئے۔

آپ نے ام سلیمؓ سے فرمایا۔ آج کیا بات ہے۔ ابو عمیر کیوں سست ہے۔ ام سلیمؓ نے کہا۔ اس کی ایک چڑیا تھی۔ اس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ آج وہ مر گئی۔ اس لئے سست ہے۔

حضور نے ابو عمیر کو اپنے پاس بلا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور فرمایا۔ یَا اَبَا عُمَیرُ مَا فَعَلَ النُّغَیرُ یعنی اے ابو عمیر تیری نغیر کیا ہوئی۔ وہ ہنس دیا۔ اسی وقت سے یہ جملہ بطور تبرکات نبوی کے ضرب المثل ہو گیا۔

اتفاق ایسا ہوا۔ کہ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ابو عمیر سخت بیمار ہوئے ابو طلحہؓ کو اپنے اس بیٹے سے بڑی محبت تھی۔ وہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ اسی روز شام کے وقت ابو عمیر نے وفات پائی۔

ام سلیمؓ نے نہایت صبر و استقلال کیا۔ اسے نہلا اور کفنا کر گھر کے ایک گوشہ میں لاش رکھدی۔ اور گھر والوں کو منع کر دیا۔ کہ ابو طلحہؓ کو خبر نہ کریں۔ رات کو ابو طلحہؓ آئے۔ بیٹے کا حال پوچھا۔ ام سلیمؓ نے کہا۔ پہلے سے

ملیں تم چھوڑ گئے تھے۔ اس سے بہتر حالت میں ہے۔

اس کے بعد ام سلیمؓ نے ابو طلحہؓ کو کھانا کھلایا۔ وہ دونوں نہایت اطمینان سے ایک بستر پہ لیٹے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں۔ ہمبستری بھی ہوئی۔ کچھ رات گئے ام سلیمؓ نے کہا۔ اے ابو طلحہؓ!

اگر کسی شخص کو کوئی چیز مستعار دی جائے۔ اور وہ اس سے مستفید بھی ہو چکے۔ پھر وہ چیز واپس لے لی جائے۔ تو کیا جسے وہ مستعار چیز دی گئی تھی۔ اسے ناگوار ہونا چاہیئے۔

ابو طلحہؓ نے کہا یہ بات تو قرین انصاف نہیں۔

ام سلیمؓ نے کہا۔ تو سنئے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں ایک امانت دی تھی وہ لے لی"

ابو طلحہؓ سمجھ گئے۔ انہوں نے پوچھا کیا ابو عمیر کا انتقال ہو گیا؟

ام سلیمؓ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ ہاں شام کے وقت اس کا انتقال ہو گیا۔

ام سلیمؓ نے کچھ اس طریقہ سے یہ دردانگیز واقعہ بیان کیا۔ کہ اس کا اثر بڑی حد تک کم ہو گیا۔ ابو طلحہؓ نے ان اللہ وان الیہ راجعون پڑھا۔ اور خدا کا شکر کیا۔

لیکن ام سلیمؓ سے کہا۔ کھانا کھانے سے پہلے بتا دیتیں۔ تو اچھا تھا۔ ام سلیمؓ نے کہا۔ تم سے کھانا نہ کھایا جاتا۔ ابو طلحہؓ نے کہا میں تمہارے صبر و استقلال کی داد دیتا ہوں"۔

دوسرے روز رسول اللہ صلعم کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ ابوعمیر دفن کیا۔ آنحضرت صلعم نے دعا دی۔ کہ اللہ ابوعمیر کا نعم البدل عطا فرمائے۔ چنانچہ ابوعمیر کے بعد عبداللہ کی ولادت ہوئی۔ جن کی تربیت خود حضور صلعم نے فرمائی۔

اس کی یہ برکت ہوئی۔ کہ عبداللہ بڑے صاحب کمال ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں دس قاری ماہر فن پیدا کیے۔

غزوات میں شرکت

حضرت ام سلیمؓ کئی لڑائیوں میں شریک ہوئی تھیں۔ مجاہدوں کو پانی لاتیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں۔ اور ضرورت کے وقت لڑتیں بھی جنگ احد میں وہ اپنے شوہر ابوطلحہؓ کے ساتھ شریک جنگ ہوئی تھیں۔

جب کفار نے رسول اللہ صلعم پر نرغہ کیا۔ تو ایک طرف ابودجانہ کھڑے ہو گئے۔ اور ایک طرف ابوطلحہؓ ایک طرف ام عمارہؓ ابودجانہؓ اور ابوطلحہؓ تو اپنی پشت اور سینہ پر وار روک رہے تھے۔ اور ام عمارہؓ دشمنوں کو روک رہی تھی۔ اور ان سے لڑ بھی رہی تھیں۔ ام سلیمؓ حضرت عائشہؓ کے ساتھ مشک بھر بھر کر پانی لاتیں۔ اور زخمیوں کو پلاتی تھیں۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلیمؓ پائینچے چڑھائے زخمیوں کو پانی پلاتیں پھر رہی تھیں۔ جب پانی ختم ہو جاتا۔ تو مشکیں بھر لاتیں۔ اس روز انہوں نے بہت سے زخمیوں کی مرہم پٹی بھی

کی تھی۔

وہ معرکہ خیبر میں بھی شریک تھیں۔ یہ معرکہ سنہ ھ میں ہوا تھا جب
کہ یہودیوں نے کفار مکہ کو ورغلا کر مدینہ پر حملہ کرایا تھا۔ جب مکہ والو
کو ہزیمت ہوئی۔ تو اہل خیبر کو بڑا افسوس ہوا
اب انہوں نے ان قبائل کو ورغلانا شروع کیا۔ جو ابھی تک مسلما
نہیں ہوئے تھے۔
آنحضور صلعم کو یہ بات ناگوار گزری۔ انہوں نے خیبر پر چڑھائی کر
خیبر کے چھ قلعے تھے مسلمانوں نے یہ سب قلعے فتح کر لئے۔
حیی بن اخطب کی بیٹی حضرت صفیہؓ دوسری عورتوں کے ساتھ گرفتا
ہو گئیں۔ جب وہ ازواج مطہرات میں داخل ہونے لگیں۔ تو انہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلیمؓ کے سپرد کیا۔ تاکہ وہ دلہن بنائیں۔
جنگ حنین میں بھی وہ شریک تھیں۔ اگرچہ اس وقت حاملہ تھیں حضرت
عبداللہؓ پیٹ میں تھے۔
لیکن ام سلیمؓ کے جوش کا یہ عالم تھا کہ خنجر لئے پھر رہی تھیں۔ رسول اللہ
صلعم نے پوچھا۔ کیا ارادہ ہے۔
ام سلیمؓ نے جواب دیا۔ جو مشرک اس طرف آئے گا۔ اس کا پیٹ چاک
کر دوں گی۔ آنحضور مسکرانے لگے۔

عقیدت

رسول اللہ صلعم سے انہیں محبت بھی تھی اور عقیدت بھی۔

ایک مرتبہ حج سے فراغت کے بعد آنحضرت صلعم نے مقام منا میں قیام کیا۔ اور وہاں موئے مبارک ترشوائے۔

ام سلیمؓ نے ابو طلحہؓ کو بھیجا، کہ حجام سے ان بالوں کو مانگ لو۔ لے آئے۔ ام سلیمؓ نے ان بالوں کو برکت کی غرض سے ایک شیشی میں بند کر کے رکھ لیا۔

آنحضرت صلعم اکثر ام سلیمؓ کے گھر آرام فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز جا کر آرام کیا۔ نیند آ گئی۔ آنکھ کھلی تو دیکھا۔ ام سلیمؓ آپ کے پسینہ ٹوٹے ہوئے بالوں کو شیشی میں جمع کر رہی ہیں۔

ایک روز آنحضور صلعم نے ام سلیمؓ کی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا۔ ام سلیمؓ نے فوراً مشکیزہ کا دہانہ کاٹ کر رکھ لیا۔ کہ اس سے رسول صلعم کا دہن مبارک مس ہوا ہے۔

ایک مرتبہ ابو طلحہؓ آئے۔ اور کہا کہ کچھ کھانا موجود ہے؟

ام سلیمؓ نے پوچھا۔ کیا کرو گے؟

انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلعم بھوکے ہیں۔

ام سلیمؓ نے جلدی سے چند روٹیاں کپڑے میں لپیٹ کر انسؓ کو دیں ہدایت کی کہ لے جا کر بارگاہ نبوت میں پیش کر دیں۔

وہ لے کر مسجد نبوی میں پہنچے۔ اس وہاں آنحضرت صلعم معہ چند صحابہ کے تشریف رکھتے تھے۔ قبل اس کے کہ انسؓ کچھ کہیں۔ یا روٹیاں پیش کریں۔ آپ نے ان سے پوچھا۔

کیا تمہیں ابو طلحہؓ نے بھیجا ہے؟

انسؓ نے کہا۔ جی ہاں!

حضور نے دریافت کیا۔ کیا تم ہمیں بلانے آئے ہو؟

انسؓ نے کہہ دیا۔ جی ہاں

حضور نے پھر پوچھا۔ کیا کھانے کے لئے

انسؓ نے اب بھی روٹیاں سامنے نہ رکھیں۔ زبان سے نکل گیا

جی ہاں"!

رسول اللہ صلعم اسی وقت ان صحابہ کو جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ ساتھ لے کر ابو طلحہؓ کے گھر پہنچ گئے۔ ابو طلحہؓ انہیں دیکھتے ہی گھبرا گئے۔ جلدی سے مکان کے اندر پہنچے۔ اور ام سلیمؓ سے کہا۔

لو حضور معہ بہت سے صحابہ کے خود بھی تشریف لے آئے۔ کھانا بہت کم ہے۔ اور کچھ سامان نہیں۔ اب کیا تدبیر کی جائے"!

ام سلیمؓ نے نہایت استقلال سے جواب دیا۔ تم گھبراتے کیوں ہو اس بات سے خدا اور رسول زیادہ واقف ہیں۔ میں سب جانتی ہوں۔ انہیں یہیں بلا لو۔

ابو طلحہؓ بلانے گئے۔ ام سلیمؓ نے جلدی سے انسؓ سے روٹیاں

کھا اور جس قدر ترکاری موجود تھی۔ سب ترتیب سے لگا دی۔ خود پردہ میں چلی گئیں۔

رسول اللہ صلعم مع صحابہ کے تشریف لائے۔ سب نے وہ روٹیاں شکم سیر ہو کر کھالیں۔

رسول اللہ کی محبت

رسول اللہ صلعم کو بھی ام سلیمؓ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آپ اکثر ام سلیمؓ کے مکان پر چلے جاتے۔ وہیں استراحت فرماتے۔ اگر وہاں نماز کا وقت ہو جاتا۔ تو چٹائی بچھوا کر نماز پڑھ لیتے۔

ایک مرتبہ جب رسول اللہ صلعم حج کے لئے مکہ تشریف لے چلے۔ ام سلیمؓ کے پاس جا کر فرمایا۔ کیا تم اسی سال ہمارے ساتھ حج کو نہیں چلو گی۔

انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ ضرور۔ مگر میرے شوہر کے پاس دو سواریاں ہیں۔ وہ دونوں پر مع اپنے بیٹے کے حج کو چلے گئے۔ اور کوئی سواری نہ تھی۔ مجھے چھوڑ دیا۔

حضور نے فرمایا تم ہمارے ساتھ چلو۔

چنانچہ آپ نے ام سلیمؓ کو ازواج مطہرات کے ساتھ سوار کرا۔ اور تشریف لے چلے۔

راستہ میں خواتین کے اونٹ پیچھے رہ گئے۔ اونٹ کو ہانکنے

والے حضور کے غلام انجشہ تھے۔ انہوں نے حدی خوانی شروع کر دی۔ اونٹ مست ہو کر دوڑنے لگے۔ حضور نے دیکھ لیا۔ آپ نے جلدی سے کہا۔ انجشہ کیا کرتے ہو۔ آہستہ چلو۔ یہ آبگینے ہیں آبگینے۔ انہیں ٹھیس نہیں لگنی چاہیئے۔

رسول اللہ صلعم کی محبت کو عنایت کو دیکھ کر ام سلیمؓ ان سے مسائل پوچھنے میں شرم نہ کرتی تھیں۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلعم سے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلعم خدا حق بات سے نہیں شرماتا۔ کیا عورت کو خواب میں غسل واجب ہے؟

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بھی سن رہی تھیں۔ وہ بے ساختہ ہنس پڑیں۔ اور کہنے لگیں۔

آج تم نے عورتوں کی بڑی توہین کی۔ کہیں عورت کو بھی ایسا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کیوں نہیں ہوتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو بچے ماں کی ہمشکل کیوں ہوتے۔

مناقب

حضرت ام سلیمؓ کے مناقب بہت ہیں۔ خود آنحضور صلعم نے ان کے مناقب کا اظہار کیا ہے۔

حضور فرماتے ہیں۔ کہ جب میں جنت میں گیا۔ تو مجھے کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ میں نے پوچھا۔ کون ہے۔ جواب ملا غمیصا ام سلیمؓ ہیں۔

ام سلیمؓ نہایت ذی فہم اور دانشمند تھیں۔ انہیں حدیث کا علم بھی اچھا تھا۔ لوگ ان سے مسائل دریافت کر کے رفع شکوک کیا کرتے تھے ایک دفعہ زیدؓ بن ثابت اور عبداللہ بن عباس میں ایک مسئلہ پر اختلاف ہوگیا۔ دونوں نے ام سلیمؓ کو حکم ٹھہرایا۔

وفات

خلافت راشدہ کے ابتدائی زمانہ میں ان کا انتقال ہوا۔

ام کلثومؓ بنت عقبہ

نام و نسب

ام کلثومؓ کنیت ہے۔ کنیت ہی کے نام سے مشہور ہیں۔ اصل نام معلوم نہیں۔

ام کلثومؓ کا باپ عقبہ بن ابی معیط قبیلہ بنی امیہ کا ایک ممتاز اور سربرآوردہ شخص تھا۔ اسلام دشمنی میں مشہور تھا۔ آنحضور صلعم اور مسلمانوں سے سخت عداوت رکھتا تھا۔

یہ وہی عقبہ بن معیط ہے۔ جس نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم کے گلے میں چادر ڈال کر بل دئے تھے۔ جس کے صدمہ سے حضور گھٹنوں کے بل گر پڑے تھے۔ اور آنکھیں ابل آئی تھیں۔

دوسری مرتبہ اسی ظالم و جابر نے جب آنحضرت صلعم خانہ کعبہ نماز پڑھ رہے تھے تو اونٹ کی اوجھ آپ کی پشت پر رکھ دی تھی۔ غرض یہ شخص حضور سے بڑی دشمنی رکھتا تھا۔

ام کلثومؓ کی والدہ کا نام اروی بنت کریز تھا۔ اور حضرت عثمانؓ

عنی کی والدہ بھی اروی بنت کریز تھیں۔ اس لئے ام کلثومؓ حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوئم کی رضاعی بہن تھیں۔

اسلام

باوجودیکہ ام کلثومؓ کا باپ عقبہ بن معیط اسلام کا دشمن تھا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا پیاسا تھا۔

ام کلثومؓ ان باتوں کو خوب جانتی تھیں۔ لیکن ان کے سینہ میں نورِ ایمان چمک اٹھا۔ وہ بتوں کی پرستش سے بیزار ہو گئیں۔ آخر ایک روز مسلمان ہو گئیں۔

ولید اور عمارہ ان کے دو بھائی تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا۔ تو انہوں نے ام کلثومؓ کو ڈانٹا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ جب کوئی مرد یا عورت مسلمان ہو جاتا تھا۔ تو پھر بید و سختی سے پھر مرتد نہ ہوتا تھا۔

چنانچہ ام کلثومؓ نے بھائیوں کی ڈانٹ ڈپٹ کی پرواہ نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے صاف کہہ دیا۔ کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں۔ اور مسلمان ہی رہوں گی۔

ان کے بھائیوں نے کہا۔ کیوں ہماری ناک کٹواتی ہے۔ لوگ کہیں گے۔ باپ تو محمد صلعم کو تکلیفیں پہنچاتا ہے۔ اور بیٹی نے ان کا دین قبول کر لیا۔

ام کلثومؓ نے کہا۔ ضد چھوڑ دو۔ تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ اپنے ماں باپ

سے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش نہ کرو۔ پھر لوگ کچھ بھی نہ کہینگے۔
یہ جواب سن کران کے بھائی حیران رہ گئے۔

ہجرت

جب کفار مکہ سے صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوا۔ تو اس میں ایک شرط یہ بھی قرار پائی تھی۔

اگر قریش کا کوئی آدمی خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوگیا ہو۔ مدینہ میں آجائے گا۔ تو اسے واپس کردیا جائے گا۔

اس صلح کے بعد ام کلثومؓ بن عقبہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی چاہی۔ وجہ یہ تھی۔ کہ ان کے بھائی ان پر سختیاں کرتے تھے۔ اور انہیں مرتد کرکے پھر اپنے آبائی مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ام کلثومؓ اسلام چھوڑنا نہ چاہتی تھی۔ وہ اس وقت تک کنواری تھیں۔ اس فکر میں ہوئیں۔ کہ کوئی نیک آدمی ساتھ کو مل جائے۔ تو مدینہ چلی جائیں۔

اتفاق سے بنی خزاعہ کا ایک شخص مدینہ جا رہا تھا۔ ام کلثومؓ کو معلوم ہوا۔ انہوں نے چپکے سے اسے کہلا بھیجا۔ کہ میں بھی ساتھ چلونگی
اس شخص نے جواباً کہلا بھیجا۔ کہ چونکہ میں کفار مکہ سے چھپ کر جا رہا ہوں۔ اس لئے پیدل چلوں گا۔ اگر تم بھی پیدل چلنا چاہو۔ تو مکہ سے

باہر مل جانا۔

ام کلثومؓ پیدل ہی چلنے پر راضی ہو گئیں۔ صبح کو چپکے چپکے گھر سے نکل کر مکہ سے باہر پہنچ گئیں۔ وہیں وہ شخص بھی آ گیا۔ دونوں پیدل مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ان کے بھائی ولید اور عمارہ کو بھی معلوم ہو گیا۔ دونوں ان کے پیچھے دوڑ پڑے۔ اور ام کلثومؓ کے مدینہ پہنچنے کے دوسرے دن وہ دونوں بھی پہنچ گئے۔

انہوں نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا ہماری بہن آپ کے پاس آ گئی ہے۔ صلح حدیبیہ کی شرط کے مطابق اسے ہمارے حوالے کیجئے۔

حضور نے ام کلثومؓ کو بلا کر دریافت کیا۔

انہوں نے کہا۔ جب یہ مسلمان نہیں۔ تو میرے بھائی کیا رہے۔ میرے بھائی تو وہ مسلمان ہیں۔ جن کے پاس میں نے آ کر پناہ لی ہے۔ میں ان کے ساتھ جانا نہیں چاہتی۔

ان کے بھائیوں نے کہا۔ یہ جانا نہ چاہے۔ لیکن صلح حدیبیہ کی رو سے یہ ہمارے حوالے ہونی چاہئے۔

ام کلثومؓ نے فریاد کی۔ یا رسول اللہ صلعم! یہ مجھے مرتد کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ پر سختیاں کرتے ہیں۔ میں عورت ہوں۔ اور عورت کمزور ہوتی ہے۔ آپ مجھے واپس نہ کریں۔

صحابہ نے بھی عرض کی۔ ام کلثومؓ کو واپس نہ کیا جائے۔ لیکن رسول اللہ صلعم متردد رہے۔ چنانچہ وحی نازل ہوئی۔ اور یہ آیۃ اتری۔

یاایھا الذین آمنوا اذا جاءکم المومنات مھاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار (سورہ الممتحنہ)

اے مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان کرو۔ اگر وہ مسلمان ثابت ہوں۔ تو انہیں کافروں کے حوالہ نہ کرو۔

صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں مردوں کی واپسی کا ذکر تھا۔ عورتوں کا نہیں۔ ان شرائط لکھنے والے کافروں کو اس وقت یہ خیال ہی نہیں ہوا۔ کہ عورتیں بھی ہجرت کر کے آسکیں گی۔

چنانچہ اس آیۃ کے نازل ہوتے ہی رسول اللہ صلعم نے ام کلثومؓ کو واپس دینے سے انکار کر دیا۔ ولید اور عمارہ نے ہر چند عرض معروض کی۔ لیکن حضور نہ مانے۔ آخر وہ اپنا سا منہ لے کر چلے گئے۔ ام کلثومؓ کو اس سے بڑی مسرت ہوئی۔

نکاح

ام کلثومؓ اس وقت تک ناکتخدا تھیں۔ آنحضرت صلعم نے زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ لیکن وہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے۔ ان

کے بعد حضرت زبیرؓ بن العوام سے نکاح ہوا۔
لیکن زبیرؓ بہت تند مزاج تھے۔ ان کے ساتھ نباہ نہ ہو سکا۔
انہوں نے طلاق دے دی۔
تیسرا نکاح عبد الرحمٰن بن عوف کے ساتھ ہوا۔ جب وہ وفات پا گئے۔ تو پھر عمرو بن العاص حاکم مصر کے ساتھ عقد ہوا۔ ان کے پاس ایک ہی مہینہ رہنے پائی تھیں۔ کہ ام کلثومؓ کا انتقال ہو گیا۔ ان سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں۔

اولاد

ام کلثومؓ کے زیدؓ اور عمروؓ بن العاص سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور حضرت زبیرؓ سے زینبؓ ایک لڑکی۔ اور عبد الرحمٰن بن عوف سے ابراہیم حمید، محمد اور اسمٰعیل پیدا ہوئے۔

اُمِ الفضلؓ بنت حارث

نام و نسب

لبابہ نام ہے۔ ام الفضل کنیت ہے۔ ان کے والد حارث بن حزن الہلالی تھے۔ اور والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا۔ ہند کو خولہ بھی کہتے تھے۔ وہ قبیلہ کنانہ سے تھیں۔

لبابہ یعنی ام الفضل کی کئی حقیقی اور رضاعی بہنیں تھیں جو قریش اور خاندانِ ہاشم کے معزز گھرانوں میں منسوب تھیں۔ یعنی حضرت میمونہؓ رسول اللہ صلعم کو سلمیٰ حضرت حمزہؓ کو جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے۔ اسماءؓ حضرت جعفر طیارؓ کو جو حضرت حمزہؓ کے بھائی تھے۔ اور خود لبابہؓ حضرت عباسؓ کے نکاح میں آئی تھیں۔ جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے۔

اس وجہ سے ان کی والدہ ہند بنت عوف کی نسبت مشہور تھا۔ کہ سسرالی قرابت میں ان کا کوئی نظیر نہیں۔

اسلام

حضرت خدیجۃ الکبریٰ زوجۂ محترم رسول اللہ صلعم کے فوراً بعد آپ مسلمان ہوئیں۔

نکاح

ام الفضلؓ کا نکاح رسول اللہ صلعم کے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ ہوا تھا۔

ہجرت

جب ان کے شوہر حضرت عباسؓ بھی مسلمان ہو گئے۔ تو ان کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

عام حالات

حضرت ام الفضلؓ بڑی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ ہر دوشنبہ (سوموار) اور پنجشنبہ (جمعرات) کو روزہ رکھتی تھیں۔

آنحضرت صلعم آپ کا بڑا ادب و لحاظ کرتے تھے۔ کسی عورت کو یہ شرف حاصل نہ تھا کہ حضور کا سر اپنی گود میں رکھ کر کنگھی کرتی۔ یا سرمہ لگاتی۔ ام الفضلؓ کو یہ خصوصیت حاصل تھی۔

ایک مرتبہ انہوں نے ایک خواب دیکھا۔ جس کا ماحصل یہ تھا۔ کہ آنحضرت کے اعضائے مبارک میں سے ایک عضو میرے گھر میں آیا۔ انہوں نے اس خواب کا تذکرہ حضور سے کیا۔

حضور نے فرمایا۔ انشاء اللہ بہتر ہوگا۔ ممکن ہے۔ فاطمہؓ کے کسی بچہ کو تم دودھ پلاؤ۔ اور اس کی کفیل ہو۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب حضرت امام حسینؓ پیدا ہوئے۔ تو ام الفضلؓ نے انہیں دودھ پلایا۔ اور ان کی کفیل ہوئیں۔

ایک روز حضرت ام الفضلؓ حضرت حسینؓ کو لے کر رسول اللہ صلعم کے پاس آئیں۔ اور ان کو گود میں دے دیا۔ حضرت حسینؓ نے حضور پر پیشاب کر دیا۔

ام الفضلؓ نے انہیں اپنی گود میں لیتے ہوئے غصہ سے جھڑکتے ہوئے کہا۔ تم نے آنحضرت صلعم پر پیشاب کر دیا۔

حضور نے فرمایا۔ تم نے میرے لختِ جگر کو جھڑک کر مجھے تکلیف پہنچائی ام الفضلؓ نے فوراً معافی مانگی۔ آپ نے معاف کر دیا۔ پھر پانی سے پیشاب دھویا۔

حجۃ الوداع میں ام الفضل بھی ہمرکاب تھیں۔ عرفہ کے دن لوگوں کو یہ شک ہوا۔ کہ کہیں آنحضرت صلعم روزہ سے تو نہیں ہیں۔ لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ حضور سے پوچھتے۔

سب نے ام الفضلؓ سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا۔ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے

جاتا ہے چنانچہ انہوں نے ایک پیالہ میں دودھ آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے دودھ پی لیا۔ لوگوں کا شبہ دور ہو گیا۔

وفات

ام الفضلؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ اس وقت ان کے شوہر عباسؓ زندہ تھے۔ ان سے بھی چند حدیثیں منقول ہیں۔

اولاد

حضرت عباسؓ کی زیادہ تر اولاد انہیں کے بطن سے ہوئی۔ اور چونکہ ان کے سب بیٹے ہونہار اور نہایت قابل ہوئے۔ اس لئے بڑی خوش نصیب سمجھی جاتی تھیں۔ فضل، عبداللہ، معبد، عبیداللہ، قثم، عبدالرحمن اور ام حبیبہ انہیں کی اولاد ہیں۔ ان میں عبداللہ اور عبیداللہ نہایت عالم و فاضل اور علم کے مہر و ماہ تھے۔

ام ورقہؓ بنت عبداللہ

نام و نسب

اصل نام معلوم نہیں۔ ام ورقہؓ کنیت ہے۔ اور کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ یہ انصاریہ ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث بن عویمر بن نوفل

اسلام

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں۔ اور رسول اللہ صلعم سے بیعت کی۔

شہادت کی پیشین گوئی

جب جنگ بدر کی تیاری ہونے لگی۔ تو ام ورقہؓ نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی۔ کہ مجھے بھی جنگ میں شرکت کی اجازت دیجئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا۔ وہاں جا کر کیا کرو گی۔ انہوں نے کہا۔ مریضوں کی تیمارداری۔ اور زخمیوں کی خدمت کروں گی

موقع ہوا۔ تو لڑوں گی بھی۔ شاید خدا شہادت نصیب کرے۔
حضور نے فرمایا۔ تم گھر ہی میں رہو۔ خدا تمہیں یہیں شہادت عنایت کرے گا۔
جنگ بدر کے بعد جب رسول اللہ صلعم ام ورقہؓ کے گھر جاتے تو فرمایا کرتے۔ آؤ شہیدہ کے گھر چلیں۔
جب ان کے پاس جاتے۔ تو کہتے۔ کہو شہیدہ کیا کر رہی ہو۔

شہادت

ام ورقہؓ قرآن پڑھی ہوئی تھیں۔ اور خوب پڑھتی تھیں۔ آں حضرت صلعم نے انہیں ان کی گھر کی عورتوں کا امام بنا دیا تھا۔ وہ امامت کرتی تھیں۔
انہوں نے آنحضور صلعم سے عرض کیا۔ کہ عورتوں کو نماز کے لئے جمع ہونے میں دیر لگ جاتی ہے۔ ایک موذن مقرر فرما دیجئے۔
حضور نے ایک موذن بھی مقرر کر دیا۔ نماز کے وقت موذن اذان دے کر چلا جاتا۔ عورتیں جمع ہو جاتیں۔ اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتیں۔
ام ورقہؓ نے ایک لونڈی اور ایک غلام خریدے ہوئے تھے۔ ان دونوں سے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ میرے مرنے کے بعد تم دونوں

لہ اذا ستعاب جلد ۲ صفحہ ۸۰۶

آزاد ہو۔

یہ لونڈی اور غلام بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ دونوں نے سازش کر کے بغاوت و غداری پر کمر باندھی۔ اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے ام ورقہؓ کے قتل پر تیار ہو گئے۔

چنانچہ ایک رات کو جب کہ ام ورقہؓ سو رہی تھیں۔ ان پر چادر ڈال کر انہیں شہید کر دیا۔ اور وہاں سے بھاگ گئے۔

وہ زمانہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا تھا۔ یہ نہ سمجھے۔ کہ ان گرفت سے نکل کر کہاں جائیں گے۔

صبح کو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا۔ آج کیا بات ہے۔ خالہ ام ورقہؓ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہیں آتی۔

ام ورقہؓ بلا ناغہ صبح کی نماز پڑھتے ہی قرآن شریف کی تلاوت کرتی تھیں۔

چنانچہ حضرت عمرؓ چند لوگوں کو ساتھ لے کر مکان کے اندر پہنچے دیکھا۔ تو ایک گوشہ میں ان کی لاش چادر میں لپٹی ہوئی رکھی ہے سب کو ان کے اس طرح شہید ہونے کا بڑا افسوس ہوا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ خدا کے رسول نے سچ کہا تھا۔ ام ورقہ شہیدہ تھیں۔ شہید ہو گئیں۔

حضرت عمرؓ وہاں سے آ کر مسجد میں پہنچے۔ اور منبر پر تشریف لے جا کر ام ورقہؓ کے شہید ہو جانے کی خبر سنائی۔ اور حکم دیا۔ کہ غلام اور

لونڈی گرفتار کئے جا دیں۔

چنانچہ دونوں گرفتار ہو کر آئے۔ دونوں نے قتل کا اقرار کیا۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ کے حکم سے دونوں سولی پر لٹکا دیئے گئے۔ یہ پہلے وہ بدبخت مسلمان ہیں جنہیں مدینہ منورہ میں سولی دی گئی

لبشہؓ بنت رافع

نام و نسب

لبشہؓ نام ہے۔ رافع کی بیٹی اور انصاریہ تھیں۔

اسلام

ہجرت کے بعد اسلام لائیں۔

رسول اللہ صلعم سے محبت

حضرت لبشہؓ کو رسول اللہ صلعم سے والہانہ محبت تھی۔ جنگ احد میں جب مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابی اس معرکہ میں شہید ہو گئے۔ تو مدینہ میں یہ روح فرسا خبر پہنچی۔

بہت سی عورتیں اور مرد مدینہ سے نکل کر صورت حال معلوم کرنے کے لئے احد کی طرف دوڑے۔ حضرت لبشہؓ

بھی بھاگیں۔

جنگِ احد میں حضرت لبنیٰؓ کے باپ بھائی اور شوہر تینوں شریک ہوئے تھے۔ اور اتفاق سے تینوں ہی شہید ہوگئے تھے۔

لبنیٰؓ نے مدینہ میں یہ خبر سنی تھی۔ کہ رسول اللہ صلعم شہید ہوگئے۔ چنانچہ اس خبر کو سن کر سخت مضطرب ہوگئی تھیں۔ جنگ گاہ میں پہنچ کر ایک شخص نے کہا۔

تمہارا باپ شہید ہوگیا۔ انہوں نے ان للہ وان الیہ راجعون پڑھ کر پوچھا۔ رسول اللہ تو خیریت سے ہیں۔

کہنے والے نے کہا۔ تمہارا بھائی بھی شہید ہوگیا۔ انہوں نے پھر ان للہ وان الیہ راجعون پڑھا۔ اور پھر دریافت کیا۔ رسول اللہ صلعم تو خیریت سے ہیں۔

پھر ان سے کہا گیا۔ تمہارا شوہر بھی شہید ہوگیا۔ انہوں نے پھر ان للہ وان الیہ راجعون پڑھا۔ اور پھر وہی سوال کیا۔ کہ رسول اللہ صلعم خیریت سے ہیں۔

اس عرصہ میں آنحضرت صلعم ان کے قریب تشریف لے آئے۔

حضور کا جمالِ مبارک دیکھ کر انہوں نے کہا۔ کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ یعنی

یعنی آپ کے ہوتے ہوئے تمام مصیبتیں ہیچ ہیں۔
مسلمانوں کو ان کی محبت و عقیدت اور صبر و استقلال
دیکھ کر بڑا تعجب ہوتا۔

حمنہؓ بنت جحش

نام ونسب

حمنہؓ نام ہے۔ امہات المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش کی بہن تھیں۔

اسلام

یہ مکہ میں ایمان لائی تھیں۔ انہوں نے ہجرت بھی کی ہے۔

نکاح

پہلا نکاح حضرت مصعبؓ بن عمیر کے ساتھ ہوا تھا۔

عام حالات

جب جنگِ احد میں مسلمانوں کی ہزیمت کی خبر مدینہ منورہ میں پہنچی۔ تو حمنہ بنت جحش سنتے ہی بے تابانہ دوڑیں۔

اور میدانِ کارزار میں پہنچکر زخمیوں کو پانی پلایا۔ ان
ان کی مرہم پٹی کی۔

اس مصروفیت میں انہیں یہ بات دریافت کرنے
کا خیال نہ رہا۔ کہ شہید کون کون ہوگئے۔

جب کفار مکہ بھاگ گئے۔ تب کسی نے انہیں بتایا تمہارے
ماموں حضرت امیر حمزہؓ شہید ہوگئے۔ انہوں نے انا للہ پڑھا
پھران کے بھائی عبداللہ بن جحش کے شہید ہونے کا حال سنا
انہوں نے پھر انا للہ پڑھا۔

اس نے پھران کے شوہر مصعبؓ بن عمیر کی شہادت کا حال
سنایا۔ اس وقت وہ بے اختیار رو پڑیں۔

آنحضرت صلعم بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ
عورت کو شوہر سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

عقد ثانی

عدۃ کے بعد حمنہ بنت جحش کا عقد ثانی حضرت طلحہؓ سے
ہوا۔ یہ وہی طلحہ ہیں جنہیں آنحضرت صلعم نے جنتی ہونے کی
بشارت دی تھی۔

واقعہ افک میں حضرت عائشہؓ پر اتہام لگانے والوں میں
حمنہؓ بھی تھیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ وہ یہ چاہتی تھیں۔ کہ حضرت عائشہؓ کی وقعت گھٹ جائے۔ اور ان کی بہن حضرت زینبؓ کا وقار بڑھ جائے۔

لیکن یہ بات قرینِ قیاس نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو حضرت زینبؓ بھی اس سازش میں شریک ہوتیں۔ لیکن رسول اللہ صلعم کے پوچھنے پر انہوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوائے بھلائی کے کوئی برائی نہیں دیکھی۔ ممکن ہے۔ وہ بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئی ہوں۔

وفات

انہوں نے سن ۲۰ ھ کے بعد وفات پائی۔

اولاد

ابو طلحہؓ سے دو لڑکے محمد اور عمران ہوئے۔ محمد سجاد کے لقب سے مشہور ہیں ٭

حواؓ بنت یزید

نام و نسب

حواؓ نام ہے۔ اور یزید کی بیٹی ہیں۔ جو عبد الاشہل کے خاندان میں تھا۔

نکاح

قیسؓ بن حطیم سے نکاح ہوا تھا۔

اسلام

بیعت عقبیٰ اولیٰ کے موقعہ پر اہل مدینہ کی درخواست پر رسول اللہ صلعم نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو تبلیغ اسلام کے لئے مدینہ منورہ بھیجا تھا۔

ان کی کوشش اور جانفشانی سے مدینہ میں اسلام پھیلنے لگا۔ قبیلے کے قبیلے مسلمان ہونے لگے۔ حضرت حواؓ بھی ا

زمانہ میں مسلمان ہو گئیں۔ لیکن ان کے شوہر قیسؓ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

حضرت حوا ان سے چھپ کر نماز پڑھا کرتی تھیں۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا۔ کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ قیس آگئے۔ پہلے تو انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر حیرت ہوئی۔ پھر غصہ آگیا۔ انہوں نے حوا کو دھکا دے دیا۔

انہوں نے سلام پھیر لیا۔ قیسؓ نے پوچھا۔ کیا کر رہی تھیں۔ اب چھپانا فضول تھا۔ اس کے علاوہ مسلمان جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

انہوں نے صاف کہہ دیا۔ نماز پڑھ رہی تھیں۔

قیس۔ کیا تو بے دین ہو گئی ہے۔

حوا۔ ہاں میں مسلمان ہو گئی ہوں۔

قیس۔ کم بخت اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا۔

حوا۔ وہ مشرک و کافر تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔

قیس۔ تو بھی تو بتوں کو پوجتی تھی۔

حوا۔ جب تک اسلام کی روشنی نہیں پھیلی تھی۔ میں بھی کفر کی تاریکی میں پڑی ہوئی تھی۔

قیس کو غصہ آگیا۔ انہوں نے حوا کو زدو کوب کیا۔ اور ہدایت کی۔ کہ آئندہ میرے گھر نماز دنماز نہ پڑھنا۔

لیکن جو مسلمان ہو جاتا تھا۔ وہ نماز بھی پڑھتا تھا۔ اور سینے ڈر بھی ہو جاتا تھا۔ مظالم اور سختیوں کی پرواہ بھی نہیں کرتا تھا۔

چنانچہ حوا بھی برابر نماز پڑھتی رہیں۔ اکثر ایسا ہوتا۔ کہ وہ نماز پڑھتی ہوتیں۔ اور قیس آجاتے۔

اگر وہ کھڑی ہوتیں۔ یا رکوع میں ہوتیں۔ تو وہ دھکا دیتے سجدہ میں ہوتیں۔ تو چوٹی پکڑ کر کھینچ لیتے۔ حوا صبر و شکر کرتیں۔ نماز پڑھنا نہ چھوڑتیں۔

قیس نے اتنے مظالم کئے۔ کہ اہل مدینہ کو حوا پر رحم آنے لگا۔ آنحضرت صلعم تک قیس کے مظالم اور حوا کی بے کسی کی اطلاع پہنچی۔

اتفاق سے کچھ دنوں بعد قیس مکہ آئے۔ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا۔ تو ان کی ملاقات کو گئے۔ انہیں اسلام کی دعوت دی قیس نے کہا۔ یہ مذہب کا معاملہ ہے۔ دفعتہً نہیں چھوڑا جا سکتا۔ مہلت دیجئے۔

آنحضرت صلعم نے مہلت منظور کی۔ لیکن ساتھ ہی کہا۔ تمہاری بیوی حوا مسلمان ہو چکی ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ تم اس پر سختیاں کرتے ہو۔ وعدہ کرو۔ کہ اسے نہ ستاؤ گے۔

قیس نے وعدہ کر لیا۔ اور اس وعدہ کو نباہا۔ پھر حوا

سے کوئی تعرض نہ کیا۔
جب آپ کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے قیس کے اس طرزِ عمل پر مسرت کا اظہار فرمایا۔
اس کے کچھ عرصہ کے بعد قیس بھی مسلمان ہو گئے۔

حضرت خنساؓ بنت عمرو

نام و نسب

تماضر نام ہے۔ لیکن وہ ہرنی کی طرح خوبصورت، چست اور ہوشیار تھیں۔ اس لئے ان کا لقب خنساؓ ہو گیا تھا۔ خنساؓ کے معنے ہرنی کے ہیں۔

وہ نجد کی رہنے والی اور وہاں کے مشہور خاندان سلیم سے تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔

تماضر (خنساء) بنت عمرو بن الشرید بن رباح بن یقظہ، بن عصبتہ بن خفاف بن امرالقیس۔

نکاح

ان کا پہلا نکاح قبیلہ سلیم کے ایک شخص رواحہ بن عبدالعزیٰ سے ہوا۔ اس سے ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا۔ دوسرا نکاح مرداس بن ابی عامر سے ہوا۔

اس سے تین بیٹے زید، معاویہ اور عمرو ہوئے۔

بھائی سے محبّت

ان کے دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک حقیقی بھائی تھا۔ جس کا نام معاویہ تھا۔ دوسرا سوتیلا بھائی تھا۔ اس کا نام صخر تھا۔

خنساءؓ کو دونوں بھائیوں سے بہت زیادہ محبت تھی۔ خصوصاً سوتیلے بھائی سے تو محبت نہیں عشق تھا۔ بھائی بھی ان پر جان فدا کرتے تھے۔ غرض ان بہن بھائیوں میں بڑی محبت تھی۔

بدقسمتی سے خنساءؓ کا ایک شوہر نہایت ہی بدقماش مصرف اور جواری تھا۔ اس نے اپنا اور خنساءؓ کا سارا مال اور سامان جوئے میں ہار دیا۔

یہاں تک کہ خنساءؓ نادار و محتاج ہو گئیں۔ اور فقیری نے یہاں تک اثر کیا۔ کہ کئی کئی وقت کے فاقے جانے لگے۔

جب ان کے سوتیلے بھائی صخر کو ان کی تنگ دستی کا حال معلوم ہوا۔ تو اس نے اپنے مال و دولت کے برابر برابر دو حصے کئے۔ ان میں جو اچھا حصہ تھا۔ وہ خنساءؓ کو دے دیا۔ اس سے وہ متمول ہو گئیں۔ لیکن ان کے شوہر نے

تھوڑے ہی عرصہ میں اس دولت کو بھی تلف کر ڈالا۔ پھر وہ نادار اور تنگدست ہو گئیں۔

ان کے بھائی صخر سے پھر نہ دیکھا گیا۔ اس نے پھر اپنے مال کے دو حصے کئے۔ اور اس میں سے اچھا حصہ پھر اپنی بہن کو دے دیا۔

صخر کی بیوی نے اس سے کہا۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ اپنی بہن کو اپنے مال کا اچھا حصہ دے دیتے ہو۔ اور اس کا شوہر اسے تلف کر ڈالتا ہے۔ ساری دولت قمار بازی میں ہرا دیتا ہے۔ آخر کب تک ایسا ہوتا رہے گا۔

صخر نے کہا۔ میں زندگی بھر ایسا کرتا رہونگا۔ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ میں عیش و آرام سے رہوں۔ اور میری بہن فاقے کرے۔ مصیبت سے دن کاٹے۔ پھر اس نے یہ دو شعر پڑھے۔ ؎

واللہ لا امنحہا شرارھا
وھی حصان قد کفتنی عارھا
ولو ھلکت مزقت خمارھا
واتخذت من شعر صدارھا

یعنی: بخدا میں اسے مال کا برا حصہ نہیں دوں گا۔ وہ عفیفہ ہے۔ میرے لئے اس کا عار و ننگ کافی ہے۔ (یعنی میں اس

کا عار و ننگ برداشت نہیں کر سکتا۔) اگر میں مر جاؤں گا۔ تو وہ (میرے غم میں) اپنی اوڑھنی کو پھاڑ لے گی۔ اور (میرے سوگ میں) اپنے بالوں کا صدار بنا لے گی۔

یہ ایک قسم کی پیشین گوئی تھی۔ جو بعد میں پوری ہوئی۔ اور انشاء اللہ اس کا ذکر عنقریب آئے گا۔

وہ زمانہ جاہلیت کا تھا۔ اس وقت مرد تو مرد عورتیں بھی شاعرہ ہوتی تھیں۔ علم و ادب کا زور تھا۔ شاعری معراج ترقی پر پہنچی ہوئی تھی۔

خنساءؓ کو بھی شعر و شاعری کا شوق ہو گیا تھا۔ ابتدا میں یہ حال تھا۔ کہ کبھی کبھی دو چار شعر کہہ لیا کرتی تھی۔

اتفاق ایسا ہوا۔ کہ قبیلہ بنو اسد سے ان کے قبیلہ کی لڑائی ہو گئی۔ اس لڑائی میں ان کا حقیقی بھائی معاویہ مارا گیا۔ اور دوسرا بھائی صخر ثور الاسدی کے نیزہ سے زخمی ہو گیا خنساءؓ کو سخت صدمہ پہنچا۔ انہوں نے صخر کی نہایت جانفشانی سے خدمت شروع کی۔

ان کی تیمارداری میں رات دن ایک کر دیا۔ پورے ایک سال تک محنت کرتی رہیں۔ صخر جانبر نہ ہو سکا۔ فوت ہو گیا۔

خنساءؓ کو بڑا ملال ہوا۔ ان کی دنیا ہی تاریک ہو گئی۔ انہوں نے بھائی کے غم میں۔ اپنی اوڑھنی ہی نہیں۔ بلکہ لباس تک

چاک کر ڈالا۔ بال کھول لئے۔ ایک عرصہ تک ماتم کرتی رہیں۔

ارثی العرب

خنساءؓ کے دل میں انقلاب پیدا ہو گیا۔ ان کی طبیعت کو شاعری سے لگاؤ تھا ہی۔ اس حادثہ نے اسے اور تحریک دی۔ اب وہ اپنے بھائی کے مرثیے کہنے لگیں۔

یہ مرثیے عرب میں اس قدر مشہور ہوئے۔ کہ عرب کے ادیبوں اور شاعروں نے انہیں ارثی العرب (عرب کی مرثیہ گو) کا خطاب دیا۔

اسی زمانہ میں عرب کی عورتوں میں یہ دستور تھا۔ کہ اپنے عزیزوں کی قبر پہ جا کر ماتم کیا کرتیں۔ نوحے پڑھا کرتیں اور رویا کرتیں۔ (یہ ذکر ایام جاہلیت کا ہے)

خنساء بھی صبح اور شام اپنے مقتول بھائی صخر کی قبر پہ جاتیں۔ روتی اور مرثیے پڑھا کرتیں۔ اکثر یہ مرثیہ پڑھا کرتی تھیں۔

یذکرنی طلوع الشمس صخراً
واذکرہ لکل غروب شمس

آفتاب طلوع ہو کر مجھے صخر کی یاد دلاتا ہے۔ اور میں روزانہ غروب آفتاب کے وقت اسے یاد کرتی ہوں۔

وَلَا کَثْرَۃَ الْبَاکِیْنَ حَوْلِیْ
عَلٰی مَوْتَاھُمْ لَقَتَلْتُ نَفْسِیْ

اگر میرے گرد رونے والوں کی کثرت نہ ہوتی۔ تو میں اپنی جان کو ہلاک کر دیتی۔

ان کا ایک اور درد انگیز مرثیہ یہ ہے۔

اَلَا یَا صَخْرُ اِنْ اَبْکَیْتَ عَیْنِیْ
فَقَدْ اَضْحَکْتَنِیْ زَمَانًا طَوِیْلًا
بَکَیْتُکَ فِیْ نِسَاءٍ مُعْوِلَاتٍ
وَکُنْتُ اَحَقَّ مَنْ اَبْدَی الْعَوِیْلَا
دَفَعْتَ بِکَ الْخُطُوْبَ وَاَنْتَ حَیٌّ
فَمَنْ ذَا یَدْفَعُ الْخَطْبَ الْجَلِیْلَا
اِذَا قَبُحَ الْبُکَاءُ عَلٰی قَتِیْلٍ
رَاَیْتُ بُکَاءَکَ الْحَسَنَ الْجَمِیْلَا

یعنی اے صخر تو نے میری آنکھوں کو رلایا۔ تو کیا ہوا۔ ایک مدت تک تو نے ہنسایا بھی تو تھا۔ میں ان عورتوں کے ساتھ جو چیخ کر روتی ہیں۔ تجھے روتی ہوں۔ میں ان چیخ کر رونے والیوں سے زیادہ مستحق ہوں۔

جب تو زندہ تھا۔ تو میں نے تیری بدولت بہت سے حوادث کو رفع کیا۔ اب اس بڑے حادثہ کو کون رفع کریگا۔

جب کہ مقتول پر رونا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ تو میں تجھ پر رونے کو۔۔۔۔ نہایت اچھا سمجھتی ہوں۔
ایک موقعہ پر صخر کے عزووقار کا اس طرح اظہار کرتی ہیں

وَاِنَّ صخراً لتأتمّ الهداة به
کَاَنّهٗ علمٌ فی راسِہٖ نار

صخر کا بڑے بڑے لوگ اقتدار کرتے ہیں۔ گویا وہ ایک پہاڑ ہے۔ جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے۔
ان کے مرثیے نہایت پردرد، پراثر اور فصیح و بلیغ ہوتے تھے۔ پڑھنے اور سننے والے بے ساختہ رونے لگتے تھے۔
ان کی جودت طبع کا حال اس مرثیہ سے خوب معلوم ہو سکتا ہے۔

اَعینیّ جوداً وَلا تجمدا
اَلَا تبکیان الصخر النّدیٰ
الا تبکیان الجریٔ الجمیل
اَلَا تبکیان الفتیٰ السیدیٰ
طویل النجاد عظیم الرماد
اساد عشیرتہٗ امرادا
اذا القوم مدّوا بایدیھم
الی المجد مدّ الیہ یدا

فنال الذی فوق ایدیھم
الی المجد ثم مضی مسعدد
تیری المجد یھدی الی بیتہ
یری افضل المجد ان یحملا
وان ذکر المجد الفیتہ
تاذر بالمجد ثم ارتدی

یعنی اے میری دونوں آنکھوں سخی بن جاؤ۔ بخیل مت کرو۔ کیا تم دونوں صخر جیسے سخی پر نہیں روتی ہو۔ کیا تم ایسے شخص پر جو نہایت بہادر اور خوبصورت تھا۔ نہیں روتی ہو۔ کیا تم ایسے شخص پر نہیں روتیں۔ جو جوان سردار تھا۔ جس کا سر نہایت لمبا تھا۔ جو خود بھی بلند بالا تھا۔ وہ کمسنی ہی میں قبیلہ کا سردار ہو گیا تھا۔

جب قوم نے عاوتے مرتبت کی طرف اپنے ہاتھ اونچے کیے۔ تو اس نے بھی اپنے ہاتھ دراز کیے۔ وہ اس عزت کو پہنچ گیا۔ جو اوروں کے ہاتھوں سے اونچی تھی۔

اور اس سعادت مندی کی حالت میں وہ گذر گیا زندگی اس کے گھر کا راستہ بتاتی ہے۔ وہ

اپنی تعریف کئے جانے کو سب شرافتوں سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔ اس نے عزت کی چادر اوڑھ لی ہے۔

عرب کے میلے

عہد جاہلیت میں عرب کے اکثر مقامات پر میلے لگتے ہیں یہ میلے ابتدائے ربیع الاول یعنی موسم بہار کے آغاز سے شروع ہو جاتے ہیں۔

ان میلوں میں پہلوانی، نیزہ بازی تیراندازی اور شمشیر زنی کے مقابلے ہوتے ہیں۔ مشاعرے بھی ہوتے تھے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں علم و ادب کا بہت چرچا تھا۔ انہیں اپنی لسان العصری پر یہاں تک ناز تھا۔ کہ غیر عربوں کو عجمی یعنی گونگا سمجھا کرتے تھے۔

میلوں میں شرکت کی غرض سے اہل عرب دور دور سے اپنے کاروبار چھوڑ چھوڑ کر آیا کرتے تھے۔ سب سے پہلا میلہ غزوۂ ربیع الاول میں مقام دومۃ الجندل میں منعقد ہوتا تھا۔

اس کے بعد ہجر کے بازار میں، پھر حضرموت میں۔ پھر صنعا میں اور پھر یمن کے کسی اور مقام پر

ہر میلہ کم سے کم دس روز اور زیادہ سے زیادہ بیس روز

روز تک ہوتا رہتا تھا۔ سب سے آخری میلہ مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر بازار عکاظ میں حج کے زمانہ میں ماہ ذیقعد میں لگتا تھا۔

یہ میلہ سب میلوں سے زیادہ مشہور زیادہ شان دار اور زیادہ بڑا ہوتا تھا۔

اس میلہ میں عرب کے تمام قبائل کے شوقین مزاج لوگ اور ہر قبیلہ کے سردار لازمی طور پر شریک ہوتے تھے۔ اگر کسی خاص وجہ سے کوئی سردار شرکت نہ کر سکتا تو اپنا قائم مقام بھیجتا۔

اسی مقام پر اور اسی میلہ میں عرب کے تمام معاملات طے ہوتے تھے۔ آپس کے قضیے۔ سرداروں کا انتخاب۔ شادی بیاہ کے معاملات۔ قصاص کے فیصلے۔ لڑائیوں کے جھگڑے۔ غرض سارے معاملات یہیں طے اور فیصل کئے جاتے تھے۔

اس بازار میں اہل قریش کا احترام و وقار زیادہ کیا جاتا جب تمام معاملات کا تصفیہ ہو چکتا۔ تب مشاعرہ ہوتا۔

تمام عرب کے منتخب شعراء ہر قبیلہ کے مشہور شعرا اپنا اپنا کلام سناتے۔ کئی کئی روز تک مشاعرہ ہوتا رہتا۔ دن و رات مجلس گرم رہتی۔

شعرائ اپنے اشعار میں اپنے اجداد کے کارنامے۔ قومی بہادری، مہماں نوازی، سخاوت وفیاضی ایثار و ھمدردی اور عشق و محبت کی داستانیں بیان کرتے تھے۔

اس وقت کسی مرد کا کسی عورت پر عاشق نہ ہونا نہایت نامردی اور ذلت کی بات سمجھی جاتی تھی۔

اکثر عشاق اپنے اشعار میں اپنی محبوبہ کا نام لیتے۔ ان کی خوبیاں بیان کرتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا۔ کہ جس کی لڑکیوں کی شادیاں ہونے میں دقت ہوتی۔ منگیتر نہ ملتے۔ وہ کسی شاعر کی خدمات حاصل کر لیتا۔

وہ شاعر ان لڑکیوں کی تعریف کر کے لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت کی آگ پھونک دیتا۔ لوگ نادیدہ ان پر فریفتہ ہو جاتے۔

ان سے نکاح کر لیتے۔ اور فخر کیا کرتے۔ کہ فلاں شاعر نے ان کی بیوی کی تعریف کی تھی۔

غرض شاعروں کی بڑی عزت و توقیر تھی۔ اس بازار میں شاعروں کے مراتب و درجات مقرر ہوتے۔ انہیں خطابات عطا کیا جاتے۔

جس شاعر کی نظم سب سے بہتر تسلیم کر لی جاتی۔ اسے ملک الشعراء کا خطاب دے کر اس کی وہ نظم خانہ کعبہ

کے دروازہ پر لٹکا دی جاتی۔

جہاں وہ سال بھر لٹکتی رہتی۔ اور اگلے سال جس شاعر کی نظم اچھی ہوتی۔ اس کی نظم لٹکائی جاتی۔

جب خنساءؓ کی شاعری بھی چمکی۔ تو انہوں نے بھی ان سالانہ مشاعروں میں شرکت شروع کی۔ وہ مرثیہ گو تھیں۔ ان کے مرثیے لاجواب اور نہایت ہی پر درد ہوتے تھے۔

وہ اونٹ پر عماری کے اندر سوار ہو کر آتی تھیں۔ چونکہ بہت زیادہ خوبصورت تھیں۔ اس لئے کچھ لوگ تو ان کا کلام سننے کے لئے آتے تھے۔ اور زیادہ تر ان کی صورت دیکھنے کے لئے شریک ہوتے تھے۔

جب ان کا محمل آتا تھا۔ تو عرب کے نوجوان اور تمام شعرا ان کے محمل کے گرد حلقہ باندھ لیتے۔ بڑی تکریم سے انہیں ان کے خیمہ تک لے جاتے۔

خنساءؓ کا خیمہ نہایت شاندار ہوتا تھا۔ اور یہ فخر و امتیاز صرف انہیں کو حاصل تھا۔ کہ ان کے خیمہ کے دروازہ پر ایک علم نصب رہتا تھا۔ اور اس پر جلی قلم سے ارثی العرب یعنی عرب کی بہترین مرثیہ گو لکھا ہوتا تھا۔

اس زمانہ میں تمام عرب میں مسلم الثبوت استاد نابغہ ذبیانی تھا۔ وہ اپنی سخنوری کی وجہ سے شہرہ آفاق تھا۔

اس کا اصل نام زیاد بن معاویہ تھا۔ اور کنیت ابوامامہ تھی۔ شعر گوئی کی کثرت کی وجہ سے اس کا نام نابغہ پڑ گیا تھا۔ بازار عکاظ میں اس کا خیمہ سرخ نصب کیا جاتا تھا۔

یہ خصوصیت صرف اسے ہی حاصل تھی۔ کوئی دوسرا شخص سرخ خیمہ نہیں لگا سکتا تھا۔

اس کے اشعار نہایت دقیق مگر سنجیدگی لیئے ہوتے ہوتے تھے۔ وہ موحد تھا۔ خدا کو مانتا تھا۔ خدا سے ڈرتا بھی تھا۔ قوم کے اخلاق کے اصلاح کی کوشش کرتا تھا۔

نہایت سخی اور بڑا صادق القول تھا۔ اس کے مدحیہ قصائد میں چستی، رنگینی، خوش طبعی، فصاحت، بلاغت اور صداقت ہوتی تھی۔

وہ جس عورت کی تعریف کرتا تھا۔ اس کے حسن کی شہرت تمام عرب میں ہو جاتی تھی۔

بہترین شاعرہ

سب سے پہلی مرتبہ جب خنساءؓ نے نابغہ کو اپنے اشعار سنائے۔ تو وہ حیران رہ گیا۔ اس نے بیسا ختہ کہا۔ تو عرب کی بہترین شاعرہ ہے۔

اسد الغابہ میں لکھا ہے۔ کہ علمائے عرب کا اس بات پر

اتفاق ہے۔ کہ عرب کی عورتوں میں خنساءؓ سے بہتر کوئی شاعرہ نہیں ہوئی۔

بشار شاعر عرب کا مشہور سخنور اور سخن سنج تھا۔ اس کا بیان ہے۔ کہ عورتوں کے اشعار میں کوئی نہ کوئی نقص اور کمزوری ہوتی ہے۔

لیکن خنساءؓ کے اشعار میں کوئی کمی نہیں۔ بلکہ ان کا کلام مردوں سے بہتر ہے۔

سنہ ۱۱ھ میں عہد بنو امیہ میں جریر نہایت مشہور اور استادِ زمانہ شاعر تھا۔ جب لوگوں نے اس سے پوچھا۔ کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے۔

تو اس نے جواب دیا۔ اگر خنساءؓ کے اشعار نہ ہوتے۔ تو میں دعوےٰ کرتا۔ کہ عرب کا بہترین شاعر میں ہوں۔

خنساءؓ آغوشِ اسلام میں

جب فاران کی چوٹیوں سے نیر اسلام نے طلوع ہو کر افضائے عالم کو منور کرنا شروع کیا۔ تو حضرت خنساءؓ کو بھی خبر ہوئی۔

ہجرت کے بعد وہ مدینہ منورہ میں آکر مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ انہوں نے آنحضور صلعم کو اپنے اشعار سنائے۔ حضور

سن کر نہایت محظوظ و متحیر ہوئے۔

درس شجاعت

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں ۱۶ھ میں حضرت خنساءؓ معہ اپنے چاروں بیٹوں کے قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئی تھیں۔

اس لڑائی میں ایرانی بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ آئے تھے۔ ایک لاکھ اسی ہزار سپاہ تھی۔ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔

جس روز لڑائی ہونے والی تھی؛ اس کی رات کو حضرت خنساءؓ نے اپنے چاروں بیٹوں کو بلا کر جو درس شجاعت دیا تھا۔ وہ آج بھی تاریخوں میں جلی قلم سے لکھا ہوا ملتا ہے۔ انہوں نے مختصر مگر پر جوش تقریر کی تھی۔ وہ تقریر یہ تھی۔

پیارے بیٹو! تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے۔ اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اللہ تعالیٰ کی عزت و بزرگی کی قسم جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔ جس طرح تم اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو۔ اسی طرح تم اپنے باپ کے بھی

فرزند ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے خیانت نہیں کی۔ نہ تمہارے ماموں کو ذلیل و رسوا کیا۔ تمہارا نسب بالکل بے داغ ہے۔ تمہارے حسب میں بھی کوئی نقص نہیں ہے۔

یہ بات تمہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ کفار سے جہاد کرنا ثواب عظیم ہے۔ بہترین عبادت جہاد ہے۔ اللہ تعالٰے جہاد کرنے والوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔

شہیدوں کو عاقبت سدھر جاتی ہے۔ تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ عالم جاودانی کے مقابلہ میں دنیائے فانی ہیچ ہے۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ یاایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون (سورہ آلِ عمران پارہ لن تنالو)

مسلمانو! جو تکلیفیں تمہیں خدا کی راہ میں پیش آئیں) برداشت کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔ اور آپس میں مل کر رہو۔ اللہ تعالٰے سے ڈرو۔ تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو۔

جب تم دیکھو۔ کہ شعلہ جنگ بھڑک اٹھے۔ اور اس

کے شرارے میدانِ جنگ میں پھیل گئے۔ تو شعلہ زارِ جنگ میں گھس پڑو۔

تلواریں میانوں سے کھینچ لو۔ اور اس قدر لڑو۔ کہ خون کی ندیاں بہ جائیں۔ اللہ تعالےٰ سے فتح ونصرت کے امیدوار رہو۔ انشاء اللہ آخرت کی بزرگی اور فضیلت تمہیں ضرور ملے گی۔

ضبط واستقلال

اگلے روز صبح ہوتے ہی جب ہنگامۂ کارزار گرم ہوا۔ دونوں لشکر آپس میں ٹکرا گئے۔ لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی۔ تو حضرت خنساءؓ کے چاروں بیٹے میانوں کو پھینک کر اور تلواریں ہاتھوں میں لے کر جنگ کی آگ میں کود پڑے۔

چاروں نہایت دلیری سے لڑے۔ انہوں نے خون کی ندیاں بہا دیں۔ بہت سے کافروں کو قتل کیا۔

ماں نے جو نصیحت کی تھی۔ اسے پورا کر دیا۔ آخر ایک ایک کر کے چاروں شہید ہو گئے۔

جب حضرت خنساءؓ کو اپنے بیٹوں کی شہادت کا حال معلوم ہوا۔ تو انہوں نے نہایت استقلال کے ساتھ ضبط کیا

اور کہا۔
خدا کا شکر ہے۔ اس کا احسان ہے۔ اس نے ان کی شہادت کا مجھے شرف عطا فرمایا۔ مجھے امید ہے۔ کہیں ان بچوں سے پروردگار عالم کے سایۂ رحمت میں ملوں گی۔
حضرت عمر فاروقؓ حضرت خنساءؓ کے بیٹوں کو فی کس دو سو درہم سالانہ دیتے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ہی حضرت عمرؓ نے وہ وظیفہ حضرت خنساءؓ کے نام برابر جاری رکھا۔

وفات

جنگ قادسیہ کے دس سال بعد حضرت خنساءؓ نے وفات پائی۔

خولہؓ بنت ثعلبہ

نام و نسب

خولہؓ نام ہے۔ انصار کے مشہور قبیلہ عمرو بن خزاج سے تھیں

اسلام

بعد ہجرت کے مسلمان ہوئیں۔

نکاح

خولہؓ کا نکاح ان کے چچا زاد بھائی اوس بن صامت کے ساتھ ہوا تھا۔

اوس بن صامت حضرت عبادہؓ بن صامت کے بھائی تھے۔ خولہؓ اور ان کے شوہر میں بڑی محبت تھی۔ یہ محبت جیتے جی قائم رہی۔ لیکن حضرت اوسؓ کے مزاج میں بوڑھے ہونے کی وجہ سے کچھ چڑچڑا پن آگیا تھا۔

خدائی فیصلہ

خولہؓ اس لئے خوش قسمت ہیں۔ کہ باری تعالےٰ نے ان کی وجہ سے مسئلہ ظہار کا فیصلہ فرمایا۔

عہدِ جاہلیت میں یہ رسم تھی۔ کہ اگر کوئی شخص یہ کہہ دیتا۔ کہ مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے۔ تو ہمیشہ کے لئے ان میاں بیوی کے تعلقاتِ زوجیت منقطع ہو جاتے تھے۔

خولہؓ کے شوہر اوسؓ بن صامت کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی۔ لیکن وہ شیخ فانی ہو چکے تھے۔

اس عمر میں عام طور پر غصہ بڑھ جاتا ہے۔ وہ بھی تند مزاج ہو گئے تھے۔ بات بات میں بھڑک اٹھتے تھے۔ لیکن جب غصہ فرو ہو جاتا تھا۔ تو معافی مانگ لیتے تھے۔

چوں کہ خولہؓ کو بھی ان سے بڑی محبت تھی۔ اس لئے معاف کر دیتی تھیں۔

ایک مرتبہ اوسؓ کو خولہؓ کی کسی بات پر بہت زیادہ غصہ آ گیا۔ انہوں نے غصہ کے عالم میں کہہ دیا۔ اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ یعنی تم مجھ پر ماں کی طرح حرام ہو۔

تھوڑی دیر میں جب غصہ جاتا رہا۔ تو ہوش آیا۔ آنکھیں کھلیں۔ بہت نادم ہوئے۔ اور بہت پچھتائے۔

جب خولہؓ کے پاس آنا چاہا۔ تو انہوں نے کہا۔ میرے تمہارے تعلقات آج منقطع ہو گئے۔ اب تمہیں میرے پاس آنے کا حق نہیں رہا۔

اوسؓ نے کہا۔ مگر میں نے تمہیں طلاق تو نہیں دی ہے

خولہؓ۔ بے شک تم نے مجھے طلاق نہیں دی۔ لیکن ظہار کر لیا۔ جب تک خدا اور اس کا رسول حکم نہ دیں۔ ہمارے تعلقاتِ زوجیت ہم پر حرام ہیں۔

اب تم رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جاؤ۔ انہیں تمام واقعہ سنا کر فیصلہ چاہو۔

اوسؓ۔ مگر میں کس منہ سے جاؤں۔ مجھے تو ان کے سامنے عرضِ حال کرتے شرم آئے گی۔ تمہیں جاؤ۔ شاید اللہ تعالےٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

خولہؓ۔ لڑو تم۔ ظہار تم کرو۔ فیصلہ کرانے میں جاؤں۔

اوسؓ۔ تم بہت نیک ہو۔ میں برا ہوں۔ بلا وجہ غصہ کر کے تمہیں تکلیف دیتا ہوں۔ مجھ پر مہربانی کرو۔ جاؤ۔

خولہؓ تیار ہو گئیں۔ چادر اوڑھا۔ حضرت عائشہؓ کے گھر پہنچیں۔ حضرت عائشہؓ سے تمام واقعہ عرض کیا۔

تھوڑی دیر میں رسول اللہ صلعم بھی تشریف لے آئے۔ حضور نے خولہؓ سے پوچھا۔ کیسے آئیں۔

خولہؓ نے عرض کیا۔

یارسول اللہ صلعم آپ خوب جانتے ہیں۔ کہ میرے شوہر میرے چچا زاد بھائی ہیں۔ مجھے ان سے بڑی محبت ہے۔ وہ بوڑھے ہو گئے ہیں۔

بڑھاپے کی وجہ سے تند کلام اور سخت مزاج ہو گئے ہیں۔ ضعیفی نے کمزور کر دیا ہے۔ ان کے تمام کام میں ہی انجام دیتی ہوں۔

آج انہوں نے غصہ میں آکر یہ کہہ دیا۔ اَنْتَ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ کیا میں ان پر ماں کی طرح حرام ہو گئی۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ میرے خیال میں تو تم ان پر حرام ہو گئیں۔ یہ سن کر حضرت خولہؓ کو سخت صدمہ ہوا۔

انہوں نے کہا۔ مگر یارسول اللہ میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ کہ انہوں نے مجھے طلاق نہیں دی۔

رسول اللہ صلعم۔ یہ سچ ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی ماں کی طرح اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اس لئے تم حرام ہو گئیں۔

خولہؓ۔ مگر ہمارا کیا حال ہو گا۔ نہ میں ان کے بغیر اور نہ وہ میرے بغیر رہ سکتے ہیں۔

رسول اللہ۔ مگر میں کیا کر سکتا ہوں۔

خولہؓ۔ آپ خدا کے رسول ہیں۔ کوئی تدبیر کیجئے؟

دیر تک خولہؓ رسول اللہ صلعم سے جھگڑتی رہیں۔ پھر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ اے اللہ! میں تجھ سے تکلیف دہ جدائی کے رنج کی شکایت کرتی ہوں۔ ہم اس بات کو برداشت نہ کریں گے۔

یا اللہ جو بات ہمارے لئے باعث رحمت ہو۔ اپنے نبی کی زبان سے ظاہر فرما دے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ یہ منظر ایسا دردناک تھا۔ کہ میں اور میرے گھر کے سارے لوگ خولہؓ کی ہمدردی میں رونے لگے۔ خود خولہؓ بھی زار زار رو رہی تھیں۔ حضور بھی متاثر ہو رہے تھے۔

ابھی ہمارے آنسو خشک نہیں ہوئے تھے۔ کہ آنحضور صلعم پر نزولِ وحی کے آثار نمایاں ہوئے۔ چنانچہ میں نے (عائشہؓ نے) خوش ہو کر کہا۔

خولہؓ تم غم نہ کرو۔ عنقریب خدا تمہارے معاملہ کا تصفیہ کر دیتا ہے۔ خولہؓ نے کہا۔ یا اللہ ہمارے لئے بہتر کر۔

خولہؓ کے لئے وہ وقت بڑا نازک تھا۔ امید و بیم میں کشمکش شروع ہو گئی تھی۔ خولہؓ بڑی بیتابی سے رسول اللہ صلعم کی طرف دیکھ رہی تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں خود فکرمند تھی۔ کیوں کہ خولہ

کی حالت ایسی تھی۔ کہ مجھے اندیشہ ہو گیا تھا۔ کہ اگر خولہؓ کی امید کے خلاف فیصلہ ہوا۔ تو کہیں اس صدمہ سے اس کی روح نہ نکل جائے۔ میں بھی بیتابی سے آنحضرت صلعم کی طرف دیکھ رہی تھی۔

جب وحی نازل ہو چکی۔ تو میں نے حضور کو تبسم فرماتے ہوئے پایا۔

میں سمجھ گئی۔ میں نے کہا۔ خولہؓ مبارک ہو۔ خولہؓ خوشی کے مارے کھڑی ہو گئی۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ خدا نے تمہارا فیصلہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ - اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓىِٕیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ

یعنی اللہ نے اس عورت کی بات سن لی۔ جو تجھ سے اے نبی اپنے خاوند کے معاملہ میں جھگڑتی تھی۔ اور اللہ سے شکوہ کرتی تھی۔ اللہ تمہارے سوال جواب سنتا تھا۔

بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ جو لوگ کہ ظہار کرتے ہیں۔ اپنی بیویوں سے وہ ان کی مائیں نہیں

ہو جاتیں۔ ان کی مائیں تو وہ ہیں۔ جنہوں نے انہیں جنا ہے۔
(سورہ مجادلہ پارہ قد سمع اللہ)

یہ سن کر حضرت خولہؓ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

اے خولہؓ اپنے شوہر کو خوشخبری سناؤ۔ اور ان سے کہو۔ کہ اللہ تعالٰے نے یہ حکم دیا ہے۔ کہ وہ ایک لونڈی یا غلام کو آزاد کر دیں۔

حضرت خولہؓ کا چہرہ پھر پھیکا پڑ گیا۔ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ صلعم وہ کسے آزاد کر دیں۔ ان کے پاس نہ لونڈی ہے نہ غلام۔ بس میں ہی ہوں۔

رسول اللہ صلعم۔ اچھا تو وہ متواتر ساٹھ روزے رکھیں۔

خولہؓ۔ وہ بوڑھے ہیں۔ ان میں اتنی طاقت نہیں۔

رسول اللہ صلعم۔ اچھا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔

خولہؓ۔ ان کے پاس رکھا کیا ہے۔ وہ اپنا اور میرا ہی پیٹ مشکل سے پالتے ہیں۔

رسول اللہ صلعم۔ اچھا اپنے شوہر سے کہہ دو۔ وہ ام المنذرؓ بنت قیسؓ کو میرے پاس بلا لائیں۔ میں ان سے کہہ دوں گا۔ کہ وہ چند بار شتر کھجوریں دے دیں گی۔ وہ کھجوریں ساٹھ مسکینوں پر صدقہ کر دیں گے۔

خولہؓ بہت مشکور ہوئیں۔ گھر پہنچیں۔ تو اپنے شوہر اوسؓ کو مکان کے دروازہ پر منتظر پایا۔ انہوں نے خولہؓ کو دیکھتے ہی بیتابی سے پوچھا۔

کہو کیا رہا خولہؓ

خولہؓ نے کہا۔ تم بڑے خوش قسمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں فیصلہ دیا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ تم ام المنذرؓ کو اپنے ساتھ لیتے آؤ۔ وہ چند بار شتر کھجوریں لے دیں گی۔ وہ صدقہ کر دینا۔

حضرت اوسؓ بہت خوش ہوئے۔ وہ اسی وقت ام منذرؓ کے پاس گئے۔ وہ نہایت فیاض اور سخی تھیں۔ انہوں نے اوسؓ کو چند اونٹ کھجور سے بھر دئے۔ وہ کھجوریں اوسؓ نے صدقہ کیں۔

حضرت خولہؓ نے بڑی عمر پائی۔ وہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ تک زندہ رہیں۔ حضرت عمرؓ ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ فاروق اعظم کہیں جا رہے تھے۔ بہت سے آدمی آپ کے ساتھ تھے۔ راستہ میں خولہؓ سے ملاقات ہو گئی۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

دونوں میں باتیں ہونے لگیں۔ جب دیر ہو گئی۔ تو ایک شخص

نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ یا امیرالمومنین! یہ بڑھیا بہت باتون ہے۔ لوگ اس سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے برہم ہو کر فرمایا۔ کم بخت تو جانتا بھی ہے یہ کون ہے۔ اس شخص نے جواب دیا۔ میں واقف نہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ وہ خاتون ہے۔ جس کی آواز اللہ تعالےٰ نے عرش پر سنی تھی۔ یہ خولہؓ بنت ثعلبہ ہے۔ اس کے طفیل مسئلہ ظہار میں خدا نے فیصلہ دیا۔ مردوں پر احسان کیا۔ آیۃ قد سمع اللہ اس کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ اگر یہ رات تک ٹھہرتی۔ تو میں بھی سوائے نماز پڑھنے کے اور کوئی کام نہ کرتا۔ اسی سے باتیں کئے جاتا۔

درہؓ بنت ابی لہب

نام و نسب

درہؓ نام ہے۔ آنحضور صلعم کے چچا ابو لہب کی بیٹی ہیں۔ گویا حضور کی چچیری بہنا ہیں۔

نکاح

درہؓ کا نکاح ان کے خاندان ہی کے ایک شخص حارث بن نوفل۔ بن حارث بن عبد المطلب کے ساتھ ہوا تھا۔

اسلام

ہجرت کے بعد ایمان لائیں۔

ہجرت

فتح مکہ کے بعد ہجرت کی۔

عام حالات

درۂ اس ابولہب کی بیٹی تھیں۔ جس نے جب تک وہ زندہ رہا۔ رسول اللہ صلعم اور دوسرے مسلمانوں کو سخت اذیتیں پہنچائیں۔

حج کے موقعہ پر جب لوگ باہر سے آتے۔ تو ابولہب پہلے ہی ان سے کہتا پھرتا۔ محمد صلعم کی بات نہ سننا۔ وہ مجنوں ہیں۔ فاتر العقل ہیں۔ ان کا دماغ پھر گیا ہے۔

اسے رسول اللہ صلعم سے ایسی کد تھی۔ کہ جب موقع دیکھتا حضور کے پتھر کھینچ مارتا۔ حضور کا مکان اس کے مکان کے قریب تھا۔ رات کو کوڑا اور میلہ پھنکوا دیتا۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل کو بھی رسول اللہ صلعم سے بڑی عداوت تھی۔۔ وہ اس راستہ میں جس سے حضور گزرتے۔ کانٹے بچھا دیتی۔

غرض حضور کی ایذا دہی میں وہ میاں بیوی کوئی کوتاہی نہ کرتے۔ چنانچہ ان دونوں کی تنبیہہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ۝ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِیْ جِیْدِهَا

مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ یعنی ہلاک ہو۔ ابولہب کے ہاتھوں کو اور ہلاک ہو وہ۔ نہ کفایت کرے گا۔ اس کا مال اور وہ جو اس نے کمایا ہے۔

وہ بہت جلد آگ شعلہ زار میں داخل ہو گا۔ اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے۔ اس گردن میں کھجور کی رسی ڈال دی گئی ہے۔

اس سورۃ کے نازل ہونے پر ابولہب اور اس کی بیوی بہت بگڑے۔ اور پہلے سے بھی زیادہ عداوت اور دشمنی کرنے لگے۔

لیکن وہ رسول اللہ صلعم کو مجنوں کہتے تھے۔ اب خود مجنوں بن گئے۔ جب لوگ ابولہب کو دیکھتے تو کہتے۔ تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ یعنی ہلاک ہو ابولہب کے ہاتھوں کو اور ہلاک ہو وہ۔

ابولہب یہ سن کر چڑ جاتا۔ لوگوں کو مارنے دوڑتا۔ لوگ یہ کہہ کر بھاگ جاتے۔ وہ غم و غصہ سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگتا۔

اس کی بیوی ام جمیل کو لوگ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (لکڑیاں اٹھانے والی) کہنے لگے۔ جہاں اسے دیکھتے حمالۃ الحطب کہہ دیتے۔ وہ جل بھن کر اینٹیں اور پتھر مارنے لگتی۔

ایک روز ایک بڑا پتھر ہاتھ میں لے کر خانہ کعبہ میں پہنچی۔

اس وقت آنحضور صلعم چند صحابہ کبار کے ساتھ وہاں تشریف رکھتے تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔ ام جمیل نے حضور کو نہیں دیکھا۔ اس کی نظر ابوبکرؓ پر پڑی۔ بگڑ کر بولی۔

اے ابوبکرؓ تیرے محمد صلعم نے میری ہجو کہی ہے۔ اگر وہ اس وقت یہاں ہوتے۔ تو میں ان کا سر توڑ ڈالتی۔ ان سے کہہ دینا۔ کہ وہ لوگوں کو منع کر دیں۔ کہ مجھے حمالۃ الحطب نہ کہا کریں۔

گویا جن لوگوں نے حضور کو مجنوں کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہی قوم سے انہیں مجنوں کہلا دیا۔ اور اب وہ ایسے پاگل بنے۔ کہ لوگوں کے پتھر مارنے لگے۔

درہ انہیں کی بیٹی تھیں۔ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ میں پہنچیں۔ تو رافع بن معلےٰ زرقی کے گھر اتریں۔

ان سے خاندان زرقی کی عورتیں ملنے آئیں۔ ان میں سے کسی نے کہہ دیا۔ تم اسی ابولہب کی بیٹی ہو جسکی نسبت سورۃ تبت نازل ہوئی تھی۔ ایسی صورت میں تمہیں ہجرت کا کیا ثواب ملے گا۔

یہ سن کر درہ کو بڑا صدمہ ہوا۔ جب وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پہنچیں۔ تو عرض کی۔

یارسول اللہ صلعم میں آپ کی چچیری بہن ہوں۔ ابولہب

کی بیٹی ہوں۔ میری ماں اور میرے باپ نے آپ کو اس قدر اذیتیں دی تھیں۔ کہ ان کے متعلق سورۃ تبت نازل ہوئی تھی۔ ایسی صورت میں کیا مجھے ہجرت کا ثواب ملا۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کیوں نہیں ملا۔ ان کے اعمال ان کے ساتھ تھے۔ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں۔

درّہ۔ لیکن زرقی کی عورتیں کہتی ہیں۔ کہ مجھے ثواب نہیں ملے گا۔

اس کے بعد انہوں نے تمام واقعہ سنایا۔ حضور نے انہیں تسلی دی۔ بیٹھنے کا حکم دیا۔ باتیں کیں۔

جب ظہر کا وقت ہوا۔ تو ظہر کی نماز پڑھ کر حضور ممبر پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔

یا ایّھا النّاس! (اے لوگو) لوگ مجھے میرے خاندان کے بارہ میں تکلیف دیتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ درّہ کو ہجرت کا ثواب نہیں ہوا۔ درّہ نے کیا قصور کیا ہے۔

وہ مسلمان ہوئی۔ خدا کی خوشنودی کے لئے ہجرت کی۔ اسے ثواب کیوں نہ ملے گا۔ اس کی دل شکنی نہیں کرنی چاہیئے۔ خدا کی قسم میرے اقربا کو میری شفاعت (سفارش) ضرور پہنچے گی۔

درّہ سے بھی کئی حدیثیں منقول ہیں۔ ان کی وفات کا حال

معلوم نہیں کب ہوئی۔

اولاد

ان کے تین بیٹے عتبہ ولید اور ابو مسلم ہوئے۔

ربیعؓ بنت معوذ

نام و نسب

نام ربیعؓ ہے۔ مدینہ کی رہنے والی تھیں۔ بنی خزاج کے مشہور قبیلہ نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ حضرت ربیع اور ان کے تمام بھائی بجائے اپنے باپ کے اپنی دادی عفرا کی اولاد سے مشہور ہیں۔ ان کے باپ کا نام معوذ بن حارث تھا۔

اسلام

ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ بیعت رضوان میں شریک تھیں۔

نکاح

ایاس بن بکیر لیثی سے نکاح ہوا۔ نکاح کے موقعہ پر گانا بھی ہوا۔ نکاح سے اگلے روز رسول اللہ صلعم جب ربیعؓ

کے گھر گئے۔ تو اس وقت انصار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر شہدائے بدر کی تعریف میں اشعار گا رہی تھیں۔
حضور کو دیکھ کر انہوں نے ان اشعار کو گانا تو بند کر دیا اور حضور کی مدح و ثنا گانے لگیں۔ ایک لڑکی نے یہ مصرع پڑھا
ع وَفِيْنَا نَبِیٌّ يَعْلَمُ مَافِیْ غَدٍ
یعنی اور ہم میں وہ نبی ہے۔ جو کل کی خبر رکھتا ہے۔
رسول اللہ صلعم نے انہیں روک دیا۔ اور فرمایا۔ یہ نہ کہو۔ وہی پڑھو۔ جو پہلے پڑھ رہی تھیں۔
حضور ربیع ؓ کے بستر پر لیٹ گئے۔ اور لڑکیاں بدر والوں کے مناقب گانے لگیں۔

خلع

ان کا شوہر سے کسی بات پر مناقشہ ہو گیا۔ انہوں نے اپنے شوہر ایاس سے علیحدگی چاہی۔ لیکن ایاس انہیں طلاق دینے پر تیار نہ ہوئے۔
کئی روز تک گفتگو ہوتی رہی۔ آخر حضرت ربیع ؓ نے اپنے شوہر کو تمام سامان دے کر خلاصی حاصل کرنی چاہی۔ ایاس اس شرط پر تیار ہو گئے۔
ربیع ؓ نے سب کچھ انہیں دے دیا۔ صرف ایک قیمتی کرتہ

رہ گیا۔ ایاس نے اس کا بھی مطالبہ کر دیا۔ ربیعؓ نے دینے سے انکار کر دیا۔

وہ زمانہ حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوم کا تھا۔ ایاس نے ان کی عدالت میں دعوے کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ربیع سے پوچھا۔

کیا یہ شرط ہو گئی تھی۔ کہ تم اپنا سب سامان دے دو گی؟

ربیعؓ نے اقرار کیا۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ تب تمہیں یہ کرتا بھی دینا ہو گا۔ اور ایاس سے کہا۔ اگر تم چاہو۔ تو ان کا جوڑا باندھنے کی دھجی تک لے سکتے ہو۔

چنانچہ ربیعؓ کو وہ کرتہ بھی دینا پڑا۔ تب خلع ہوا۔

مذہبی حمیت

ان میں خود داری بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں اسما بنت مغربہ ابو ربیعہ مخزومی کی بیوی عطر کی تجارت کیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ چند عورتوں کے ساتھ عطر بیچنے کے سلسلہ میں ربیعؓ کے گھر آئیں۔ ربیعؓ کو عطر لگانے کا بہت شوق تھا۔ اسما نے ربیعؓ سے ان کا نام و نسب پوچھا۔ اس نے بتا

دیا۔ اسمار قریشیہ تھی۔ اس نے کہا۔

تم اس معوذ بن حارث کی بیٹی ہو۔ جس نے ہمارے سردار ابو جہل کو قتل کیا تھا۔

ربیعؓ کو ابو جہل کو سردار کہنا برا معلوم ہوا۔ انہوں نے کہا۔ نہیں میں اس شخص کی بیٹی ہوں۔ جس نے ابو جہل غلام کو قتل کیا تھا۔

اسمار ابو جہل کی یہ توہین برداشت نہ کر سکی۔ اس نے کہا۔ تم ابو جہل کو غلام کہتی ہو۔

ربیعؓ نے جواب دیا۔ ہاں وہ نفس کا غلام تھا۔

اسمار نے کہا۔ تب مجھے تمہارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے۔

ربیعؓ نے برجستہ جواب دیا۔ جو ایک مشرک کی تعریف کرے مجھے اس سے کچھ خریدنا حرام ہے۔

اسمار اس وقت عطر دکھا رہی تھی۔ ربیعؓ نے عطر واپس کرتے ہوئے کہا۔

لو اپنا عطر۔ میں نے اس تمہارے عطر کے سوائے اور کسی عطر میں گندگی نہیں دیکھی۔

اسما اپنا عطر لے کر چلی گئی۔ اس نے پھر چند مرتبہ ربیعؓ کے ہاتھ عطر بیچنا چاہا۔ لیکن انہوں نے نہ لیا۔

رسول اللہ کی تعریف

ربیعؓ رسول اللہ صلعم کی بڑی مداح تھیں۔ اکثر ان کا ذکر کرتی رہتی تھیں۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے ان ربیعؓ سے پوچھا۔ کہ رسول اللہ صلعم کی شباہت کیا تھی۔

حضرت ربیعؓ نے جواب دیا۔ یَا بُنَیَّ لَوْ رَاَیْتَہٗ لَرَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَۃً۔ یعنی بیٹا! تم نے اگر حضور کو دیکھا ہوتا۔ تو گویا آفتاب کو طلوع ہوتے دیکھا ہوتا۔

فضل و کمال

حضرت ربیعؓ نے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔ وہ عالمہ اور فاضلہ تھیں۔

ان کا علم اس پایہ کا تھا۔ کہ امام زین العابدینؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عباس ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

وفات

افسوس ہے۔ کسی تاریخ میں ان کی وفات کا سن نظر

سے نہیں گزرا۔

اولاد

ان کے ایک بیٹے محمد تھے۔

ربیع بنت نضر

نام و نسب

ربیعؓ نام ہے۔ انصار کے خاندان عدی بن نجار سے ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔

ربیعؓ بنت نضر بن ضمضم یہ انسؓ بن نضر کی بہن۔ اور رسول اللہ صلعم کے خادمِ خاص انس بن مالک کی پھوپھی تھیں۔

غمِ فرزند

ربیعؓ کے بیٹے حارثہ بن سراقہ تھے۔ انہیں اپنے بیٹے سے بڑی محبت تھی۔ حارثہ کربلا میں شہید ہو گئے۔ ربیعؓ کو ان کی شہادت کا بڑا صدمہ ہوا۔

وہ انہیں یاد کر کر کے رویا کرتی تھیں۔ اگر خدا کا خوف نہ ہوتا۔ تو شاید دیوانی ہو جاتیں۔

ایک مرتبہ وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں

اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! مجھے اپنے بیٹے حارثہ سے بڑی محبت تھی۔ میں ان کے متعلق یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ کہ اللہ تعالے نے انہیں جنت عطا فرمائی۔

اگر ایسا ہو۔ تو میں یہ خیال کر کے کہ وہ جنت میں آرام سے اور خوش ہے۔ صبر و شکر کروں۔ اگر وہ جنت میں نہیں گیا۔ تو آہ و بکا میں میری زندگی گذر رہی ہے۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ انّہٗ اصاب الفردوس الاعلیٰ یعنی اطمینان رکھو۔ پروردگار نے اسے فردوس اعلیٰ میں جگہ عطا فرمائی ہے۔

قصاص

ربیعؓ ذرا تیز مزاج تھیں۔ ایک روز ایک عورت سے جھگڑا ہو گیا۔ انہوں نے اس کے پتھر کھینچ مارا۔ جس سے اس عورت کا دانت ٹوٹ گیا۔

اس عورت کے اقربا نے دربار نبوت میں استغاثہ دائر کر دیا۔ آنحضرت صلعم نے قصاص کا حکم دے دیا۔ ربیعؓ کے بھائی انسؓ بن نضر بھی وہاں تھے۔

انہوں نے مستغیثہ سے نہایت عاجزی سے درخواست کی۔ کہ ان کی بہن ربیعؓ کے دانت نہ توڑے جائیں۔

اس عورت کو انسؓ کی لجاجت پر رحم آگیا۔ اس نے اپنا دعوے واپس لے لیا۔ اور ربیعؓ کو معاف کر دیا۔

زینبؓ بنت ابو معاویہ

نام و نسب

زینبؓ نام ہے۔ رائطہ لقب ہے۔ خاندان ثقیف سے تھیں۔
ان کے والد کا نام عبداللہ ابو معاویہ بن معاویہ تھا۔

نکاح

ان کا نکاح حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے ساتھ ہوا تھا۔
جو بڑے پایہ کے صحابی تھے۔

شوہر کی کفالت

بدقسمتی سے ان کے شوہر عبداللہؓ بن مسعود کا کوئی ذریعہ
معاش نہ تھا۔ یوں ہی تنگ دست اور مفلس تھے۔
زینبؓ دستکار تھیں۔ وہ اس قدر پیدا کر لیتی تھیں۔ کہ
اپنا اپنے بچوں کا اور اپنے شوہر کا اچھی طرح گذارا کر لیتی تھیں

انہوں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم سے سنا۔ کہ صدقہ اور خیرات کا بڑا ثواب ہے۔ چاہتی ہوں۔ کہ کچھ خیرات بھی کر دیا کریں۔ لیکن اس قدر پس انداز نہ ہوتا تھا۔

انہوں نے ایک بار اپنے شوہر سے کہا۔ میں تمہاری کفالت کر رہی ہوں۔ جو کچھ کماتی ہوں۔ وہ تمہیں اور تمہارے بچوں کو کھلا دیتی ہوں۔

صدقہ اور خیرات کے اجر سے محروم ہوں۔ بتاؤ اس میں میرا کیا فائدہ ہے۔

حضرت عبداللہؓ نے کہا تم اپنا فائدہ مدِ نظر رکھو۔ میں تمہارا نقصان نہیں چاہتا۔

حضرتِ زینبؓ یہ سن کر رسول اللہ صلعم کے مکان پر پہنچیں۔ جب دروازہ پر گئیں۔ تو وہاں ان کی ہمنام ایک اور عورت ملی۔ وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھی۔

لیکن رسول اللہ صلعم کے رعب کی وجہ سے وہ اندر نہ گئی تھی۔ دروازہ پر ہی کھڑی تھی۔ زینبؓ بنت معاویہ بھی رک گئیں۔

اتفاق سے اس وقت رسول اللہ صلعم کے موذن بلال آ گئے۔ ان دونوں نے ان سے کہا۔ آپ رسول اللہ صلعم سے ہمارا پیام پہنچا دیں۔

انہوں نے کہا۔ کیا پیام ہے؟

زینبؓ بنت معاویہ نے کہا۔ آپ رسول اللہ صلعم سے یہ کہیں۔ کہ دو عورتیں دروازہ پر کھڑی ہیں۔ اور آپ سے پوچھتی ہیں۔ کہ اپنے شوہر اور خاندان کے یتیموں کو صدقہ دینے سے ثواب ملتا ہے یا نہیں۔

حضرت بلالؓ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جاکر ان کا پیام عرض کر دیا۔ آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا۔ وہ دونوں کون ہیں۔

بلالؓ نے عرض کیا۔ ایک عورت تو انصار کی ہے۔ اور دوسری زینبؓ ہے۔

رسول اللہ صلعم۔ زینبؓ کون

بلالؓ۔ عبداللہؓ بن مسعود کی بیوی۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ دونوں سے کہہ دو۔ لھما اجرا ان اجر الصدقۃ واجر القرابت یعنی اس صدقہ کے دو ثواب ملیں گے۔ ایک صدقہ کا دوسرا قرابت کا۔

تقرب

آنحضرت صلعم کی سرکار میں انہیں بھی تقرب حاصل تھا۔ وہ اکثر حضور کے یہاں آتی رہتی تھیں۔

ایک دن حضور کے سر مبارک میں جوئیں دیکھ رہی تھیں۔ مہاجرین کی اور عورتیں بھی تھیں۔ کسی مسئلہ پر گفتگو ہونے لگی۔ زینبؓ جوئیں دیکھنی چھوڑ کر باتیں کرنے لگیں۔

حضور نے فرمایا۔ تم آنکھوں سے باتیں نہیں کر رہی ہو۔ کام بھی کئے جاؤ۔ اور باتیں بھی کرتی رہو۔

ان سے بھی چند حدیثیں منقول ہیں۔

اولاد

حضرت ابو عبیدہ بن عبداللہ ان کے بیٹے تھے۔ جو مشہور محدث ہیں ✽

زینبؓ بنت ابی سلمہ

نام و نسب

زینبؓ نام ہے۔ ابی سلمہ بن عبدالاسد کی بیٹی تھیں۔ قبیلہ مخزوم سے تھیں۔ ان کی والدہ کا نام ام سلمہ تھا۔ جن کا پہلا نکاح ابی سلمہ سے ہوا تھا۔ اور ان کی وفات کے بعد عقد ثانی رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہوا۔

اس طرح زینبؓ رسول اللہ صلعم کی ربیبہ تھیں۔ اور ایک روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ پہلے ان کا نام برّہ تھا۔ آنحضرت صلعم نے زینبؓ نام رکھا۔

ولادت

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی ہجرت کا حال امہات المومنین میں پڑھ چکے ہو۔ ۴ھ میں ان کے شوہر ابی سلمہؓ نے انتقال کیا۔

ان کی وفات کے وقت زینبؓ پیٹ میں تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد پیدا ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ان کی ولادت ۴ھ میں ہوئی۔

جب زینبؓ کی والدہ ام سلمہؓ کا عقد رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہو گیا۔ تو زینبؓ بھی اپنی ماں کے ساتھ آئیں۔ اور رحمۃ اللعالمین کے زیر سایہ تربیت و پرورش پانے لگیں۔

شباب

آنحضرت صلعم کو زینبؓ سے بڑی محبت ہو گئی تھی۔ حضور عام بچوں کے ساتھ شفقت و محبت کرتے تھے۔ وہ آپ کی ربیبہ تھیں۔ آپ ان سے خاص محبت رکھتے تھے۔ جب یہ پاؤں چلنے لگیں۔ تو اکثر حضور کے پاس رہتیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا۔ کہ حضور غسل فرماتے ہوتے۔ اور زینبؓ آجاتیں۔ تو آپ ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے دے دیتے۔ زینبؓ کھل کھلا کر ہنس پڑتیں۔

ان کی والدہ ام سلمہؓ بہت زیادہ خوبصورت تھیں۔ زینبؓ بھی حسین و جمیل تھیں۔ پھر غسل کا پانی چھڑکنے کی یہ برکت ہوئی۔ کہ بڑھاپے تک چہرہ پر شباب کی تازگی اور

حسن وجمال باقی رہا۔

نکاح

ان کا نکاح عبداللہ بن زمعہ بن اسود سے ہوا تھا۔

فضل وکمال

نہایت عالمہ و فاضلہ تھیں۔ ان کے متعلق حضرت ابورافع کا قول ہے۔

کُنْتُ اِذَا ذَکَرْتُ امْرَاَۃً فَقِیْہَۃً بِالْمَدِیْنَۃِ ذَکَرْتُ زَیْنَبَ بِنْتَ اَبِیْ سَلَمَۃَ یعنی میں نے جب مدینہ کی کسی فقیہہ عورت کا ذکر کیا۔ تو زینبؓ بنت ابی سلمہ کو ضرور یاد کیا۔
علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے۔ کَانَتْ مِنْ اَفْقَہِ نِسَاءِ زَمَانِھَا یعنی وہ اپنے زمانہ کی بہترین فقیہہ عورت تھیں۔
حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ عالمہ اور زبردست فقیہہ تھیں۔ ان سے چند حدیثیں منقول ہیں۔
ان کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ بڑھاپے میں بھی جوان رہیں۔ حوادث زمانہ ان کے چہرہ کی آب وتاب اور شگفتگی میں کوئی تغیر نہ کرسکے۔

اولاد

ان کے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں کے
نام یہ ہیں۔
عبدالرحمٰن، یزید، وہب، ابوسلمہ، ابوعبیدہ تھے۔ ایک
کمسنی کی حالت میں فوت ہوگیا۔
لڑکیاں قریبہ، ام کلثوم اور ام سلمہ تھیں۔

وفات

۶۲ھ میں انہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔

سمیہؓ بنت خباط

نام و نسب

سمیہؓ نام ہے۔ خباط کی بیٹی اور حضرت عمار مشہور صحابی کی
والدہ ہیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے والد ابو امیہ
جنہیں ابو حذیفہ بھی کہتے تھے۔ کنیز تھیں۔

نکاح

سمیہؓ کا نکاح ابو حذیفہ مخزومی کے حلیف یاسر بن عامر
عبسی سے ہوا تھا۔ جب حضرت عمارؓ پیدا ہوئے۔ تو ابو حذیفہ
نے انہیں آزاد کر دیا۔

اسلام

حضرت سمیہؓ نے جب اسلام کی شہرت سنی۔ تو مسلمان
ہونے میں سبقت کی۔ وہ اور ان کے شوہر یاسر اور ان

کے بیٹے عمارؓ تینوں ساتھ ہی مسلمان ہو گئے۔
اس وقت سمیہؓ اور یاسرؓ دونوں بوڑھے ہو گئے تھے۔
عمار جوان تھے۔ مسلمان ہونے والوں میں سمیہ ساتویں خاتون ہیں۔

شہادت

یہ بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ سمیہ کنیز تھیں۔ ان کے مالک ابو حذیفہ نے آزاد کر دیا تھا۔
جب قریش نے مسلمانوں پر مظالم کرنے شروع کئے۔ تو سب سے پہلے ان مسلمان مردوں اور عورتوں کو تاکا۔ جو بے یار و مددگار، بے بس و بیکس اور نادار و ناتواں تھے۔ ان میں سمیہؓ بھی تھیں۔
قریش کے سربرآوردہ لوگوں نے سمیہؓ سے کہا۔ کہ یا تو وہ اسلام چھوڑ دیں۔ ورنہ انہیں اس قدر اذیتیں دی جائینگی۔ جس سے تنگ آکر وہ زندگی سے موت کو اچھا سمجھنے لگینگی۔
سمیہؓ کے دل میں اسلام گھر کر چکا تھا۔ وہ ہر قسم کی سختیاں برداشت کرنے کو تیار ہو گئیں۔ انہوں نے اسلام چھوڑنے سے انکار کر دیا۔
ابوجہل نے انہیں لالچ بھی دیا۔ مگر جب بھی وہ نہ مانیں۔ آخر ان پر مظالم شروع کر دئے۔ انہیں دھوپ میں جلتے

ہوئے ریت پر کھڑا کر دیا جاتا۔ آفتاب کی تمازت سے جب ریت تپنے لگتا۔ تو سمیہؓ کے جسم پر گرم گرم ریت ڈالتے۔
تمام تمام دن پانی پینے کو نہ دیتے۔ بدن پر آبلے پڑ جاتے پیاس سے زبان باہر نکل آتی۔ حلق سوکھ جاتا۔ بے ہوش ہو کر گر پڑتیں۔ شام تک یہی عذاب ہوتا رہتا۔
ان مظالم پر بھی جب انہوں نے اسلام نہ چھوڑا۔ تو ان کا کھانا بند کر دیا گیا۔ کئی کئی روز تک کھانے کو نہ دیتے۔ دھوپ میں کھڑا رہتے۔ پیاس سے جان لبوں پر آجاتی وہ پانی مانگتیں۔ تو کہتے اسلام چھوڑ دو۔ پانی اور دنیا کی تمام نعمتیں لے لو۔ لیکن وہ انکار کر دیتیں۔
قریش نے غصہ میں آکر اب یہ حرکت شروع کی۔ کہ لوہے کی زرہ پہنا کر سمیہؓ کو دھوپ میں کھڑا کر دیتے۔ جب زرہ تپنے لگتی۔ تو انہیں سخت تکلیف ہوتی۔
روح کھنچنے لگتی۔ لیکن وہ ضبط کرتیں۔ مسلمان انہیں اس حالت میں دیکھ کر بے چین ہو جاتے۔ لیکن وہ اس قدر کمزور اور بے بس تھے۔ کہ انہیں ظالم کفار کے ہاتھوں سے نجات دلا سکتے تھے۔
رسول اللہ صلعم بھی انہیں، ان کے شوہر یاسرؓ اور بیٹے عمارؓ پر اسی قسم کی اذیتیں ہوتے دیکھتے۔ ان کے دل کو صدمہ

لیکن وہ ان کی مدد نہ کر سکتے۔ ان سے فرماتے۔

صبر کرو۔ اے آلِ یاسر تمہارے لئے جنت ہے۔

اسی قسم کی سختیاں دن بھر ہوتی رہتی تھیں۔ شام کو کچھ امن ملتا تھا۔

ایک دن رات کو جب سمیہؓ گھر پہنچیں۔ تو ابوجہل نے کہا۔

سمیہؓ تو اب بھی اسلام نہیں چھوڑتی۔

سمیہؓ نے جواب دیا۔ تم چاہے جس قدر سختیاں کرو۔ میں اسلام ہرگز نہ چھوڑوں گی۔

ابوجہل کو غصہ آگیا۔ اس مردود ازل نے انہیں گالیاں دیں سمیہؓ تب بھی خاموش رہیں۔ بیچاری کہہ ہی کیا سکتی تھیں۔

ابوجہل نے غضبناک ہو کر ان کے برچھی پھینک ماری۔ اس ضرب سے وہ شہید ہوگئیں۔

ان کے بیٹے عمارؓ کو بڑا جوش آیا۔ انہوں نے انتقام لینا چاہا۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے۔ اور کہا۔

یا رسول اللہ صلعم اب تو مظالم کی حد ہوگئی۔ اب صبر نہیں ہو سکتا۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ صبر کرو۔ اور یہ دعا مانگی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تُعَذِّبْ اَحَدًا مِّنْ آلِ یَاسِرٍ بِالنَّارِ یعنی اے اللہ آلِ یاسر کو دوزخ سے بچا۔

انتقام

کفار قریش نے بے کس و بے بس مسلمانوں پر اس قدر مظالم کئے۔ کہ انہیں مکہ سے ہجرت کرنی پڑی۔ کافروں نے انہیں مدینہ میں بھی چین نہ لینے دیا۔ وہاں بھی چڑھائی کر دی۔

چونکہ اب خدا نے مسلمانوں کو بھی اپنی حفاظت میں لڑنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس لئے وہ بھی کفار کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے۔

کفر و اسلام میں سب سے پہلا معرکہ بدر کے مقام پر ہوا وہاں کافروں کو ہزیمت ہوئی۔ ابوجہل جو کافروں کا سرغنہ اور بڑا ہی متفنی سرکش اور مغرور تھا۔ اس جنگ میں مارا گیا۔

آنحضرت صلعم نے عمارؓ سے فرمایا۔ قد قتل اللہ قاتل امک اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے قاتل سے بدلہ لے لیا۔

خصوصیت

حضرت سمیہؓ کو کئی خصوصیتیں حاصل ہوئیں۔ ایک یہ کہ اسلام لانے والوں میں ساتویں خاتون ہیں۔

دوسری یہ کہ انہوں نے اسلام لانے کے لئے سخت سے سخت اذیتیں برداشت کیں۔

خاندانِ مغیرہ نے انہیں اسلام سے پھیر کر کفر و شرک پر مجبور کیا۔ لیکن وہ سختی سے اپنے عقیدہ پر قائم رہیں۔ لالچ یا اذیتوں سے متاثر ہو کر اسلام سے منحرف نہ ہوئیں۔

تیسری یہ کہ عورتوں میں وہ سب سے پہلی شہید ہیں۔

شیماؓ سعدیہ بنت حارث

نام و نسب

اصل نام حذافہ تھا۔ لقب شیما تھا۔ نام کی بہ نسبت لقب زیادہ مشہور ہے۔ وہ خاندانِ سعدیہ سے تھیں۔ حارث بن عبد العزیٰ بن قاعہ کی بیٹی تھیں۔

ان کی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ تھیں۔ جنہوں نے آنحضرت صلعم کو دودھ پلایا تھا۔ اس لئے شیما آنحضرت صلعم کی بہن تھیں۔ رضاعی بہن

عام حالات

حضرت حلیمہ سعدیہ جب آنحضرت صلعم کو دودھ پلانے کے لئے لے گئیں۔ تو ان کی بیٹی حضرت شیماؓ آپ کو کھلایا کرتی تھیں۔ جب حضور بڑے ہوئے اور باتیں کرنے لگے۔ تو شیماؓ اکثر آپ کو کھلاتے وقت یہ گیت گایا کرتی تھیں۔

یَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا — حَتّٰی اَرَاہُ یَافِعًا وَّاَمْرَدَا

یا اللہ محمدؐ کو زندہ رکھ — یہاں تک کہ ہم انہیں جوان دیکھیں

ثُمَّ اَرَاہُ سَیِّدًا مُسَوَّدًا — وَاکْبِتْ اَعَادِیْہِ مَعًا وَالْحَسَدَا

پھر ہم انہیں ایک معزز سردار دیکھیں — ان سے حسد رکھنے والے دشمن سرنگوں ہوں

وَاَعْطِہٖ عِزًّا یَدُوْمُ اَبَدًا

اے اللہ انہیں عزت دوام عطا فرما

کیا اچھا دعائیہ گیت تھا۔ شیماءؓ کی یہ دعا بارگاہِ الٰہی میں حرف بحرف پوری ہوئی۔

حضرت شیماءؓ کی شادی ہو گئی۔ وہ قبیلہ ہوازن میں چلی گئیں۔ ۸ھ میں قبیلہ ہوازن کی جنگی تیاریوں کی خبر سن کر آنحضرت ﷺ نے ان پر یورش کی۔

لشکرِ اسلام تہامہ کی وادیوں کو طے کر کے حنین میں پہنچا۔ یہاں کفار سے زبردست جنگ ہوئی۔ مسلمان فتحیاب ہوئے۔ کفار ہزیمت کھا کر بھاگ گئے۔

مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا۔ چھ ہزار جنگی قیدی بھی تھے۔ ان میں مرد بھی تھے۔ اور عورتیں بھی۔

غزوۂ طائف کے بعد جب رسول اللہ صلعم نے قیدیوں کا جائزہ لیا۔ تو اسیرانِ جنگ میں حضرت حلیمہ سعدیہ کی بیٹی حضرت شیماءؓ بھی تھیں۔

انہوں نے لوگوں سے کہا۔ کہ میں تمہارے پیغمبر کی رضاعی بہن ہوں۔ لوگ انہیں آنحضرت صلعم کے پاس لائے۔

آپ نے ان سے پوچھا۔ اس کا کیا ثبوت ہے۔

انہوں نے اپنی کمر کھول کر دکھائی۔ اور کہا۔ آپ نے بچپنے میں میری کمر پر کاٹ لیا تھا۔ یہ دندانِ مبارک کا نشان موجود ہے۔

حضور نے دیکھا۔ نشان موجود تھا۔ دودھ کا جوش آیا۔ فرطِ محبت سے آپ کی آنکھیں نم ناک ہو گئیں۔ آپ نے ان کے بیٹھنے کے لئے چادر مبارک بچھا دی۔

دیر تک محبت سے باتیں کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر چاہو۔ تو عزت و آرام سے میرے ساتھ رہو۔ گھر جانا چاہو۔ تو وطن پہنچا دیا جائے۔

انہوں نے وطن جانے کی خواہش کی۔ آپ نے انہیں تین غلام ایک لونڈی چند بکریاں اور کچھ درہم عطا کئے۔ عین اسی وقت قبائل ہوازن کی طرف سے ایک وفد رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا واسطہ دے کر معافی کی درخواست

کی۔ حضرت شیماءؓ نے بھی عرض کیا۔ بھائی جان! میرے قبیلہ کو معاف کر دیجئے۔

حضرت شیماءؓ نے یہ درخواست کچھ اس پیرایہ میں کی کہ رسول اللہ صلعم بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ آپ نے اسی وقت ہوازن کے قبائل کو معافی دے دی۔ اور فرمایا۔

بہن! تمہاری قوم کے جس قدر قیدی میرے اور میرے خاندان والوں کے حصہ میں آئے ہیں۔ میں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

عام مسلمانوں نے عرض کی۔ رسول اللہ صلعم کی رضاعی بہن کا کہنا ہم کس طرح ٹال سکتے ہیں۔ ہم نے بھی اپنے اپنے حصہ کے قیدی آزاد کر دئیے۔

اس طرح قبائل ہوازن کے چھ ہزار قیدی ذرا سی دیر میں آزاد کر دئیے گئے۔ کیا اسیران جنگ کے ساتھ لطف عام کی کوئی ایسی مثال کوئی اور قوم بھی پیش کر سکتی ہے۔

حضرت شیماءؓ نے ایک غلام کے ساتھ اس لونڈی کا نکاح کر دیا۔ جو حضور نے انہیں عطا کی تھی۔ ان سے نسل چلی۔ اور اب تک عرب میں باقی ہے۔

فاطمہ رضؓ بنت اسد

نام ونسب

فاطمہؓ نام ہے۔ اسد بن ہاشم کی بیٹی اور رسول اللہ صلعم کے دادا عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں۔ اور حضرت علیؓ کی والدہ اور رسول اللہ صلعم کی چچی تھیں۔

نکاح

رسول اللہ صلعم کے چچا ابو طالب بن عبدالمطلب سے نکاح ہوا۔ یہ وہی ابو طالب ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ صلعم کی کفالت کی تھی۔

اسلام

آغاز اسلام میں خاندان ہاشم نے قریش کے مقابلہ میں آنحضرت صلعم کا سب سے زیادہ ساتھ دیا۔ اس خاندان کے اکثر افراد

مسلمان ہو گئے تھے۔ ان میں فاطمہؓ بنت اسد یعنی حضرت علیؓ کرم اللہ تعالےٰ وجہٗ کی والدہ بھی تھیں۔

اولاد

فاطمہؓ کا نکاح ابو طالب بن عبد المطلب سے ہوا تھا۔ علامہ ابن البر لکھتے ہیں۔ کہ ہِیَ اَوَّلُ ھاشِمِیَّۃٍ وَلَدَتْ لِھَاشِمِیْ یعنی یہ پہلی ہاشمی عورت ہے۔ جن کے ہاشمی اولاد ہوئی۔ پھر اولاد بھی کیسی جو تاریخ اسلام میں کافی شہرت رکھتی ہے۔ آپ کے چار بیٹے عقیلؓ، جعفرؓ، علیؓ اور طالب ہوئے ان میں طالب تو غیر معروف ہیں۔ اور باقی عقیلؓ، جعفر اور علیؓ کافی مشہور ہیں۔

یہ جعفرؓ وہی ہیں۔ جو غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ اور جنہیں رسول اللہ صلعم نے طیار کا خطاب عطا کیا تھا۔ وہ جعفر طیار کے نام سے مشہور ہیں۔

عام حالات

اسلام لانے کے بعد ہجرت کا شرف بھی حاصل کیا۔ وہ نہایت تنگدست تھیں۔ حضرت علیؓ کے پاس رہتی تھیں۔ مدینہ میں پہنچ کر جب حضرت علیؓ کی شادی حضرت فاطمہؓ

بنت رسول اللہ صلعم سے ہوئی۔ تو حضرت علیؓ نے اپنی والدہ فاطمہؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔

کَفِی فَاطِمَۃَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ سِقَایَۃَ الْمَاءِ وَالذَّھَابَ فِی الْحَاجَۃِ وَیَکْفِیْکَ الدَّاخِلَ الطَّحْنَ وَالْعَجْنَ۔ یعنی فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلعم چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی۔ اور میں پانی بھروں گا۔ اور باہر کا کام کروں گا۔

رسول اللہ صلعم اکثر ان کے گھر جاکر آرام فرماتے۔ اور انہیں دیکھنے تشریف لے جاتے۔ وہ نہایت خوش اخلاق، نیک مزاج اور شریف خصلت تھیں۔

آنحضرت صلعم اکثر ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد حضور نے فرمایا تھا۔

لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ بَعْدَ اَبِیْ طَالِبٍ اَبَرَّ بِیْ مِنْھَا۔ یعنی ابو طالب کے بعد ان سے زیادہ مجھ پر کوئی مہربان نہ تھا۔

درمنثور میں ان کے متعلق لکھا ہے۔

فَاطِمَۃُ ھٰذِہٖ لَھَا فَضَائِلُ مَشْھُوْرَۃٌ وَمَاثِرُ مَشْکُوْرَۃٌ مَذْکُوْرَۃٌ فِیْ کُتُبِ التَّارِیْخِ

یعنی اور انہیں فاطمہؓ کے فضائل تاریخی کتابوں میں مذکور ہیں۔

وفات

جب فاطمہ بنت اسد کی وفات ہوئی۔ تو آنحضرت صلعم نے انہیں اپنی قمیض میں کفنایا۔ اور ان کے قبر میں اتارے جانے کے بعد ان کے برابر ان کی قبر میں لیٹ گئے۔

لوگوں نے تعجب سے پوچھا۔ کہ حضور نے ایسا کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ابو طالب کے بعد میرے خاندان میں سے کسی نے ان سے زیادہ میرے ساتھ حسن سلوک نہیں کیا۔ اس لئے میں نے اپنی قمیض پہنائی۔ کہ جنت میں انہیں بہشتی لباس پہنایا جائے۔

اور قبر میں اس لئے لیٹ گیا۔ کہ شدائد قبر میں آسانی ہو۔

فاطمہؓ بنت خطاب

نام و نسب

فاطمہؓ نام ہے۔ ام جمیلؓ کنیت ہے۔ یہ خطاب بن نفیل کی بیٹی اور حضرت عمر فاروقؓ کی بہن ہیں۔

نکاح

حضرت سعیدؓ بن زید کے ساتھ نکاح ہوا تھا۔

اسلام

فاطمہؓ بنت خطاب اپنے شوہر حضرت سعیدؓ بن زید کے ساتھ مسلمان ہوئی تھیں۔ یہ آغازِ اسلام کا واقعہ ہے۔ اس وقت تک جب مسلمان کفار کی زیادتیوں کی وجہ سے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان بھی نہیں کر سکتے تھے۔

یہ دونوں میاں بیوی خاموشی سے مسلمان ہو گئے تھے۔

اور اپنے گھر والوں تک سے اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے۔

فاطمہؓ سب سے زیادہ حضرت عمرؓ سے ڈرتی تھیں۔ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں اور رسول اللہ صلعم سے انہیں للہی بغض تھا۔

بڑے مغلوب الغضب تھے۔ مسلمانوں کی ایذارسانی میں سب پر سبقت لئے ہوئے تھے۔

لیکن حضرت فاطمہؓ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے۔ کہ وہ اپنے بھائی حضرت عمرؓ کے اسلام کا باعث ہوئیں۔

واقعہ اس طرح ہوا۔ کہ حضرت عمرؓ مسلمانوں پر بہت زیادہ سختیاں کرتے تھے۔ بعض کو وہ اس قدر مارتے تھے کہ مارتے مارتے تھک جاتے تھے۔

تھک کر اسے چھوڑ دیتے۔ اور کہہ دیتے۔ کہ میں نے اس لئے مارنا بند نہیں کیا ہے۔ کہ مجھے تجھ پر رحم آگیا ہے۔ بلکہ تھک گیا ہوں۔ ذرا سستا لوں۔ پھر تجھے ماروں گا۔ اور مارتے مارتے مار ہی ڈالوں گا۔ اگر زندگی چاہتا ہے۔ تو اسلام چھوڑ دے۔

لیکن انہیں اس وقت اور بھی غصہ آتا تھا۔ جب پٹنے والا یہ کہتا تھا۔ کہ آپ مار ہی کیوں نہ ڈالیں۔ لیکن ہم سے

اسلام نہ چھٹے گا۔

ایک روز حضرت عمرؓ قریش کی مجلس میں پہنچے۔ وہاں ابو جہل اور دوسرے سر برآوردہ لوگ بیٹھے یہ سوچ رہے تھے۔ کہ کیا تدبیر کریں۔ کہ جس سے مسلمانوں کا خاتمہ ہو۔
حضرت عمرؓ نے کہا۔ تم کچھ تجویز نہ کرو۔ میں آج اس فتنہ ہی کو مٹائے دیتا ہوں۔

ابو جہل نے پوچھا۔ کس طرح؟

عمرؓ نے جواب دیا۔ میں بانی فتنہ محمد (صلعم) ہی کو قتل کئے ڈالتا ہوں۔

ابو جہل نے ہنس کر کہا۔ تم بھی کیا باتیں کرنے لگے بھلا تم محمد صلعم کو قتل کر سکتے ہو۔ ناممکن ہے۔ قبیلہ ہاشم تمہارا تیا پانچہ کر ڈالے گا۔

حضرت عمرؓ کو جوش آگیا۔ انہوں نے کہا۔ میری بہادری ضرب المثل ہے۔ میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ آج ضرور محمد صلعم کو قتل کر کے رہوں گا۔

ابو جہل نے انہیں خوب اکسایا۔ وہ دشمن خدا اس بات کو خوب جانتا تھا۔ کہ عمرؓ جس بات کا ارادہ کر لیتے ہیں اسے ضرور پورا کر کے چھوڑتے ہیں۔

اس نے کہا۔ سنو عمرؓ اول تو مجھے یقین نہیں۔ کہ تم

محمد صلعم کو قتل کر سکو۔ لیکن اگر تم نے یہ کام کر ڈالا۔ تو تمہیں سو اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی انعام دونگا۔
حضرت عمرؓ نے دریافت کیا۔ کیا تم قسم کھا کر یہ وعدہ کرتے ہو۔

ابو جہل نے قسم کھائی۔
عمرؓ اسی وقت ننگی شمشیر ہاتھ میں لے کر چل پڑے۔
راستہ میں نعیمؓ بن عبداللہ مخزومی مل گئے۔ وہ حضرت عمرؓ کو شمشیر بکف دیکھ کر سمجھ گئے۔ کہ معاملہ دگرگوں ہے۔
انہوں نے عمرؓ سے پوچھا۔ خیر ہے۔ اس شان سے آج کہاں جا رہے ہو۔
عمرؓ نے جواب دیا۔ محمد صلعم نے قریش کو مبتلائے مصیبت کر دیا ہے۔ آج ان کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں۔ سنا ہے۔ تو نے بھی اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا۔ اور محمدؐ کا دین اختیار کیا ہے۔
نعیم نے کہا۔ یہ سچ ہے۔ لیکن تم اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہارے ہی ایک عزیز نے دین محمدی قبول کر لیا ہے۔
عمرؓ۔ وہ کون ہے؟
نعیمؓ۔ تمہاری بہن اور بہنوئی ہیں۔
نعیم کو معلوم تھا۔ کہ عمرؓ کو اپنی بہن فاطمہؓ سے بڑی

محبت ہے۔ وہ انہیں کچھ نہ کہیں گے۔ اور ان کی وجہ
رسول اللہ صلعم سے بھی تعرض نہ کرینگے۔

حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا۔ وہ شجاعانِ عرب میں سب
سے زیادہ مشہور شجاع تھے۔

اسی وقت وہاں سے سیدھے اپنی بہن کے گھر کی
طرف چلے۔ جب دروازہ پر پہنچے۔ تو دروازہ بند پایا۔ اندر
سے کچھ پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔

حضرت عمرؓ نے غصہ سے آواز دی۔ دروازہ کھولو۔
اس وقت حضرت خباب بن الارت فاطمہؓ اور
ان کے شوہر سعیدؓ کو قرآن شریف کا درس دے رہے
تھے۔

عمرؓ کی آواز سنتے ہی تینوں خوف زدہ ہو گئے۔ فاطمہؓ
نے خباب کو اندر چھپا دیا۔ اور خود دروازہ کھول دیا۔
عمرؓ نے مکان کے اندر پہنچ کر دریافت کیا۔ یہ کیسی
آواز تھی۔

فاطمہؓ نے کہا۔ کچھ نہیں۔

حضرت عمرؓ کو غصہ آ ہی رہا تھا۔ انہوں نے ڈپٹ کر
کہا۔ میں سن چکا ہوں۔ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو۔
کیا یہ سچ ہے۔

سعیدؓ ان کے بہنوئی نے کہا۔ سچ ہے۔
عمرؓ کو غصہ آرہی رہا تھا۔ وہ سعیدؓ کو لپٹ گئے۔ اور
نہیں نیچے گرا کر مارنا شروع کیا۔ بہن اپنے شوہر کو چھڑانے
کے لئے بھائی سے لپٹ گئیں۔ اور بولیں۔
بھائی کیا کرتے ہو۔ انہیں کیوں مارتے ہو۔ قصور میرا
ہے۔ مجھے مارئے۔ مجھے قتل کر ڈالیئے۔
حضرت عمرؓ کو بہت زیادہ غصہ آرہا تھا۔ انہوں نے
بہن کو بھی مارا۔ اور اس قدر مارا۔ کہ وہ لہولہان ہوگئیں۔
آخر فاطمہؓ بھی عمرؓ کی بہن تھیں۔ انہوں نے دلیری سے کہا۔

اخی قد اسلمنا وتابعنا محمداً انا تفعل باھذا الک۔

یعنے۔ ہم مسلمان ہو چکے۔ اور محمد کے فرمانبردار بن چکے
ہیں۔ تم سے جو ہو سکے کر لو۔
ان الفاظ نے عمرؓ کو حیرت میں ڈال دیا۔ انہوں نے
بہن کو آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ جوں ہی انہیں خون میں تڑپایا۔
سارا جوش و غضب کا طوفان سرد پڑ گیا۔ غصہ رحم میں بدل
گیا۔ اپنی بہن فاطمہؓ کو محبت کی نظر سے دیکھ کر بولے۔
مجھے بھی وہ کلام سناؤ۔ جو تم پڑھ رہی تھیں۔
حضرت فاطمہؓ نے سوچا۔ عمرؓ کا غصہ اور ٹھنڈا ہو جائے۔

تو سنائیں۔

انہوں نے کہا۔ اس طرح نہیں۔ پہلے تم غسل کر لو۔ تب سنایا جا سکتا ہے۔

چونکہ حضرت عمرؓ نرم پڑ چکے تھے۔ انہوں نے غسل کیا۔ حضرت فاطمہؓ نے قرآن شریف کے اجزاء لا کر سامنے رکھ دیئے۔

حضرت عمرؓ نے دیکھا۔ تو یہ سورۃ تھی۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ یعنی زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے۔ خدا کی تسبیح پڑھتا ہے۔ اور خدا ہی غالب اور حکمت والا ہے۔ (حدید)

حضرت عمرؓ پڑھتے جاتے تھے ہر ایک لفظ پر مرعوب و متاثر ہوتے جاتے تھے۔ سعیدؓ اور فاطمہؓ دونوں دیکھ رہے تھے۔

یہاں تک کہ جب وہ اس آیۃ پر پہنچے۔ آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یعنی خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان۔ تو بیساختہ بول اٹھے۔ کس قدر شیریں کلام ہے۔ اور کتنا پر اثر ہے۔

ابھی وہ اتنا کہنے پائے تھے۔ کہ خباب بن الارتؓ باہر نکل آئے۔ انہوں نے کہا۔

اے عمرؓ مبارک ہو۔ آج رسولِ خدا حضرت محمد صلعم نے یہ دعا کی تھی۔

الٰہی عمرؓ بن الخطاب یا ابوجہل دونوں میں سے کسی ایک کو مسلمان کر دے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے۔ کہ آپ کے حق میں وہ دعا قبول ہو گئی۔

عمرؓ نے کہا۔ تمہیں اس کلام میں سے کچھ اور یاد ہو۔ تو سناؤ۔ خبابؓ نے سورہ طٰہٰ کی تلاوت شروع کر دی۔ حضرت عمرؓ ادب سے بیٹھے سنتے رہے۔ ان کے قلب پر کچھ ایسا اثر ہوا۔ کہ رونے لگے۔

بولے۔ مجھے محمدؐ کی خدمت میں لے چلو۔

چنانچہ انہیں اسی وقت ساتھ لے کر ارقمؓ کے گھر کی طرف چلے۔ رسول اللہ صلعم وہیں درسِ اسلام دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے آستانۂ نبوی پر جا کر دستک دی۔

صحابہ نے جھانک کر دیکھا۔ حضرت عمرؓ کو شمشیر بکف دیکھ کر سنّد ہو گئے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ دروازہ کھول دو اور آنے دو۔

دروازہ کھول دیا گیا۔ جوں ہی حضرت عمرؓ نے مکان کے اندر قدم رکھا۔ آنحضرت صلعم نے ان کا دامن پکڑ کر کہا۔ عمرؓ کس ارادے سے آئے ہو؟

حضرت عمرؓ مرعوب ہو گئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ صلعم نے بے ساختہ بلند آواز سے کہا۔ اللہ اکبر

تمام صحابہ نے مل کر اسی زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اور تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

حضرت فاطمہؓ ادیب، فاضل، عاقل اور پابند شرع تھیں۔ نیک اور عبادت گذار بھی تھیں۔

وفات

فاطمہؓ بنت خطاب نے اپنے بھائی حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں انتقال کیا۔

اولاد

ان کے چار بیٹے عبداللہ، عبدالرحمٰن، ارید اور اسود تھے۔

ہند بنت عتبہ

نام و نسب

ہند نام ہے۔ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہیں۔ جو قریش کا عزیز ترین رئیس تھا۔ ان کی ماں کا نام صفیہ بنت امیہ تھا۔

نکاح

ہند کا پہلا نکاح فاکہ بن مغیرہ مخزومی کے ساتھ ہوا ہند نہایت حسین و جمیل تھی۔ فاکہ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ محبت میں رشک ہوتا ہی ہے۔

ایک مرتبہ فاکہ کو ہند کی پاکدامنی پر شبہ ہو گیا۔ اس نے انہیں مار کر گھر سے نکال دیا۔

ہند کا باپ عتبہ نہایت ذی عزت رئیس تھا جب عوام میں اس بات کا چرچہ ہوا۔ تو اس نے بیٹی کی

سب لے حمد متی اپنی تذلیل سمجھی۔

ایک روز اس نے ہند سے کہا۔ ہند صاف صاف بتا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟

اگر واقعی تجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ اور فاکہ کا الزام درست ہے۔ تو میں کسی شخص کو مقرر کر کے اسے قتل کرا دوں۔ اس طرح ہمارا خاندان بدنامی سے بچ جائے گا۔

اگر وہ جھوٹا ہے۔ تو اس معاملہ کو کسی کاہن سے رجوع کر دوں۔

ہند نے کہا۔ میری تذلیل کا باعث اس کی محبت ہوئی۔ جو اتہام اس نے مجھ پر لگایا ہے۔ وہ قطعی غلط ہے عتبہ۔ تو کیا قسم کھا کر یقین دلاتی ہے۔

ہند اس وقت تک مشرک تھیں۔ انہوں نے بتوں کی قسمیں کھا کر یقین دلایا۔ جب عتبہ کو اپنی بیٹی کی پاکدامنی کا یقین ہو گیا۔ تو اس نے فاکہ سے کہا۔

کہ یا تو وہ ہند کے ساتھ زیادتی کرنے کی معافی مانگے۔ یا اپنے قبیلہ بنی مخزوم کے لوگوں کو لے کر یمن کے کسی کاہن کے پاس چلے۔

فاکہ بھی معزز و متمول آدمی تھا۔ وہ تیار ہو گیا۔ اور

اپنے قبیلہ کے چند سربر آوردہ لوگوں کو ساتھ لے کر چل پڑا۔

عتبہ بھی اپنے قبیلہ عبد مناف کے چند معزز لوگوں اور اپنی بیٹی ہند اور ہند کی ایک رازدار سہیلی کو لے کر روانہ ہوا۔

دونوں یمن کے ایک مشہور کاہن کے پاس پہنچے اسے تمام قصہ سنایا۔ مگر یہ نہیں بتایا۔ کہ ان دونوں عورتوں میں ہند کون ہے۔

کاہن اٹھ کر پہلے ہند کی سہیلی کے پاس آیا۔ اس کے دونوں شانوں پہ چند ضربیں لگا کر کہا۔ اٹھ۔ تو وہ نہیں ہے۔

پھر ہند کے پاس آیا۔ اسے غور سے دیکھا۔ اس کے بھی دونوں کندھوں پر ضربیں لگائیں۔ اور کہا۔ تو نے زنا نہیں کیا۔

تو پاک دامن ہے۔ تو ایک بادشاہ جنے گی۔

فاکہ نے کاہن سے یہ سن کر معذرت کی۔ اور ہند کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ میں نے قصور کیا ہے۔ مجھے معاف کر دے۔ اور میرے ساتھ چل۔

ہند بڑی غیور اور خود دار تھیں۔ انہوں نے فاکہ کا ہاتھ

جھٹک کر کہا۔ خبردار مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ میری بے گناہی ثابت ہو گئی۔

فاکہ نے ہر چند خوشامد کی۔ لیکن ہندہ اس کے ساتھ جانے کو تیار نہ ہوئیں۔ اپنے باپ کے ساتھ گھر ہی آ گئیں۔ فاکہ سے قطع تعلق ہو گیا۔

نکاح ثانی

ہندہ کا نکاح ثانی ابو سفیان بن حرب کے ساتھ ہوا۔ ابو سفیان بھی رئیس قوم تھا۔

نیر اسلام

اسی زمانہ میں نیر اسلام فاران کی چوٹی سے طلوع ہوا۔ ابو سفیان اور قریش کے دوسرے امراء اور سربرآوردہ لوگوں کو یہ خیال ہوا۔ کہ ان کی امارت و وقار کو دھکا لگنے والا ہے۔

اس لئے سب نے اسلام کی مخالفت شروع کر دی۔ ابو جہل، ابو لہب اور ابو سفیان پیش پیش تھے۔ انہوں نے اسلام کو مٹانے مسلمانوں کو ستانے اور حضرت محمد صلعم کو قتل کر ڈالنے میں ایڑی چوٹی کا

زور لگا دیا۔ لیکن ان کی تمام کوششیں رائگاں گئیں۔
اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ مگر ساتھ ہی کفار کی سختیاں بھی بڑھتی رہیں۔
آخر ہجرت کی نوبت آئی۔ رسول اللہ صلعم اور آپ کے جاں نثار صحابی ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں پہنچ گئے۔
اب مسلمانوں نے کفار مکہ کے ان قافلوں پر تاخت شروع کر دی۔ جو مدینہ میں ہو کر ملک شام میں تجارت کے لئے جاتے تھے۔
ایک قافلہ روساے قریش کا ابوسفیان کی سرکردگی میں ملک شام سے آرہا تھا۔ رسول اللہ صلعم نے اسے روکنے کے لئے صحابہ کی جمعیت بھیج دی۔
ابوسفیان کو معلوم ہو گیا۔ اس نے مکہ میں قاصد بھیجا۔ اور مدد طلب کی۔
ابوسفیان کی بیوی ہند کو بھی یہ بات معلوم ہو گئی۔ اس نے ابوجہل اور ابولہب پر زور دے کر عظیم الشان لشکر تیار کرا کر مدینہ پر چڑھائی کے لئے روانہ کر دیا۔
اس لشکر میں ابوجہل بھی تھا۔ اور ہند کا باپ عتبہ بھی تھا۔

رسول اللہ صلعم کو بھی اس لشکر کی آمد کا حال معلوم ہو گیا۔ حضور نے مجاہدین کے ساتھ کفار کے لشکر کا استقبال کرنے کے لئے کوچ کر دیا۔

اتفاق سے ابو سفیان بچ کر نکل آیا۔ اس نے ابو جہل کے پاس اطلاع بھیجی۔ کہ میں بچ کر نکل آیا ہوں۔ اب تم لوٹ آؤ۔

لیکن ابو جہل نے نہ مانی۔ بدر کے مقام پر جدال و قتال ہوا۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور قریش کے بڑے بڑے سردار اور سربرآوردہ لوگ مارے گئے۔

ابو جہل اور ہند کا باپ عتبہ بھی کام آئے۔ ہند کو اپنے باپ کے مارے جانے کا سخت صدمہ ہوا۔ ان کے باپ عتبہ کو حضرت امیر حمزہ نے قتل کیا تھا۔

ہند کے دل میں انتقام کی آگ دہکنے لگی۔ انہوں نے جوش اور غصہ میں یہ عہد کر لیا۔ کہ وہ امیر حمزہؓ کا جگر کھائیں گی۔

ابو جہل کے مرنے پر مشرکین مکہ نے ابو سفیان کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ ہند نے ابو سفیان کو مسلمانوں

سے انتقام لینے کی ترغیب دینی شروع کی۔
ابوسفیان کو مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ کچھ پس و پیش کر رہا تھا۔ ہندہ نے اسے غیرت دلائی۔ وہ تیار ہو گیا۔
اس نے عظیم الشان لشکر فراہم کیا۔ اور مسلمانوں پر آخری ضرب لگانی چاہی۔
جب لشکر نے مدینہ کی طرف کوچ کیا۔ تو قریش کے معزز گھرانوں اور رئیسوں کی عورتیں بھی سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لئے ساتھ ہو لیں۔ ان میں ہندہ بھی تھیں۔
مسلمان بھی اس لشکر کی آمد کا حال سن کر تیار ہو گئے۔ مسلمان تھے ہی کتنے۔ مگر جتنے تھے۔ سب جہاد کے لئے نکل آئے۔
احد کے مقام پر دونوں لشکر جمع ہوئے۔ مدینہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر اُحد نامی ایک مشہور پہاڑ ہے۔ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔
۵ شوال ۳ھ کو فریقین نے دامنِ کوہ میں صف آرائی کی۔
مسلمانوں کی پشت کی جانب ایک گھاٹی تھی۔

اس طرف سے دشمنوں کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا
رسول اللہ صلعم نے عبداللہؓ بن جبیر کو پچاس
تیر اندازوں کے ساتھ اس گھاٹی میں تعینات کر کے
حکم دیا۔ کہ وہاں سے نہ ہلیں۔
سب سے پہلے مشرکین قریش کی عورتوں نے
کافروں میں جوش پیدا کرنے کے لئے دف پر اشعار
گانے شروع کئے۔
وہ سب بڑے گھرانوں کی تھیں۔ خوبصورت تھیں
خوش آواز تھیں۔ پھر انہوں نے کشتگانِ بدر کے ماتم
کے اشعار گائے۔
اس سے لوگوں کے دلوں میں جوش پیدا ہو گیا
آخر میں انہوں نے رجزیہ اشعار گانے شروع کئے۔
ان اشعار کو سن کر سب میں حرارت پیدا ہو گئی۔ ہر
مصرع کو ہند پہلے اٹھاتی تھی۔ پھر اور عورتیں مل کر
گاتی تھیں۔ ہم ان میں سے صرف چند اشعار پیش
کرتے ہیں۔

نحنُ بناتُ طارق نمشی علی النمارق

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں ہم قالینوں پر چلنے

والیاں ہیں۔

اِنْ تُقْبِلُوا نُعَانِقْ اَوْ تُدْبِرُوا نُفَارِقْ

اگر تم بڑھ کر لڑو گے۔ تو ہم تم سے گلے ملیں گی۔
اور قدم پیچھے ہٹاؤ گے۔ تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی۔

ان اشعار نے کافروں کو خوب گرما دیا۔ جبیر کا ایک حبشی غلام وحشی تھا۔ ہند نے اس سے کہا۔ کہ اگر وہ حضرت حمزہؓ کو مار ڈالے گا۔ تو اسے اس قدر انعام دے گی۔ کہ وہ دولتمند ہو جائے گا۔

جبیر بن مطعم نے اس صلہ میں اس سے آزادی کا وعدہ کر لیا۔

جب جنگ شروع ہوئی۔ اور لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی۔ تو مسلمانوں نے کافروں کو پسپا کر دیا۔ اور قریب تھا۔ کہ اہل مکہ شکست کھا کر بھاگ جائیں۔ مسلمانوں نے گھاٹی چھوڑ دی۔

اس طرف سے کافروں نے آکر حملہ کر دیا۔ فتح شکست سے بدل گئی۔ مسلمانوں کو ہزیمت ہونے لگی۔ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔

اس دار و گیر میں حضرت حمزہؓ نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔ اتفاق سے وحشی کا قابو چل گیا۔ وہ حربہ

بہت اچھا چلاتا تھا۔

اس نے حربہ پھینک مارا۔ جو حضرت حمزہؓ کے ناف کے نیچے لگا۔ وہ اسی وقت شہید ہو گئے۔ وحشی نے اپنے آقا جبیر اور ہند کو اطلاع دی۔

جبیر نے اسی وقت اسے آزاد کر دیا۔ ہند حضرت حمزہ کی لاش پر پہنچیں۔ انہوں نے اول لاش کو مثلہ کیا۔ پھر ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا۔ اور چبا کر نگلنا چاہا۔ لیکن نگل نہ سکیں۔ اگل دیا۔

اسی وقت سے تاریخوں میں ان کا لقب ہند جگر خوار پڑ گیا۔

اگرچہ جنگ احد میں مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن وہ میدان چھوڑ کر نہیں بھاگے۔

ہند آغوش اسلام میں

ہند یہ چاہتی تھیں۔ کہ مسلمانوں کا وجود ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے۔ چنانچہ وہ اپنے شوہر ابوسفیان کو ورغلا کر مسلمانوں پر حملے کراتی رہتی تھیں۔

خود ابوسفیان کو بھی مسلمانوں سے سخت دشمنی تھی وہ ان مسلمانوں پر جو مکہ اور اس کے نواح میں آباد

تھے۔ سخت ترین مظالم کرتا تھا۔

اس نے بنو خزاعہ پر تاخت کی۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے فریاد کی۔ وقت آگیا تھا۔ کہ بیت اللہ شریف سے بتوں کو نکال دیا جائے۔ مکہ سے کفر و شرک مٹا دیا جائے۔

چنانچہ آنحضرت صلعم نے مکہ پر چڑھائی کر دی۔ اب تک مکہ کے کافر مسلمانوں پر لشکر لے کر مدینہ منورہ پر یورش کیا کرتے تھے۔ اب مسلمانوں نے مکہ پر حملہ کر دیا۔

ابو سفیان نے جنگ کی پوری پوری تیاری کر لی۔ مسلمانوں کا بے پناہ لشکر مکہ سے چار میل کے فاصلہ پر وادی مرالظہران میں مقیم ہوا۔

ابو سفیان اپنے چند دوستوں کو ساتھ لے کر رات کے وقت مسلمانوں کا لشکر دیکھنے کے لئے گیا۔ وہ اس عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر چلا اٹھا۔

اف کس قدر لشکر ہے۔ ہمارے خدا خدا نہیں۔ محمد (صلعم) کا خدا بے شک خدا ہے۔

اس روز حضرت عمرؓ طلایہ گردی پر مامور تھے۔ انہوں نے ابو سفیان کو دیکھ کر گرفتار کر لیا۔ اور رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پیش کر کے قتل کی اجازت چاہی۔

ابو سفیان سے حضور نے پوچھا۔ کیا تم نے مسلمانوں کو نہیں ستایا۔ کیا انہیں قتل نہیں کیا۔

ابو سفیان نے جواب دیا۔ انکار سے فائدہ نہیں ہے۔ بے شک ایسا ہوتا۔

رسول اللہ صلعم۔ تم نے ہمیشہ مسلمانوں کو کمزور سمجھا۔ لیکن آج ان کے خدا نے انہیں قوت دے دی۔ کیا تم ہمارے خدا کے قائل ہو گئے۔

ابو سفیان۔ میں یہ سمجھ گیا۔ کہ ہمارے خداؤں نے کچھ نہ کیا۔

رسول اللہ صلعم۔ کیا تمہیں اس میں بھی شبہ ہے۔ کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔

ابو سفیان۔ یہی بات تو جھگڑے کی ہے۔

رسول اللہ صلعم۔ اب تم کیا چاہتے ہو۔

ابو سفیان۔ مجھے ایک رات کی مہلت دی جائے۔ میں اپنے نفس سے مشورہ کر لوں۔

آنحضرت صلعم نے اس شخص کو جو مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ مہلت دے دی۔

حالانکہ حضرت عمرؓ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ یہ چاہتے تھے۔ کہ اسے اسی وقت قتل کر دیا جائے۔ دشمن کے ساتھ

ایسی مہربانی کی مثال شاید ہی کوئی پیش کی جا سکے۔ چونکہ حضور رحمتہ اللعالمین تھے۔ اس لئے لطف عام تھا۔

صبح ہوتے ہی ابو سفیان مسلمان ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی مکہ کے کافروں کے حوصلے پست ہو گئے۔

ابو سفیان نے رسول اللہ صلعم سے عرض کی۔ میں اپنی قوم کا معزز شخص ہوں۔ مجھے کوئی اعزاز دیا جائے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص تمہارے گھر میں پناہ لے گا۔ اسے اماں دی جائے گی۔

ابو سفیان نے کہا۔ میں یہی اعزاز چاہتا تھا۔ چنانچہ اسلامی لشکر نہایت شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا۔ کفار حیران و ششدر کھڑے افواج الہٰی کا داخلہ دیکھ رہے تھے۔

حضرت عمرؓ جوش میں آکر یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ یعنی

حق آگیا۔ اور باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے ہی والا تھا۔

کافروں نے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ رسول اللہ صلعم نے ان تمام بتوں کو نکلوا کر پھنکوا دیا۔

آب زمزم سے بیت اللہ شریف کو دھویا۔ اور

اور خدائے واحد کا نام وہاں پکارا۔

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم نے پہلے مردوں سے بعیت لی۔ اور پھر عورتوں سے۔ عورتوں سے حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے بعیت لی گئی۔

عورتوں میں ہند ابو سفیان کی بیوی یعنی عتبہ کی بیٹی بھی تھیں۔ وہ اپنے چہرہ پر اس لئے نقاب ڈال کر آئی تھیں۔ کہ کوئی انہیں پہچان نہ سکے۔

انہوں نے حضرت حمزہؓ کا جگر چبایا تھا۔ اس لئے انہیں اندیشہ تھا۔ کہ کہیں مسلمان انہیں تکلیف نہ پہنچائیں۔

جب حضرت عمرؓ ہند سے بعیت لینے لگے۔ تو انہوں نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا۔ آپ ہم سے کن باتوں کا اقرار لیتے ہیں۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہندہ۔ مگر آپ نے مردوں سے تو یہ اقرار نہیں لیا لیکن ہمیں منظور ہے۔

رسول اللہ صلعم۔ چوری نہ کرنا۔

ہند۔ میں اپنے شوہر کے مال میں سے ضرورت کے وقت بغیر ان سے پوچھے کچھ خرچ کر لیتی ہوں۔ نہ معلوم

بھی جانتے ہے. یا نہیں.

رسول اللہ صلعم۔ اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہند۔ ہم نے تو انہیں پالا تھا مگر جب وہ جوان ہوئے۔ تم آپ نے انہیں بدر میں قتل کر ڈالا۔

ہند کے اس مکالمہ سے معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ وہ کس قدر دلیر تھیں۔

مکہ پر چڑھائی کے وقت رسول اللہ صلعم نے گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کا خون معاف کر دیا تھا۔ یعنی مسلمانوں کو حکم دے دیا تھا۔ کہ وہ ان مردوں اور عورتوں کو جہاں پائیں۔ مار ڈالیں۔

ان میں ہند بھی تھیں۔ لیکن اس مکالمہ کے بعد ہند مسلمان ہو گئیں۔ اور وہ قتل ہونے سے بچ گئیں۔

ہند جس قدر حالت کفر میں سخت تھیں۔ اس سے زیادہ مسلمان ہو کر اسلام میں سخت ہو گئیں۔ وہ مسلمان ہو کر اپنے گھر پہنچیں۔

انہوں نے بت پرستی پر لعنت بھیجی۔ اور تمام بتوں کو اپنے ہاتھ سے توڑ پھوڑ کر پھینک دیا۔ اور کہا۔ آج تک ہم تمہاری بدولت گمراہی میں پڑے رہے۔

شجاعت

ہند کی شجاعت کے جوہر مسلمان ہو کر کھلے۔ جب تک وہ کفر میں رہیں۔ مسلمانوں کے خلاف کافروں کو ورغلاتی رہیں۔ لیکن مسلمان ہو کر انہوں نے تلوار سنبھالی۔ اور اکثر معرکوں میں شرکت کی۔ ہم ان لڑائیوں میں سے ایک لڑائی کا ذکر کرتے ہیں۔

جب ملک شام پر مسلمانوں نے چڑھائی کی۔ تو ابوسفیان بھی وہاں گئے۔ ہند بھی ان کے ساتھ تھیں۔ یہ عہد فاروقی کا واقعہ ہے۔

یرموک کے مقام پر عیسائی زبردست جمعیت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔

جب عیسائیوں نے یلغار کی۔ تو مسلمان پیچھے ہٹنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ ہٹتے ہٹتے اس جگہ تک پہنچ گئے۔ جہاں عورتیں مقیم تھیں۔

یہ کیفیت دیکھ کر عورتوں کو جوش آگیا۔ وہ خیموں کی چوبیں لے کے کر میدان جنگ میں کود پڑیں۔ لیکن ہند نے تلوار سنبھالی۔ اور عیسائیوں سے باقاعدہ جنگ شروع کر دی۔ وہ بڑھ کر حملہ کرتیں۔ اور ایک نہ ایک عیسائی کو مار کر پیچھے

لوٹتیں۔ انہوں نے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا۔

اور چلا کر کہا مسلمانوں پیچھے ہٹ کر خدا کا غضب نہ لو۔ آخر مسلمان عورتوں کو دیکھ کر سنبھلے۔ انہوں نے جوش میں آکر حملہ کیا۔ اور عیسائیوں کو شکست دی۔ اس جنگ میں ہندہ نے بڑا کام کیا۔

وفات

ہندہ نے حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ ان سے پہلے ان کے شوہر ابو سفیان کا انتقال ہو چکا تھا۔ کاہن کی پیشین گوئی درست ہوئی۔ ابو سفیان سے ان کے بیٹے امیر معاویہ ہوئے۔ جو حضرت علی کرم اللہ کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ یا بادشاہ ہوئے ٭

اولاد

اولاد میں امیر معاویہؓ زیادہ مشہور ہیں۔

فیاضی

وہ بہت زیادہ فیاض تھیں۔ لیکن ابو سفیان ان کے شوہر کسی قدر بخیل تھے۔ وہ انہیں ان کے حوصلہ کے مطابق

خرچ نہیں دیتے تھے۔

چنانچہ یہی وجہ تھی۔ کہ مسلمان ہونے کے وقت انہوں نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا تھا۔ کہ میں چوری سے اپنے شوہر کا کچھ مال خرچ کر دیتی ہوں۔

انہوں نے مسلمان ہونے کے بعد بھی ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم سے کہا۔ میرے شوہر مجھے پورا خرچ نہیں دیتے۔ اگر میں ان سے چھپا کر کچھ لے لوں۔ تو جائز ہے۔ یا نہیں۔ آنحضرت صلعم نے انہیں اجازت دے دی۔

ان کے متعلق اسد الغابہ میں لکھا ہے۔ ان میں عزت، نفس غیرت، دلیری، رائے تدبر اور دانشمندی پائی جاتی تھی۔

ام ہانیؓ بنت ابی طالب

نام ونسب

ان کا اصل نام عاتکہ ہے۔ فاختہ بھی کہتے تھے۔ ام ہانی کنیت ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کے چچا ابوطالب کی بیٹی اور حضرت علیؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ اور حضور کی چچازاد ہمشیرہ تھیں۔

نکاح

ان کا نکاح ہبیرہ بن عمرو بن عائذ مخزومی کے ساتھ ہوا تھا۔

معراج

اصحاب سیر نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ان کے ہی مکان میں تھے۔ جب معراج ہوئی۔ لیکن تاریخوں میں ہے۔ کہ حضور اس وقت حطیم میں تھے۔

جب آنحضرت صلعم صبح کو بیدار ہوئے۔ تو انہوں نے ام ہانی سے اپنے معراج کا واقعہ بیان کیا۔ وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئی تھیں۔ انہوں نے پوچھا۔ ذرا تفصیل سے سناؤ۔ کیا ہوا۔

حضور نے فرمایا میں سو رہا تھا۔ کہ حضرت جبرائیل نے آکر جگایا۔ ان کے ساتھ کئی فرشتے اور تھے۔ سب پاکیزہ صورت تھے۔ مجھے چاہِ زمزم پر لے گئے۔ میرا سینہ چاک کر کے آبِ زمزم سے دھویا۔

پھر ایک خوبصورت جانور لائے۔ جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے ذرا بڑا تھا۔ اس کا رنگ سفید تھا۔ مجھے اس پر سوار کرایا۔ وہ ایسا تیز رو تھا۔ کہ حد نگاہ کا فاصلہ آنکھ جھپکتے میں طے کر لیتا تھا۔ ایک جگہ وہ رُکا۔

یہ بیت المقدس ہے۔ مسجد اقصےٰ میں داخل ہو کر میں نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر سوار ہوا۔ اس جانور کا نام جس پر مجھے سوار کیا جاتا تھا۔ براق تھا۔

براق مجھے لے کر آسمان کی طرف اڑا۔ جوں جوں دنیا دور ہوتی جاتی تھی۔ تاریکی میں ڈوبتی جاتی تھی۔ آسمان جوں جوں قریب ہوتا جاتا تھا۔ روشن ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آسمان پر پہنچا۔

پہلے آسمان پر حضرت آدم سے ملاقات ہوئی۔ نہر کوثر دیکھی دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور عیسےٰ ملے۔ تیسرے پر

حضرت یوسف اور چوتھے پر حضرت ادریس سے ملاقات ہوئی۔ پانچویں پر ہارون اور چھٹے پر حضرت موسےٰ ملے۔

ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی حضرت جبریل تمام انبیاء علیہم السلام کو بتاتے جاتے تھے جنت کے دل کشا اور فرحت بخش باغیچے دیکھے۔

شعلہ زار دوزخ دیکھی۔ عرش خداوندی دیکھا۔ نور کے درو دیوار۔ نور کے پردے، نور کا تخت، نور کے حجاب، غرض جو کچھ تھا۔ نور ہی تھا۔

جب وہاں سے واپس ہوا۔ تو پھر بیت المقدس میں آیا۔ مسجد اقصےٰ میں پہنچا۔ اس وقت وہاں سب انبیا علیہم السلام موجود تھے۔

نماز کی تیاری ہو رہی تھی۔ جبرئیل نے مجھے آگے بڑھا دیا۔ میں منصب امامت سے سرفراز ہوا۔ دو رکعت نماز پڑھائی۔ اس کے بعد مجھے یہاں لایا گیا۔

ام ہانی متعجب ہو کر واقعہ معراج سن رہی تھیں۔ انہوں نے کہا۔ تم ایک ہی رات میں بیت المقدس گئے۔ آئے اور آسمانوں پر بھی ہو آئے۔

رسول اللہ صلعم۔ ہاں

ام ہانی۔ دوزخ کو کیسا پایا۔

رسول اللہ صلعم۔ دوزخ میں آگ کے شعلے دہک رہے تھے۔ سانپ اور بچھو پھر رہے تھے۔ ہر چیز جل رہی تھی ماس کی لپیٹ دور تک آتی تھی۔ جو پتھروں کو خاکستر کر دے۔ اس کی گرمی خدا کی پناہ۔

ام ہانی۔ اور جنت کو کیسا دیکھا۔

رسول اللہ صلعم۔ جنت کے کئی طبقے ہیں۔ ہر طبقہ میں خوشنما باغیچے ہیں۔ سبزہ ایسا ہے۔ جیسے سبز قالینوں کا فرش ہو۔ مکانات مجلا اور مصفا نہریں صاف و شفاف انسان اسے دیکھ کر دیکھتا رہ جاتے۔

ام ہانی۔ کیا حوریں بھی دیکھیں۔

رسول اللہ صلعم۔ حوریں بھی دیکھیں اور غلمان بھی، نہایت خوب صورت ان کے چہرے چودھویں رات کی طرح روشن تھے

ام ہانی متعجب ہو کر خاموش ہو رہیں۔

اسلام

۸ھ میں جب مکہ فتح ہو گیا۔ تب ام ہانی مسلمان ہوئیں۔ آنحضرت صلعم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے غسل کر کے چاشت کی نماز پڑھی۔

انھوں نے اپنے دو عزیزوں کو جو مشرک تھے۔ پناہ دے

دی تھی۔ وہ اس وقت ان کے مکان میں موجود تھے۔ ام ہانی فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلعم نے بھی انہیں پناہ دے دی۔

لیکن ان کے شوہر ہبیرہ مسلمانوں سے ڈر کر بخران کی طرف بھاگ گئے۔ انہوں نے بھاگنے کے عذر میں چند اشعار لکھ کر ام ہانی کے پاس بھیجے۔ ان میں اپنے تفاخر اور بہادری کا اظہار کیا تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

لعمرک ما ولیت ظہری محمدا — واصحابہ جبنا ولا خیفۃ القتل

ولکننی قلبت امری فلم اجد — لسیفی غناء ان ضربت ولا نبلی

وقفت فلما خفت ضیقۃ موقفی — رجعت لعود کالہزبر الی الشبل

یعنی تیری قسم میں نے محمد اور ان کے دوستوں سے بزدلی سے پیٹھ نہیں پھیری۔ نہ قتل کے خوف سے۔ مگر میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا۔ تو تیر اور تلوار سے کام لینا کافی نہ پایا۔

جب تک میری جائے قیام مجھ پر تنگ نہ ہوئی۔ میں ٹھہرا رہا۔ پھر پلٹ آیا۔ جس طرح شیر اپنے بچوں کی طرف لوٹتا ہے۔

ام ہانی کو رسول اللہ صلعم سے بڑی عقیدت و محبت ہو گئی تھی۔

ایک روز رسول اللہ صلعم ان کے گھر تشریف لے گئے اس روز وہ روزہ سے تھیں۔ حضور کو معلوم نہ تھا۔ آنحضرت صلعم نے شربت نوش فرمایا۔ کچھ بچ رہا۔ انہوں نے ام ہانی کو دے دیا۔ انہوں نے پی لیا۔ جب حضور کو معلوم ہوا۔ کہ ان کا روزہ تھا۔ تو ان سے روزہ توڑنے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا آپ کا جھوٹا شربت واپس کرنے کو جی نہ چاہا۔

ام ہانی سے بھی ۴۶ حدیثیں منقول ہیں۔ ان کی سنہ وفات کسی تاریخ میں درج نہیں ہے۔

اولاد

عمرو، ہانی، یوسف اور جعدہ ان کی اولاد میں مشہور ہیں۔

ام ابانؓ

حضرت ام ابانؓ عتبہ بن ربیعہ کی پری جمال اور بہادر صاحبزادی تھیں۔ ایک تو حسین و جمیل دوسرے کمسن لیکن فنونِ حرب سے خوب واقف تھیں۔

تیر اندازی میں یہ کمال حاصل تھا۔ کہ اڑتے ہوئے پرندکو تیر مار کر گرا لیا کرتی تھیں۔ ایسی قادر انداز تھیں۔ کہ نشانہ بہت کم خطا کرتا تھا۔

مذہب کی بڑی پابند تھیں۔ ایسی عبادت گذار کہ کسی وقت کی نماز قضا نہ ہونے دیتی تھیں۔

جب ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا زمانہ آیا۔ تو ام ابانؓ مجاہدینِ اسلام کے ساتھ لشکرِ موحدین کی خدمت کرنے کے ارادہ سے ملک شام میں گئیں۔

اس وقت ملک شام میں مجاہدین کے سالارِ اعظم

حضرت خالدؓ بن الولید تھے۔ اور وہ اجنادین کے مقام پر مقیم تھے۔ ام ابانؓ بھی اجنادین ہی میں پہنچ گئیں۔

اجنادین کے مقام پر عیسائیوں کا بے شمار لشکر گیا تھا۔ مسلمان بہت ہی تھوڑی تعداد میں تھے۔ عیسائی نوے ہزار سے زیادہ تھے۔ اور مسلمان گیارہ ہزار کے قریب تھے۔

اسی اجنادین کے مقام پر ام ابان کی شادی ابان بن سعید کے ساتھ ہوئی۔

بقول واقدی رحمت اللہ علیہ کے مہندی کا رنگ ان کے ہاتھوں میں تھا۔ عطر کی خوشبو ان کے لباس میں تھی۔ اور سر میں خوشبو دار تیل پڑا تھا۔ گویا ان کی شادی کو چند ہی روز ہوئے تھے۔

عیسائی لشکر کا سپہ سالار وردان تھا۔ نہایت بہادر اور مدبر آدمی تھا۔ وہ مسلمانوں کی تھوڑی سی جمعیت دیکھ کر پھول گیا۔

اس نے خیال کیا۔ کہ ایک دم حملہ کر کے مسلمانوں کو کچل ڈالنا چاہیے۔

چنانچہ اس نے ایک روز صبح ہوتے ہی اپنے لشکر کو میدان جنگ میں لا کر صف بستہ کر دیا۔ اس کے

ساتھ نوے ہزار سوار تھے۔ اس نے دور تک صفیں پھیلا دیں۔

حضرت خالدؓ نے بھی خدا کا نام لے کر مجاہدین اسلام کے لشکر کو ترتیب دیا۔ میمنہ، میسرہ اور قلب قائم کیا۔

یزید بن ابی سفیان کو چار ہزار سواروں کے ساتھ خواتین کی حفاظت پر چھوڑا۔

خالدؓ بن الولید خواتین کے پاس گئے۔ اور کہا۔ اے دختران عرب تمہاری شجاعت، ہمت، جرأت اور استقلال مشہور ہے۔ تم نے فرمانبرداری کر کے خدا اور اس کے رسول کو راضی کر لیا ہے۔

انشاء اللہ تمہارا ذکر آئندہ بھی باقی رہے گا۔ تم اس بات کو جان لو۔ کہ بہشت کے دروازے تمہارے لئے کھول دئے گئے ہیں۔ اور مسلمانوں کے دشمنوں کے لئے دوزخ کی آگ روشن کر دی گئی ہے۔

مجھے تمہاری دلیری پر اعتماد ہے۔ اگر رومی تمہارے سامنے آجائیں۔ تو تم ان سے خوب دل کھول کر لڑو۔ اور اگر مسلمان پیچھے ہٹیں۔ تو انہیں غیرت دلا کر لڑائی کی طرف لوٹاؤ۔

ان میں سے چند عورتوں نے معقول جواب دیئے
ام ابانؓ نے بھی کہا۔ کاش آپ ہمیں آگے بڑھ کر
لڑنے کی اجازت دے دیتے۔

خالدؓ نے دریافت کیا۔ یہ کون ہے؟

عفیرہؓ بنت عقار نے کہا۔ یہ ام ابانؓ بنتِ عتبہ ہے

خالدؓ۔ کیا وہی جس کی شادی ابھی چند روز ہوئے
ابانؓ بن سعید کے ساتھ ہوئی ہے۔

عفیرہ۔ جی ہاں وہی ہے۔

خالدؓ۔ خدا جزائے خیر دے۔

اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی! لڑائی کی آگ
تیزی سے بھڑک اٹھی۔ دونوں فریق صبح سے عصر تک
نہایت دلیری سے لڑتے رہے۔

شام کے وقت الگ ہو گئے۔ اس ایک معرکہ
میں قریباً تین ہزار رومی عیسائی مارے گئے۔ ان میں
دس فرماں روا یا بادشاہ تھے۔ مسلمان تیس شہید ہوتے۔
اس کے بعد کئی معرکے اور ہوئے۔ آخر وردان
مارا گیا۔

پچاس ہزار عیسائی مارے گئے۔ مسلمانوں کو زبردست
فتح حاصل ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۸ رجادی الاول ۱۳ھ کا ہے۔

اجنادین کی فتح کے بعد مسلمانوں نے دمشق کی طرف کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر اس مشہور شہر کا محاصرہ کر لیا۔

دمشق کے سات دروازے۔ باب جابیہ، باب صغیر باب توما، باب الفرادیس، باب کیسان، باب مرتش اور باب شرقی تھے۔

حضرت خالدؓ نے باب جابیہ پر ابو عبیدہ کو۔ باب توما پر شرجیل بن حسنہ کاتب رسول اللہ صلعم کو۔ باب الفرادیس پر عمرو بن العاص کو۔ باب کیسان پر قیس بن ہبیرہ امراری کو مور کیا۔ اور باب شرقی پر خود اترے۔

چوں کہ باب مرتش بند رہتا تھا۔ اس لیے اس دروازہ پر کسی کو تعینات نہیں کیا۔

حضرت ضرارؓ کو دو ہزار سوار دے کر طلایہ پر مقرر کر دیا۔

اگلے روز مسلمانوں نے ہر دروازہ کی طرف سے قلعہ پر یورش کی۔ عیسائیوں نے قلعہ کے اوپر سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔

دمشق کا والی ہرقل اعظم کا داماد توما تھا۔ نہایت بہادر اور مستقل مزاج شخص تھا۔ وہ باب توما پر موجود

تھا۔ عیسائیوں کو لڑنے کی ترغیب دے رہا تھا۔

اس دروازہ پر شرجیل بن حسنہ تھے۔ ان کے ساتھ ابانؓ بن سعید ام ابانؓ کے شوہر بھی تھے۔ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کے تیروں اور پتھروں کو ڈھال پر روکتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔

نہایت سخت جنگ ہو رہی تھی۔ عیسائی شدت سے تیر اندازی کر رہے تھے۔ مسلمانوں ڈھالوں پر تیر روک رہے تھے۔

اتفاق سے ایک تیر ابانؓ بن سعید کے آ کر لگا۔ اور انہوں نے ہمت کر کے خود ہی تیر کھینچ کر نکال لیا۔ اور زخم کو اپنے عمامہ سے باندھ لیا۔

لیکن تیر زہر میں بجھا ہوا تھا۔ زہران کے جسم میں پھیل گیا۔ وہ ناتواں ہو کر پیچھے کی طرف گر پڑے۔

آدمی نوجوان تھے۔ لوگ انہیں اٹھا کر جنگ گاہ سے باہر ایک طرف لے گئے۔ وہاں مسلمانوں نے ان کا عمامہ کھول کر مرہم پٹی کرنے کا ارادہ کیا۔

ابانؓ بن سعید نے انہیں زخم کھولنے سے منع کرتے ہوئے کہا۔

عمامہ نہ کھولو۔ مجھے یقین ہے۔ کہ عمامہ کھولتے ہی

دم نکل جائے گا۔ خدا کی قسم مجھے جس چیز (شہادت) کی تمنا تھی۔ وہ خدا نے دے دی۔

لیکن لوگوں نے ان کی تکلیف کا خیال کر کے ان کی بات نہ مانی۔ عمامہ کھولنا شروع کیا۔ ابھی زخم کھلنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ ابانؓ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ ھٰذا ما وعد الرحمٰن و

صدق المرسلون اتنا کہتے ہی انہوں نے وفات پائی۔

ابانؓ ایک نوجوان تھے۔ دوسرے ان کی شادی کو چند ہی روز ہوئے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو ان کی شہادت کا بڑا ہی رنج و قلق ہوا۔

ام ابان کو بھی ان کے شوہر کی شہادت کی اطلاع ہو گئی۔ فرط رنج و قلق سے وہ دوہری ہو گئیں۔ وہ نو عمر عروس تھیں۔

ان کے کپڑوں سے عطر کی خوشبو بھی نہ گئی تھی۔ وہ گھبرا کر اٹھیں۔ اور ٹھوکریں کھاتی ہوئی اپنے شوہر کی لاش کی طرف بڑھیں۔

جب لوگوں نے انہیں آتے ہوئے دیکھا۔ تو لاش کے پاس سے ہٹ گئے۔

چونکہ ام ابانؓ کو اپنے شوہر سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ خیال تھا۔ کہ ام ابانؓ اپنے شوہر کی لاش سے لپٹ کر نالہ و شیون کریگی۔

لیکن ام ابانؓ نے نہایت صبر و استقلال سے کام لیا۔ اگرچہ ان کے آنسو جاری تھے۔ لیکن انہوں نے بے صبری ظاہر نہیں کی۔

انہوں نے اپنے شوہر کی لاش سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے میرے سرتاج!

خدا نے تمہیں وہ چیز عطا کر دی۔ جس کی تمہیں خواہش تھی۔ پروردگار نے تمہیں اپنی آغوش میں لے کر حوروں کا ہم نشیں بنا دیا۔

اللہ تعالےٰ نے مجھے اور تمہیں ایک جگہ کیا تھا۔ لیکن موت نے ہمیں جدا کر دیا۔ موت سے کسی کو رستگاری نہیں ہے۔

وہ اپنے وقت پر ضرور آتی ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ نباہ کا عہد کیا تھا۔ میں اب بھی اس عہد پر قائم ہوں۔ اور انشاء اللہ مرتے دم تک قائم رہوں گی۔

تمہارے بعد اب میرے جسم کو کوئی ہاتھ نہ

لگا سکے گا۔

میں جہاد کروں گی۔ اور دشمنان اسلام سے اس وقت تک لڑوں گی۔ جب تک میری آرزو پوری نہ ہو جائے۔ اور اللہ تعالےٰ مجھے بھی شہادت عطا نہ فرمائے۔

انشاء اللہ میں بہت جلد تم سے فردوس میں آکر ملوں گی۔

اس کے بعد وہ وہاں سے ہٹ گئیں۔ مسلمان ان کے ضبط و صبر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر مسلمانوں نے ابانؓ کو غسل دیا۔ جنازہ کی نماز پڑھی۔

حضرت خالد بن ولید نے نماز پڑھائی۔ اور انہیں دفن کر دیا۔ اب بھی ان کی قبر موجود ہے۔ اور مشہور ہے۔

جب مسلمان ابانؓ کو دفنا کر وہاں سے چلے گئے تو ام ابانؓ تربت پر آئیں۔ اول انہوں نے فاتحہ پڑھی اور پھر کہا۔

اے ابانؓ پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ شہید مرتے نہیں۔ وہ زندہ رہتے ہیں۔ وہ کھاتے پیتے اور سنتے ہیں۔ تم بھی سن رہے ہو۔ سنو۔ میں نے تمہارے قاتل سے قصاص لینے کا عزم بالجزم کر لیا ہے۔

میں میدانِ جنگ میں جا رہی ہوں۔ دعا کرو۔ کہ جلد تم سے آملوں۔

یہ کہہ کر وہ واپس لوٹیں۔ اپنے خیمہ پر آئیں۔ زرہ بکتر پہنی۔ اس پر چادر ڈالی۔ سر سے عمامہ باندھ کر ڈھاٹا باندھ لیا۔ انہوں نے ڈھاٹا سے چہرہ اس طرح ڈھک لیا۔ کہ سوائے آنکھوں ناک اور پیشانی کے کوئی اور حصہ نظر نہ آتا تھا۔

انہوں نے تلوار حمائل کی۔ خنجر پٹی میں اڑسا۔ ترکش کمر پر لٹکایا۔ اس پر ڈھال ڈالی۔ کمان ہاتھ میں لی۔ اور گھوڑے پر سوار ہوکر دروازہ توما پر آئیں۔

اگرچہ انہوں نے اپنی ہیئت بدل لی تھی۔ مگر بعض مسلمانوں نے پھر بھی انہیں پہچان لیا۔ اس دروازہ پر اب بھی شدید جنگ ہو رہی تھی۔

حضرت شرحبیلؓ اور ان کی رکابی فوج مصروفِ جنگ تھی۔ عیسائی برابر نہایت پھرتی اور تیزی سے تیروں اور پتھروں کی بارش کر رہے تھے۔

مسلمان ڈھالوں کی آڑ میں قدم قدم بڑھ رہے تھے۔ اگرچہ وہ عیسائیوں کے حربوں سے زخمی ہوتے جاتے تھے۔

ان میں اس قدر جوش تھا۔ اور ان کے حوصلے اس قدر بڑھے ہوئے تھے۔ کہ مجروح ہونے پر بھی قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔

بڑھ رہے تھے۔ اور بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ام ابان بھی ان میں شامل ہو گئیں۔ وہ بھی بڑھنے لگیں۔

توما ایک برج میں بیٹھا تھا۔ وہ عیسائیوں کو اور بھی تیزی سے تیر افگنی اور سنگ اندازی کی ہدایت کر رہا تھا۔

ایک بوڑھا پادری بیش قیمت اونی جبہ پہنے۔ ایک ریشمی ڈورے سے کمر باندھے ایک سیاہ رنگ کی جواہر نگار صلیب ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔

جب پادری نے مسلمانوں کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو اس نے بلند آواز سے کہا۔ اے خدا اور خدا کے بیٹے صلیب اور حامیانِ صلیب کو فتح دے۔

اے اللہ ان عربوں پر پرستارانِ صلیب کو غلبہ دے۔ اور صلیب کا مرتبہ بلند کر۔

حضرت شرحبیلؓ پادری کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ام ابانؓ نے ترکش میں سے تیر نکالا۔ اور کمان میں رکھ کر پوری قوت سے چلہ کھینچ کر تیر

چھوڑا۔ وہ سنسناتا ہوا بوڑھے پادری کے ہاتھ میں ترازو ہو گیا۔

اس کے صدمہ سے صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر قلعہ کے نیچے گری۔ میں نے اور میرے ساتھی مسلمانوں نے اس کے جواہرات چمکتے ہوئے دیکھے۔ جوں ہی مسلمانوں نے صلیب کو فصیل کے نیچے پڑا ہوئے دیکھا۔ وہ اُسے اٹھانے کے لئے جھپٹے۔ ہر مسلمان سر و سینہ کو ڈھال سے چھپا کر تیزی سے بڑھا۔ عیسائیوں نے شور و غوغا کر کے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اور تیروں اور سنگریزوں کی اس شدت سے بارش کی۔ کہ مسلمانوں کو آگے بڑھنا دشوار ہو گیا۔

لیکن مسلمان نہایت خاموشی سے جھرمٹ کئے صلیب کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ہر شخص صلیب اٹھانے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔

توما نے جب دیکھا۔ کہ صلیب نیچے گر گئی ہے۔ اور مسلمان اسے اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو وہ نہایت بےچین اور برہم ہوا۔ اس نے کہا۔ ہلاک اور خوار ہوں مسلمان۔ ان بدبختوں نے بزرگ صلیب کو گرا دیا ہم

ان کمبختوں کی وجہ سے بڑی بدبختی اور خواری کو پہنچے۔
جب شہنشاہ ہرقلِ اعظم کو معلوم ہوگا۔ کہ ہم نے
سیاہ بزرگ صلیب کو کھو دیا۔ تو اسے اس کا سخت رنج و
قلق ہوگا۔ بس اے حامیانِ صلیب جلدی فصیل سے اترو
قلعہ سے باہر نکلو۔ اور مسلمانوں کو صلیب نہ لینے دو۔
یہ کہتے ہی توما اٹھا۔ جھپٹ کر فصیل سے نیچے اترا۔
گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور ٹڈی دل عیسائیوں کے ساتھ
قلعہ کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔
چونکہ عیسائی اس صلیب کو بڑی متبرک اور نہایت
مقدس سمجھتے تھے۔ اس لئے دمشق کے جن عیسائیوں
کو اس کے گرجانے کا حال معلوم ہوا۔ وہ بھی مسلح ہو
کر اور ہتھیار لے کر توما کے ساتھ ہو لئے۔
اس عرصہ میں مسلمان فصیل کے نیچے تک پہنچ گئے۔
اور ایک مجاہد نے دوڑ کر صلیب اٹھالی۔ جس وقت اس
نے صلیب اٹھائی۔ ٹھیک اسی وقت قلعہ کا دروازہ کھلا۔
اور توما بے شمار عیسائیوں کے ساتھ پکارتا ہوا باہر نکلا۔
مسلمانوں نے عیسائیوں کو دیکھتے ہی شور کر کے
مسلمانوں کو ہوشیار کر دیا۔ جو فصیل کے نیچے پہنچ گئے
تھے۔ مجاہدین اسلام ہوشیار ہو گئے۔

جس مسلمان نے صلیب اٹھائی تھی۔ اس نے وہ صلیب شرحبیل کے حوالہ کر دی۔ عیسائیوں نے آتے ہی مسلمانوں پر نہایت سختی سے حملہ کر دیا۔

مسلمانوں نے بڑے صبر و استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ اب دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ مسلمان عیسائیوں پر اور عیسائی مسلمانوں پر جھپٹ جھپٹ کر حملے کرنے لگے۔

سر و تن کے فیصلے ہونے لگے۔ لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں۔ خون پانی کی طرح بہنے لگا۔

مسلمانوں پر دو طرف سے زد پڑ رہی تھی۔ ایک فصیل کے اوپر سے دوسری ان کے سامنے سے حضرت شرحبیل نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔

مسلمان ترتیب میں لڑتے ہوئے قدم قدم پیچھے ہٹنے لگے۔

عیسائیوں کو جوش تھا۔ غصہ تھا۔ وہ نہایت طیش میں آ کر حملے کر رہے تھے۔ گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے۔

خود توما نے بھی لڑائی شروع کر دی تھی۔ اسے لڑتے ہوئے دیکھ کر عیسائی اور بھی جوش و خروش سے لڑنے لگے تھے۔

توما نے شرجیل کے ہاتھ میں صلیب دیکھ لی۔ وہ اسے حاصل کرنے کے لئے کچھ بہادر عیسائیوں کو ساتھ لے کر نہایت شدت سے حملہ آور ہوا۔ اس وقت اس طرف کے تمام مسلمان موت کی ٹھانی لڑ رہے تھے۔

حضرت شرجیل بھی نہایت سرفروشی سے جنگ کر رہے تھے۔ توما اپنی جمعیت لے کر شرجیل کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے چلا کر کہا۔ او رذیل عرب! خیریت چاہتا ہے۔ تو اس بزرگ صلیب کو ہمارے حوالہ کر دے۔

حضرت شرجیلؓ نے غضبناک نگاہوں سے توما کو دیکھ کر کہا۔ او دشمن خدا خبردار ہو جا۔ تجھ پر ہلاکی اور سختی پہنچ گئی۔ یہ کہتے ہی انہوں نے اس پر حملہ کیا۔ مگر بہت سے عیسائی بیچ میں آ گئے۔ توما نے موقع دیکھ کر شرجیلؓ پر وار کیا۔ شرجیلؓ نے ڈھال پر روک کر خود بھی تلوار سے حملہ کیا۔ توما بھی ان کا وار بچا گیا۔

دونوں بہادر اور جنگی فنون سے واقف تھے۔ اپنے اپنے داؤ پیچ دکھانے لگے۔

اس عرصہ میں ام ابانؓ برابر تیر چلا چلا کر عیسائیوں کو زخمی کرتی رہیں۔ انہوں نے توما کو دیکھ کر لوگوں سے پوچھا۔ یہ کون شخص ہے؟ خوار کرنے والا اپنے نفس کا۔ ان کے

پاس کھڑے ہوئے مسلمانوں نے کہا۔

یہ توما ہے۔ رومی شہنشاہ ہرقل اعظم کا داماد۔ اسی نے تمہارے شوہر کو شہید کیا ہے۔

یہ سنتے ہی ام ابانؓ کا چہرہ جوش و غصہ سے سرخ ہو گیا۔ انہوں نے ترکش میں سے تیر نکال کر کمان میں رکھ کر چلہ کھینچا۔

وہ توما کو نشانہ بنا رہی تھیں۔ عیسائیوں نے دیکھ لیا۔ وہ شور کرتے ہوئے ان کی طرف جھپٹے۔ لیکن ام ابانؓ نہایت استقلال سے کھڑی رہیں۔ نہ ڈریں نہ جھجکیں۔ اور بسم اللہ علی ملتہ رسول اللہ کہہ کر تیر چھوڑا۔

اس وقت توما شرجیلؓ کے قریب پہنچ کر ان پر وار کرنا چاہتا تھا۔ دفعتہً ام ابانؓ کا تیر اس کی دائیں آنکھ میں جا کر پیوست ہو گیا۔

توما کا جسم کانپ گیا۔ وہ آہ و فریاد کرتا ہوا پیچھے کی طرف ہٹ کر بھاگا۔ ام ابانؓ نے دوسرا چلا کر اس کا خاتمہ کرنا چاہا۔ لیکن عیسائیوں نے اس کے گرد ڈھالوں کی دیوار قائم کر دی۔ اور وہ بچ گیا۔

ان کا تیر ایک اور گبر کی گردن پر لگا۔ وہ گھوڑے سے اچھل کر گرا۔ اور تڑپ کر مر گیا۔

اب ام ابانؓ نے جوش میں آ کر رجزیہ اشعار پڑھنے شروع کر دیئے جو یہ تھے۔

اُمَّ اَبَانَ فَاطْلِبِیْ تَبَارُکَ ھُوْبِیْ عَلَیْھِمْ صَوْلَتًا اللہ مَالِکَ

قَدْ مِنْہُمْ جَمْعُ الرُّوْمِ بِنَبَالِکَ قَسَمْتُ لَا حِدْتُ عَنِ الْمَعَارِکَ

وَکُنْتُ سَاعِشْتُ لَکُمْ بِتَارِکَ

یعنی اے ام ابانؓ۔ تو انتقام لے۔ ان پر حملہ کر۔ ایسا حملہ۔ جو سزا دینے والا ہو۔ رومی عیسائی تیرے تیروں سے شور و فریاد کر رہے ہیں۔

میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ لڑائی سے گریز نہ کروں گا۔ میں تمہیں (ابانؓ بن سعید کو) چھوڑ کر زندہ رہنا پسند نہیں کرتی۔

ام ابانؓ ہر مصرع پڑھ کر ایک تیر چلاتی تھیں۔ انہوں نے ایک عیسائی کے سینہ پر تیر مارا۔ اگرچہ وہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے تھا۔ لیکن تیر نے زرہ کو توڑ کر سینہ چھید ڈالا۔ وہ آہ کر کے گرا۔

دوسرا تیر عیسائی کے بازو میں لگا۔ وہ بازو پکڑ کر سسکیاں بھرنے لگا۔ تیسرا تیر اسی کے اور مارا۔ وہ اوندھا ہو کر گرا۔

چوتھا تیر ایک عیسائی کے گھوڑے کے دماغ میں

پیوست ہو گیا۔ وہ ایک دم الف ہو گیا۔ عیسائی نشست قائم نہ رکھ سکا۔ قلندری کھا گیا۔ اس کے اوپر گھوڑا جا پڑا۔ اس کی ہڈیاں پسلیاں چورا ہو گئیں۔

پانچواں تیر ایک اور عیسائی کے حلق میں لگا۔ وہ پشت کی طرف الٹ گیا۔ گھوڑے نے بشتنگ مار کر اسے پھینک دیا۔ عیسائیوں کے گھوڑوں ہی نے اسے کچل ڈالا۔

ام ابانؓ نے انتقام لے لیا۔ انہوں نے آٹھ دس عیسائیوں کو مار ڈالا۔ لیکن اس پر بھی ان کا جوش انتقام سرد نہیں ہوا۔ وہ برابر تیر چلاتی رہیں۔

عیسائیوں نے جوش میں آ کر ان پر یورش کی بہت سے مسلمان سینہ سپر ہو گئے۔ اور انہوں نے ایسے پرزور حملے کئے۔ کہ عیسائی بھاگ نکلے۔

توما اور اس کا رکابی رسالہ پہلے ہی بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کا تعاقب کر کے انہیں قلعہ کے دروازہ تک قتل کیا۔

جب عیسائیوں نے قلعہ میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ تب مسلمان لوٹے۔

توما قلعہ کے دروازہ میں پہنچ کر گھوڑے سے گر پڑا۔ تیر اس کی آنکھ میں پیوست تھا۔ اسے اس سے سخت

تکلیف اور بے چینی تھی۔ اس کے گرد تمام معزز عیسائی جمع ہوئے۔ شاہی طبیب آ گئے۔ جراح بھی بلائے گئے سب نے ہر چند تدبیریں اور کوششیں تیر نکالنے کی کیں۔ لیکن نہ نکال سکے۔

آخر انہوں نے تیر کی لکڑی کاٹ ڈالی۔ اور لوہے کا حصہ یعنی گانسی آنکھ کے اندر ہی رہ گئی۔

اس کے بعد بھی ام ابانؓ کئی معرکوں میں شریک ہوئیں۔ اور ہر معرکہ میں نہایت سرفروشی اور بہادری سے لڑیں۔ لیکن شہادت کی تمنا پوری نہ ہوئی۔ مجاہدین اسلام نے انہیں کمسن مجاہدہ کا خطاب دے دیا تھا۔

ام تمیمؓ

ام تمیمؓ حضرت خالدؓ کی بیوی تھیں۔ نہایت خوبرو ذی شعور، حلیم اور منکسر المزاج عبادت گذار اور دلیر و مستقل مزاج تھیں۔ انہیں اپنے شوہر حضرت خالدؓ سے بڑی محبت تھی۔ وہ ان کا ہر کام بڑے شوق اور دلچسپی سے کیا کرتی تھیں۔
حضرت خالدؓ ہمیشہ انہیں اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے جب تک انہوں نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ غزوات میں شرکت کی۔ یا حضورؐ کے حکم سے کسی جنگ میں گئے۔ اس وقت تک وہ ام تمیم کو ساتھ نہیں لے جا سکے۔ اس عرصہ میں ام تمیم مکان پر رہتیں۔ عبادت کرتیں۔ قرآن شریف کی تلاوت کرتے اپنے شوہر کی خیریت کی دعائیں مانگا کرتیں۔
ان کے نئے کپڑے سیتیں۔ پرانے دھوتیں۔ لیکن جب

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عہدِ خلافت آیا۔ تو خلیفہ کے حکم سے حضرت خالدؓ کو اول فارس کے ملک میں جانا پڑا۔ ام تمیم کو بھی انہوں نے ساتھ لے لیا۔

فارس سے ملک شام میں آئے۔ ام تمیمؓ کو ملک شام میں بھی ساتھ لائے۔

ام تمیمؓ صرف اپنے شوہر ہی کا کام انجام نہ دیتی تھیں۔ بلکہ لڑائی کے وقت میدانِ کارزار میں نکل جاتیں۔ پیاسوں کو پانی پلاتیں۔ بیماروں کی تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں۔

اس زمانہ میں لشکرِ اسلام کے ساتھ بہت سی خواتین بھی رہتی تھیں۔ اور شرکتِ جنگ کی غرض سے جو لوگ آتے رہتے تھے۔ ان کے ساتھ عورتیں بھی آتی رہتی تھیں۔

ام تمیم تمام عورتوں کی دلدہی اور تشفی کرتی رہتی تھیں۔ وہ خوش جمال بھی تھیں۔ اور خوش مزاج بھی۔ خوش سلیقہ بھی تھیں۔ اور خوش گفتار بھی۔ تمام عورتیں ان کا ادب بھی کرتی تھیں۔ اور ان سے محبت بھی رکھتی تھیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ تک تو ملک شام کے سالارِ اعظم حضرت خالدؓ رہے۔ لیکن ان کی وفات کے بعد جب حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے۔ تو انہوں نے

خالدؓ کو ان کے عہدے سے معزول کر کے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو ملک شام کا حاکم اعلےٰ اور سالارِ اعظم مقرر کر دیا۔ حضرت خالدؓ کو اس عزل و نصب کا نہ ملال ہوا۔ نہ خیال۔

ایک روز ام تمیمؓ نے حضرت خالدؓ سے پوچھا۔ عمرؓ تم سے کیوں ناراض ہیں؟

خالدؓ نے جواب دیا۔ وہ ناراض نہیں ہیں۔ بلکہ مجھے سخت مزاج سمجھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ایک نرم دل شخص کو میرا قائم مقام کیا ہے۔

ام تمیمؓ۔ لیکن عمرؓ خود بہت زیادہ سخت مزاج ہیں۔

خالدؓ۔ خلیفہ ہو کر وہ سخت مزاج نہیں رہے۔

ام تمیمؓ۔ اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

خالدؓ۔ تم سمجھتی ہو۔ مجھے اپنی معزولی سے رنج پہنچا ہے۔ بخدا نہیں۔ اگر مجھ پر ایک غلام کو سردار مقرر کیا جائے۔ تو میں اسلامی علم کے سایہ میں اس کے ہمراہ آخری دم تک جہاد کروں گا۔

ام تمیمؓ۔ خدا کا شکر ہے۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ اگر آپ کو رنج ہوتا۔ تو مجھے سمجھانا پڑتا۔

حضرت ام تمیمؓ بہت سے معرکوں میں شریک ہوئی ہیں۔ اگر ہم ان کے تمام واقعات لکھیں۔ تو کئی صفحات

چاہئیں۔ چونکہ ہم مختصر واقعات لکھ رہے ہیں۔ اس لئے ان کی بہادری اور جنگ جوئی کا صرف ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

جب ملک شام میں اسلامی فتوحات کا سیلاب آیا۔ تو اس کا اثر قنسرین میں بھی پہنچا۔ قنسرین ایک نہایت ہی مشہور اور مضبوط قلعہ تھا۔

اس وقت اس قلعہ کا والی حاکم یا بادشاہ لوقا تھا۔ لوقا نہایت بہادر مگر فریبی انسان تھا۔ وہ عیسائی تھا۔ اس کی رعایا بھی عیسائی تھی۔ وہ اپنے قلعہ اور اس کے نواح کا خود مختار فرماں روا تھا۔ لیکن شہنشاہ ہرقل کا محکوم تھا۔

ملک شام میں ہر قلعہ کا حاکم خود مختار ہوتا تھا۔ اپنی فوج رکھتا تھا۔ لیکن ضرورت کے وقت ہرقل اعظم کی مدد کرتا تھا۔ اور ہرقل اعظم سے بھی مدد لے سکتا تھا۔

جب مسلمانوں نے قنسرین کا محاصرہ کر لیا۔ اور محاصرہ میں شدت کی۔ تو اہل قلعہ نے تنگ آکر لوقا کو صلح کے لئے مجبور کیا۔ لوقا نے ہرقل اعظم سے مدد طلب کی تھی۔ اور اس مدد کا انتظار کر رہا تھا۔

لیکن جب اہل قلعہ نے اسے صلح کے لئے مجبور کیا۔ تو اس نے اس خوف سے کہ رعایا باغی نہ ہو جائے۔ مسلمانوں

سے ایک سال کے لئے صلح کر لی۔
مسلمانوں نے صلحنامہ میں یہ شرائط بھی قائم کر لی تھیں کہ یوقنا مسلمانوں کے خلاف نہ کسی کی مدد کرے گا۔ نہ مسلمانوں کے مخالفوں سے ربط و ضبط رکھے گا۔
تکمیلِ صلح کے بعد مسلمانوں نے قنسرین سے محاصرہ اٹھا لیا۔ اور وہاں سے شیرز چلے گئے۔ یوقنا نے مسلمانوں کے جاتے ہی پھر ہرقل اعظم سے مدد طلب کی۔ اس کا قصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی پشت کی طرف سے حملہ کر کے اُنکا شیرازہ منتشر کر دے۔
مسلمانوں کو اس کی اس بد عہدی اور غداری کا حال معلوم ہو گیا۔ ساتھ ہی یہ بھی پتہ چلا۔ کہ ہرقل اعظم نے جبلہ بن ایہم غسانی کو دس ہزار سواروں کی جمعیت سے یوقنا کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔
جبلہ عرب تھا۔ وہ قبیلہ غسان کا خود مختار حکمران تھا۔ جب عرب سے کفر و شرک کی گھنگھور گھٹائیں دور ہو کر نیّرِ اسلام جگمگانے لگا۔ تو جبلہ بھی معہ اپنے قبیلہ کے مسلمان ہو گیا۔
لیکن اسلام میں مساوات ہے۔ جبلہ میں فخر و غرور تھا۔ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر اس کی چادر کا پلہ ایک عرب

کے پیر کے نیچے آگیا۔ جس سے اس کا بدن کھل گیا۔ جبلہ نے اسے اپنی توہین سمجھا۔ اس نے غصہ میں آکر اس آدمی کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا۔

اس شخص نے حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم کے دربار میں استغاثہ کیا۔ خلیفہ نے جبلہ کو طلب کر کے استفسارِ حال کیا۔ واقعہ صحیح ثابت ہوا۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا۔ کہ جبلہ سے بدلہ لیا جائے۔ اور بدلہ یہ ہے۔ کہ جس شخص کے جبلہ نے تھپڑ مارا ہے۔ وہ جبلہ کے تھپڑ مارے۔

جبلہ کو سخت ناگوار ہوا۔ مگر کہہ کیا سکتا تھا۔ جانتا تھا۔ کہ اگر ذرا بھی حجت کی۔ تو خلیفہ سختی کریں گے۔ اس نے مستغیث کو رضامند کرنے کے لئے ایک رات کی مہلت چاہی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے مہلت دے دی۔ وہ رات کو وہاں سے بھاگ آیا۔ اور معہ اپنے قبیلہ کے ملک شام میں آکر مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا۔

جبلہ بھی عرب تھا۔ اس کی سپاہ بھی عرب تھی۔ گویا ہرقل اعظم نے عربوں کو عربوں سے ٹکرانے کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے سربرآوردہ مسلمانوں کو مشورہ کے لئے طلب کیا۔ حضرت خالدؓ بھی آئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے

کہا۔ لوقا نے ہمیں فریب دیا ہے۔ اس کے معاملہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔

حضرت خالدؓ نے کہا۔ خدا بدعہدی کرنے والوں کو سزا دیا کرتا ہے۔ انشاء اللہ اسے بھی اس کی مکاری کی سزا ملے گی۔ اس نے ہمارے ساتھ فریب کیا ہے۔ ہم اس کے ساتھ فریب کریں گے۔ میں دس شہ سوارانِ مسلمین کے ساتھ اس کی ملاقات کو جاؤں گا۔ یہ دس آدمی وہ ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں ہبہ کر دیا ہے۔ اور جو بمنزلہ دس ہزار سواروں کے ہیں۔

ابو عبیدہؓ نے کہا۔ یہ کام تمہیں سے ہوگا۔ اے ابا سلیمان تو تم اپنے ساتھ اصحابِ رسول اللہ صلعم میں سے جنہیں تم دوست رکھتے ہو۔

حضرت خالدؓ نے آوازیں دینی شروع کیں۔ بولے۔ کہاں ہیں عیاضؓ بن غنم اشعری اور عمروؓ بن السعد البشکر کہاں ہیں۔ سہیلؓ بن عامر اور رافعؓ بن عمیر الطائی کہاں ہیں سعیدؓ بن عامر انصاری اور عمرو بن معدی کرب اور کہاں ہیں عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیقؓ اور ضرارؓ بن الازور اور کہاں ہیں۔ مسیبؓ بن نجبۃ الفزاری اور قیسؓ بن ہبیرہ

یہ سب لوگ نہایت ہی بہادر دلیر اور حریص جنگ تھے

وہ بہت جلد زرہیں پہن کر اور مسلح ہو کر آ گئے حضرت خالدؓ بھی چار آئینے لگا کر، مسلح ہو کر معہ اپنے غلام ہمام کے آئے۔ اور یہ سب قنسرین کی طرف روانہ ہوئے۔

رات کو وہ کمین گاہ میں چھپ گئے۔ اور صبح کی نماز پڑھ کر جبلہ کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں جبلہ دس ہزار سواروں کے ساتھ آیا۔

حضرت خالدؓ بھی معہ اپنے ساتھیوں کے جبلہ کے لشکر میں مل گئے۔ اور قنسرین کی طرف روانہ ہوئے۔

جب قنسرین قریب رہ گیا۔ تو لوقا جبلہ کے استقبال کے لئے عظیم الشان لشکر کے ساتھ قلعہ سے نکلا۔ اسے دیکھتے ہی حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھی گھوڑے دوڑا کر اس کے قریب پہنچ گئے۔ لوقا نے پاس آ کر کہا۔

تمہاری آمد مبارک ہو۔ تمہیں مسیح اور صلیب باقی اور سلامت رکھیں۔

حضرت خالدؓ نے ڈپٹ کر کہا۔ سختی ہو تجھ پر۔ ہم حامیان صلیب سے نہیں ہیں۔ بلکہ اصحاب محمد حبیب اللہ صلعم سے ہیں۔ میں خالدؓ بن الولید ہوں۔ تو نے ہمارے ساتھ مکر و فریب کیا۔ خدا نے تجھے ہمارے قبضہ میں دے دیا۔

اسی وقت حضرت خالدؓ نے لوقا کی کمر پہ ہاتھ ڈال کر

اسے کھینچ لیا۔ عیسائیوں نے یہ دیکھتے ہی شور و غوغا کیا۔ مسلمانوں نے بھی تلواریں میانوں سے کھینچ لیں۔ اور حضرت خالدؓ کے گرد ہو گئے۔

خالدؓ نے لوقا کو اپنے غلام ہمام کے سپرد کر دیا۔ ہمام نے اس مکار کو رسی سے جکڑ لیا۔ عیسائیوں نے بھی تلواریں اور نیزے سنبھال لئے۔ جبلہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے لوقا کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ اسے خوف تھا۔ کہیں وہ اسے مار نہ ڈالیں۔ اس لئے اس نے حضرت خالدؓ اس بات پر آمادہ کر لیا۔ کہ ایک عیسائی اور ایک مسلمان لڑے۔ اگر عیسائی مارا جائے۔ تو جبلہ مسلمانوں کو راستہ دے دے گا۔ اور انہیں یہاں سے چلا جانے دیگا۔

اگر مسلمان مارا گیا۔ تو مسلمان لوقا کو چھوڑ دیں گے۔ اور جبلہ انہیں جانے دے گا۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے خود میدان میں نکلنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا۔ اے سردار ٹھہرو۔ تم اپنی روش نرم پر اور نہ نکلے۔ خدا کی قسم کوئی شخص سوائے میرے میں جہاد کرونگا۔ شاید میں اپنے بزرگ باپ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) سے جا ملوں۔

حضرت خالدؓ نے انہیں اجازت دی۔ وہ میدان میں نکلے۔

ان کے مقابلہ میں ایک عیسائی آیا۔ انہوں نے گھوڑے کو گرداوا دے کر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا۔ کہ ایک ہی وار میں عیسائی مارا گیا۔ اب انصاف یہ چاہتا تھا۔ کہ جبلہ نے جو وعدہ کیا تھا۔ اسے پورا کرتا۔ مگر اس نے ناانصافی کی۔ دوسرا سوار میدان میں بھیجا۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اسے بھی مار ڈالا۔ غرض یکے بعد دیگرے پانچ سوار میدان میں آئے۔ عبدالرحمٰنؓ نے پانچوں کو مار ڈالا۔ تب غصہ میں آکر جبلہ خود نکلا۔

لیکن وہ جبلہ گرگ باراں دیدہ تھا۔ یہ سمجھ گیا۔ کہ عبدالرحمٰنؓ سے مقابلہ آسان نہیں ہے۔ اس نے انہیں دھوکہ دینے کے لئے کہا۔

یہ کیا بات ہے۔ کہ تمہاری مدد کے لئے دوسرے مسلمان آرہے ہیں۔ اس سے اس کا قصد یہ تھا۔ کہ عبدالرحمٰن اپنی پشت کی طرف دیکھیں۔ اور وہ اچانک حملہ کر دے۔

عبدالرحمٰنؓ نے ہنس کر کہا۔ اے بیٹے ایہم کے تو مجھے فریب دینا چاہتا ہے۔ مگر میں دمشق کے چچا زاد بھائی نا حضرت علیؓ کا تربیت یافتہ ہوں۔ تیرے مکروفریب میں نہیں آسکتا۔

جب جبلہ نے دیکھا۔ کہ عبدالرحمٰن باوجود کم سن ہونے کے

اس کے فریب میں نہیں آتے۔ تو اس نے دوسرا جال پھینکا۔ اور بلند آواز سے کہا عبدالرحمٰن تم نوعمر ہو۔ خوبرو ہو۔ ذی عزت ہو اگر تم عیسائی ہو جاؤ۔ تو ہرقل اعظم تمہیں کسی قلعہ کا بادشاہ بنا دیگا اور میں تمہارے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر کے تمہیں اپنا فرزند بنا لوں گا۔ تم پر ہمیشہ بخشش و انعام کرتا رہوں گا۔ دولت عزت شہرت تمہارے قدم چومے گی۔

عبدالرحمٰن نے کہا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تفّ ہو تجھ پر اے جبلہ، تو مجھے ضلالت و گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔ ایمان سے کفر کی جانب کھینچتا ہے۔ حالانکہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں۔ بس تو لے تلوار اور آمادہ ہو۔ مجھ سے لڑائی کے لئے۔ تاکہ میں تجھ پر کاری ضرب لگا کر تیری ناک کو خاک میں ملا دوں۔ تیری موت اہل عرب کی راحت کا باعث ہو۔

جبلہ کو طیش آگیا۔ اس نے نیزہ سے حملہ کیا عبدالرحمٰن نے تلوار سنبھالی۔ جبلہ نے نیزہ کا وار کیا۔ عبدالرحمٰن نے تلوار ماری۔ جبلہ کا نیزہ کٹ گیا۔

اس نے نیزہ پھینک کر تلوار نکالی۔ کچھ دیر جنگ و جدل ہوتی

رہی۔ عبدالرحمٰنؓ نے الا اللہ کہہ کر پر زور حملہ کیا۔ جبلہ نے ڈھال پر ان کا وار روکا۔ مگر ان کی تلوار ڈھال کاٹ کر خود تک پہنچی۔ اور سر میں زخم لگا گئی۔ جبلہ کے سر سے خون جاری ہو گیا۔

جس وقت عبدالرحمٰنؓ نے وار کیا تھا۔ اس وقت جبلہؓ نے تلوار ماری تھی۔ اس کی تلوار زرہ کاٹ کر عبدالرحمٰنؓ کے شانہ کو زخمی کر گئی۔ ادھر جبلہ پھرا۔ ادھر عبدالرحمٰنؓ لوٹ گئے۔

جب حضرت خالدؓ کو ان کے زخمی ہونے کا پتہ چلا۔ تو انہیں رنج ہوا۔ انہوں نے کہا۔ جبلہ نے ہمیں دردمند کیا ہے خدا کی قسم میں انہیں اندوہگین کروں گا۔

انہوں نے اول تو عبدالرحمٰنؓ کی مرہم پٹی کی۔ پھر لوقا کو طلب کر کے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ اور اس سر کو عیسائیوں کی طرف پھینک دیا۔

لوقا کا سر دیکھتے ہی عیسائی فریاد کرنے لگے۔ جبلہ نے تمام عیسائیوں کو ایک دم حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔

مسلمانوں نے اپنی پشتیں ملا لیں۔ اور نہایت استقلال اور اور جوانمردی سے جنگ کرنے لگے۔ یہ لڑائی کچھ دن چڑھے شروع ہوئی تھی۔

اس وقت حضرت ابوعبیدہؓ چاشت کی نماز پڑھ کر سو گئے تھے۔ دفعتہً وہ اٹھے اور خیمہ سے باہر آ کر انہوں نے

بلند آواز سے کہا۔ النفیر النفیر فقد احیط الفرسان مسلمانو چلو چلو۔ موحدین گھر گئے ہیں۔

چاروں طرف سے لوگ دوڑ کر ان کے پاس آئے۔ اور پوچھا۔ اے سردار کیا ہوا؟

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا میں سو رہا تھا۔ دفعتہً رسول اللہ صلعم نے آکر فرمایا۔ اے ابن جراح! تم سوتے ہو۔ مسلمانوں کو عیسائیوں نے گھیر لیا ہے۔ اٹھو اور خالدؓ بن ولید سے جا ملو۔ انہوں نے مجھے جگایا۔ اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔

یہ سنتے ہی لوگ اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے جلدی جلدی مسلح ہوئے۔ گھوڑوں پر زین کسے اور تیار ہو گئے۔ ابو عبیدہؓ بھی تیار ہو گئے۔ انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی کر دیں۔ گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔

تھوڑی دور چل کر ابو عبیدہؓ نے ایک سوار کو دیکھا۔ کہ گھوڑا اڑائے چلا جا رہا ہے۔ انہوں نے ہر چند کوشش کی۔ کہ اس سوار کو پکڑ لیں۔ لیکن اس کا گھوڑا اس قدر تیز دوڑ رہا تھا کہ کسی مسلمان کا گھوڑا بھی اس تک نہ پہنچ سکا۔

حضرت ابو عبیدہؓ کو گمان ہوا۔ کہ شاید وہ سوار کوئی فرشتہ ہے۔ جسے اللہ تعالٰے نے ان کی رہبری کے لئے بھیجا ہے انہوں نے پکار کر کہا۔ اے سوار ٹھہر! تو اپنی روش نرم پر

اے دلبر سختی کرنے والے نرمی کر اپنی ذات پر رحمت کرے اللہ تجھ پر

وہ سوار ٹھہر گیا۔ ابو عبیدہؓ نے اس کے قریب پہنچ کر دیکھا۔ وہ چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اور اس کا پلہ سر سے اس طرح لپیٹ لیا تھا۔ کہ سوائے آنکھوں اور پیشانی کے چہرہ کا اور کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔

ابو عبیدہؓ نے ان سے پوچھا۔ تم کون ہو۔ سوار نے جواب دیا۔ میں ام تمیم ہوں۔

ابو عبیدہؓ۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم اس تیزی سے کہاں اور کیوں جا رہی ہو۔

ام تمیمؓ۔ لشکر میں خواتین عرب کے ساتھ بیٹھی تھی۔ کہ میں نے شور سنا۔ کہ خالدؓ کو عیسائیوں نے گھیر لیا ہے میں نے کہا۔ عیسائی انہیں ہرگز نہیں گھیر سکتے۔ نہ پست و مغلوب کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کی ٹوپی میں گیسوئے مبارک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔

لیکن جس وقت میری نگاہ خیمہ کی چوب پر پڑی۔ میں نے وہ ٹوپی لٹکی ہوئی دیکھی۔ میں دھک سے رہ گئی۔ بے ساختہ میری زبان سے نکلا۔

خدا خیر کرے۔ وہ کبھی ٹوپی بھول کر نہیں جاتے۔ آج

بھول گئے۔

میں نے جلدی سے ٹوپی اٹھائی۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑی۔ چاہتی ہوں۔ کہ جس قدر ممکن ہو۔ یہ ٹوپی ان تک پہنچادوں۔

ابو عبیدہؓ۔ تمہارا یہ کام خالصۃً للہ ہے۔ دوڑو۔ خدا تمہاری مدد کرے۔

ام تمیمؓ نے فوراً اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی کر دی۔ گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ دم کے دم میں ام تمیمؓ اسلامی لشکر سے آگے نکل گئیں۔

یہاں تک کہ اس میدان میں پہنچیں۔ جس میں جبلہ کے لشکر نے حضرت خالدؓ بن ولید اور ان کے ساتھیوں کو نرغہ میں لے لیا۔ اور چاروں طرف سے ان پر حملے کر رہے تھے تلواریں اور نیزوں کی انیاں دھوپ میں چمک رہی تھیں۔ گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ عیسائی شور کر رہے تھے۔

وہاں کا منظر نہایت ہیبت ناک ہو رہا تھا۔ لیکن ام تمیمؓ پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ وہ لشکر اعدا میں گھس گئیں۔ انہوں نے نیزہ سے حملہ کیا۔ اور اس حملہ میں ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ وہ پیچھے لوٹیں۔ اور دوسرے عیسائی پر حملہ کیا۔ اسے بھی مجروح کر کے گھوڑے سے گرا دیا۔

پھر وہ تیسرے پر حملہ آور ہوئیں۔ اور اسے بھی بلند ڈالا۔ اس کے بعد وہ چوتھے پر جھپٹیں۔ اور اسے بھی ہلاک کر دیا۔ انہوں نے ایسی عجلت سے یہ حملے کئے۔ کہ عیسائی اس وقت خبردار ہوئے۔ جب ان کے پانچ چھ آدمی مارے جا چکے۔

اس عرصہ میں ام تمیمؓ عیسائیوں کی صفوں کو چیرتی ہوئیں اور نیزہ سے انہیں قتل وزخمی کرتی ہوئی بڑھتی رہیں۔

حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھی نہایت جوانمردی سے ابھی تک لڑ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے سامنے عیسائیوں کی لاشوں کے پشتے بنا لئے تھے۔ کئی سو عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔

لیکن اب کی طاقت جواب دینے لگی تھی۔ ان کے بازو سست ہو گئے تھے۔ ان کے پرزور حملوں میں کمی آ گئی تھی۔ اسی وقت انہوں نے آواز سنی۔

ھٰذَا الاَمَنُ وَنَصِيرُ الخَائِفُ يَا حَمَلَةَ القُرآنِ جَاءَ كُمُ الفَرَجُ مِنَ الرَّحمٰنِ وَنَصَرَكُمْ عَلیٰ عَبَدَةِ الصُّلبَانِ یعنی خوار ہوا بے ڈر اور مدد دیا گیا۔ ڈرنے والا۔ اے حاملانِ قرآن رحمان کی طرف سے تمہارے لئے کشود کار آئی۔ اور تمہیں بندگانِ صلیب پر

فتح دی گئی۔

اس آواز کو سن کر حضرت خالدؓ اور ان کے ہمراہیوں کے دلوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ انہوں نے سنبھل کر نہایت سختی سے عیسائیوں پر حملہ کیا۔

اس وقت ابو عبیدہؓ اور ان کے ہمراہیوں نے اللہ اکبر کا پر زور نعرہ لگا کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔

اس نعرہ کی آواز نے ایک طرف تو مسلمانوں کو خوش کر دیا۔ اور دوسری طرف عیسائیوں کو لرزا دیا۔ اب نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے۔

انہوں نے ایک سرے سے عیسائیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ ہر طرف لاشوں کے انبار لگ گئے۔ خون کی ندیاں بہ گئیں۔

حضرت خالدؓ نے نہایت جوش سے حملہ کیا۔ انہوں نے عیسائیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ لیکن انہیں اس وقت تعجب ہوا جب وہ عیسائی جنہیں انہوں نے پیچھے دھکیل دیا تھا۔ پھر خوف زدہ ہو کر آگے بڑھے۔ ان میں سے دو عیسائی چیخیں مار کر گھوڑوں سے گر گئے۔ ان کے گرتے ہی ایک سوار نمودار ہوا۔ جو رومیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

اس کا لباس خون میں تر تھا۔ اس نے نیزہ سے حملے

کر کے حضرت خالدؓ کے پاس سے عیسائیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔

حضرت خالدؓ کو اس سوار کی جوانمردی اور دلیری دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔ اے شہسوار تو کون ہے۔

سوار نے جواب دیا۔ میں آپ کی بیوی ام تمیم ہوں۔ تم وہ ٹوپی بھول آئے تھے۔ جس میں گیسوئے رسول اللہ صلعم ہیں۔ میں وہ ٹوپی لائی ہوں۔

خالدؓ۔ تم نے میرے لئے بڑی زحمت برداشت کی۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ یہ تمہارے لباس پہ خون کیسا ہے۔

ام تمیمؓ۔ یہ ان عیسائیوں کا خون ہے۔ جنہیں میں نے قتل کیا ہے۔

خالدؓ۔ خدا کا شکر ہے۔

حضرت خالدؓ نے ام تمیمؓ سے ٹوپی لے کر اوڑھی۔ ام تمیمؓ نے ان کے گھوڑے کی باگ سے باگ ملا لی۔ دونوں نے پر زور حملہ کر کے عیسائیوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ کئی عیسائیوں کو مار ڈالا۔

ادھر ابو عبیدہؓ اور ان کی سپاہ نے عیسائیوں کا ستھراؤ

کر دیا۔ جبلہ یہ کیفیت دیکھ کر بھاگ نکلا۔ اس کے بھاگتے ہی تمام عیسائی بھی بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس طرح ایک مکار اور بدعہد عیسائی بادشاہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ام تمیمؓ کی بے پناہ شجاعت کے جوہر کھلے۔

وفات

کسی تاریخ میں ان کی وفات کا حال نظروں سے نہیں گزرا۔ یہ معلوم نہیں۔ انہوں نے کس سن میں اور کہاں وفات پائی۔

ام حکیمؓ بنت رغوثؓ

جب ملک شام میں مسلمانوں نے بہت سے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ تو ہرقل اعظم نے مسلمانوں کے ساتھ آخری لڑائی لڑنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اطراف ملک سے لشکر کی فراہمی کے احکام جاری کر دیے۔

بے شمار فوجیں اس کے دار السلطنت انطاکیہ میں جمع ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ چھ لاکھ سوار پیادے آ گئے۔ رومی عیسائیوں نے کبھی اتنا لشکر ایک موقع پر جمع نہیں کیا تھا۔

نہ اس قدر فرماں روا اور بادشاہ ایک جگہ اکٹھے ہوئے تھے جس قدر اس موقع پر ہوئے۔ گویا عیسائیوں نے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ارادہ کر لیا تھا۔

ہرقل اعظم نے اس عظیم الشان لشکر کو چھ معزز بادشاہوں کے

تخت میں دیا۔ ہر بادشاہ کے زیر تخت ایک ایک لاکھ سوار پیادے مقرر کئے۔ یہ علم نہایت بلند اور شان دار بنائے۔ ان میں ایک علم سنہرے دیباج کا تھا۔ جو روم کے بادشاہ قناطر کو دیا۔

دوسرا علم دیباج سفید کا تھا۔ وہ ممالک عموریہ اور انگوریہ کے بادشاہ جبہ جیر کو دیا۔ تیسرا علم دیباج سبز کا تھا۔ اور دریجان کو دیا۔

چوتھا علم دیباج سیاہ کا بنایا۔ اور روزیر کو دیا۔

پانچواں علم محض موتیوں اور یاقوت کا بنایا۔ اور وہ علم باہان ارمنی کو دیا۔

ایک علم علیحدہ ایک لاکھ تیر اندازوں کے لئے بنایا۔ اس تمام لشکر پر باہان ارمنی کو سالار اعظم اور مالک و افسر مقرر کیا۔

چوں کہ اتنا عظیم الشان لشکر ایک راستہ سے ایک وقت میں کسی طرح بھی نہ گذر سکتا تھا۔ اس لئے کئی راستوں سے روانہ کر کے ہرقل اعظم نے انہیں حکم دیا۔ کہ وہ یرموک کے مشہور اور وسیع و فراخ مقام پر جمع ہو کر مسلمانوں سے لڑیں۔ اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹا ڈالیں۔

اس بے پناہ لشکر کو دیکھ کر ہر عیسائی بے ساختہ پکار اٹھا۔ کہ اب مسلمانوں کی خیر نہیں۔ اس لشکر سے ان کا خدا بھی انہیں نہیں بچا سکتا۔

باہان نے تمام بادشاہوں کو یہ حکم دے دیا۔ کہ وہ جس بستی

ہیں ہو کر گزریں۔ وہاں کے نوجوانوں کو خوشی سے یا زبردستی سے فوج میں بھرتی کر لیں۔

چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا۔ اور اس طرح انہوں نے اس لشکر میں لاکھوں کا اور اضافہ کر لیا جبلہ بن ایہم غسانی بھی اس لشکر کے ساتھ تھا۔ اس کے ساتھ ساٹھ ہزار غسانی عرب تھے۔

غرض یرموک میں پہنچتے پہنچتے یہ لشکر دس لاکھ کے قریب ہو گیا۔

جس وقت عیسائیوں نے مسلمانوں کو مٹا دینے کے لئے یہ ٹڈی دل لشکر بھیجا۔ اس وقت حضرت فاروقؓ خلیفہ اور ملک شام میں اسلامی لشکر کے سالار اعظم حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح تھے۔

ابو عبیدہؓ کو ان کے جاسوسوں نے عیسائیوں کے اس لشکر کی آمد اور تعداد کا حال بتا دیا۔ ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔

حضرت عمرؓ نے آٹھ ہزار مسلمان ان کی مدد کے لئے اور بھیج دئیے۔ اور مسلمانوں کے جو سوار ملک شام میں متفرق مقامات پر تھے۔ انہیں ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دے دیا۔

جو لشکر مدینہ سے آیا۔ اس میں بہت سی عورتیں بھی تھیں کیونکہ مسلمان معہ اپنے اہل و عیال کے آئے تھے۔ ان عورتوں میں ام حکیمؓ بنت الحارث بھی تھیں۔ یہ خاتون لخم سے تھیں۔ وہ بھی یرموک میں آ گئیں۔

مسلمانوں کے تمام رسالے اور سوار بھی آگئے۔ لیکن پھر بھی سارے اسلامی لشکر کی تعداد تینتیس ہزار ہوئی۔ دس لاکھ دشمنوں کے سامنے تینتیس ہزار کی کیا حقیقت تھی۔ لیکن مسلمانوں کو آدمیوں کی کثرت اور اپنی قوت پر نہیں۔ بلکہ خدا کی اعانت پر بھروسہ تھا۔ اس لئے انہیں کوئی فکر نہ تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے عورتوں کو ایک مسطح ٹیلہ پر ٹھہرا دیا تھا اس ٹیلہ پر خیمے اور چھولداریاں نصب کر دی تھیں۔ تمام خواتینِ عرب اسی ٹیلہ پر مقیم ہو گئی تھیں۔

یرموک کی جنگ حق و باطل کی وہ مشہور لڑائی تھی جس نے حق کو بلند اور باطل کو سرنگوں کر دیا۔ اس لڑائی کے واقعات ایسے پر جوش اور حیرت ناک ہیں۔ کہ ان کو پڑھ کر جوش بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور حیرت بھی ہوتی ہے۔

اگر ان تمام واقعات کو مختصراً بھی لکھا جائے۔ تو ایک ضخیم جلد چاہئے۔ اس لڑائی میں صرف ساٹھ مسلمان جبلہ کے ساٹھ ہزار مرتد عربوں سے لڑتے رہے۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی تھی۔

اس مشہور معرکہ میں صرف دس مسلمان شہید ہوئے تھے۔ اور پانچ ہزار عیسائی عرب مارے گئے تھے۔ اس فتح سے مسلمانوں کی عیسائیوں پر ہیبت بیٹھ گئی۔

لیکن دس لاکھ میں سے پانچ ہزار کے مارے جانے سے کیا کمی آسکتی تھی۔ پھر بھی عیسائیوں کو اپنی فتح کا یقین تھا۔ آخر باہان نے اپنے تمام لشکر کو صف بستہ ہونے کا حکم دیا۔ میلوں تک ان کی صفیں پھیل گئیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی لشکرِ اسلام کو ترتیب دیا۔ معاذؓ بن جبل کو میمنہ میں۔ کنانہؓ بن اشیم کو میسرہ میں مقرر کیا۔ پیدلوں پر ہاشم بن عتبہ کو سردار کیا۔ خود قلب میں رہے۔

عیسائیوں نے ایک لاکھ تیر اندازوں کو ایک طرف کھڑا کیا۔ کئی ہزار رومیوں نے اپنے آپ کو اس طرح زنجیروں میں پیوست کر لیا۔ کہ ان میں سے کوئی بھاگ نہ سکے۔

لڑائی شروع ہو گئی۔ رومیوں نے ایک دم ایسا سخت حملہ کیا۔ کہ مسلمان اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکے۔ پیچھے ہٹنے لگے۔ ہر چند ان کے سرداروں نے انہیں ڈانٹا۔ جوش دلایا۔ مگر رومی عیسائیوں کی ایسی چڑھائی ہوئی۔ کہ مسلمان رک ہی نہ سکے۔

سب سے پہلے میمنہ کے مسلمان جنبش میں آئے۔ اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے اس ٹیلہ سے جا ملے۔ جس پر عورتیں مقیم تھیں۔ عورتوں کی حفاظت پر ابو سفیان مقرر تھے۔ وہ یہ کیفیت دیکھ کر مع اپنے ہمراہیوں کے آگے بڑھے۔ لیکن میدانِ جنگ میں پہنچنے سے پہلے انہوں نے عورتوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے خواتین عرب! عیسائیوں کا سیلاب بہنے لگا ہے مسلمان اس سیلاب کو دور نہیں کر سکتے۔ وہ بہے چلے آ رہے ہیں۔ اب تمہاری جرأت و شجاعت کا امتحان ہے۔

ام حکیمؓ بنت رغوث نے کہا۔ انشاء اللہ تم ہمیں پیچھے ہٹتے ہوئے نہ دیکھو گے۔

اسی وقت ام حکیمؓ نے ایک چادر اپنے جسم سے اس طرح لپیٹ لی۔ کہ تمام جسم اس سے ڈھک گیا۔ انہوں نے واہنے ہاتھ میں تلوار لی۔ اور بائیں میں ڈھال لی۔ اور لڑائی کے لئے تیار ہو گئیں

اس عرصہ میں عیسائیوں نے مسلمانوں کو اور دبایا۔ اور اب میمنہ کے مسلمان ٹیلہ سے پیچھے کی طرف ہٹنے لگے۔ ابوسفیانؓ کو جوش آ گیا۔ وہ مع اپنے ہمراہیوں کے عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیا۔ جو مسلمان پیچھے ہٹتے چلے آ رہے تھے۔ وہ بھی رک گئے۔ اور اب مسلمانوں نے بھی جوش میں آ کر حملہ کیا۔

تلواریں بلند ہوئیں۔ جھکیں۔ نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ بہادر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ عیسائیوں نے پھر یورش کی۔ ان کی صفیں بڑھیں۔ مسلمانوں نے انہیں روکنا چاہا۔ لیکن نہ روک سکے۔ پیچھے ہٹنے لگے۔

ام حکیمؓ بنت رغوث نے دیکھا۔ انہوں نے بلند آواز سے

کہا۔ لے دین کے مددگارو چلو۔

حضرت زبیرؓ اس وقت اپنی بیوی حضرت اسماءؓ کے خیمہ میں تھے۔ ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ اس لئے وہ میدان جنگ میں نہیں گئے تھے۔ انہوں نے ام حکیمؓ کی آواز سنی۔ حضرت اسماءؓ سے پوچھا۔ یہ کون عورت آواز دے رہی ہے۔

اسماءؓ نے کہا۔ ام حکیمؓ بنت حوثؓ ہیں۔ انہوں نے کہا۔ واقعہ کیا ہوا۔ اسماءؓ نے بتایا۔ کہ مسلمان پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ اور رومی بڑھے چلے آرہے ہیں۔

زبیرؓ نے اس وقت آنکھوں پر کپڑا رکھ رکھا تھا۔ انہوں نے کپڑا پھینک دیا۔ اور کہا۔ خدا کی قسم میں مسلمان ہوں۔ دین کا مددگار ہوں۔ میں اس جنگ کو گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ آنکھ دکھنے کی وجہ سے خیمہ میں چھپا بیٹھا رہوں۔ اور مسلمان لڑتے رہیں۔

انہوں نے تلوار اور ڈھال اٹھائیں۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔

اس عرصہ میں ام حکیمؓ نے خواتین عرب سے مخاطب ہو کر کہا۔ لے خواتین اسلام! اب تمہاری دلیری اور استقلال کے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ تو ان کافروں کے غلتہ بریدہ کو۔ خدا کی قسم وہ تم سے زیادہ بہادر نہیں ہوں۔

یہ کہتے ہی وہ ٹیلہ سے نیچے اتریں۔ اور نہایت دلیری سے

یہ کہتے ہی وہ ٹیلہ سے نیچے اتریں۔ اور نہایت دلیری سے لڑنے لگیں۔ چونکہ پیدل تھیں۔ اس لئے گھوڑوں کے موہنوں پر تلواریں مارتیں۔ یا سواروں کے پیروں پر

جس گھوڑے کے منہ پر وہ تلوار مارتیں۔ اس کا منہ کٹ جاتا۔ گھوڑا گرتا۔ اور ساتھ ہی سوار کو بھی لے گرتا۔ سوار کچلا جاتا۔

جس سوار کے پیر پر ان کی تلوار پڑتی۔ اس کی پنڈلی کاٹ ڈالتی سوار بیتاب ہو کر گرتا۔ اور گھوڑوں کے سموں سے کچلا جاتا۔

وہ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر حملہ کرتیں۔ اور ہر حملہ میں یا تو کسی سوار کا پیر کاٹ ڈالتیں۔ یا گھوڑے کا سر اڑا دیتیں۔ انہوں نے اس طرح کئی عیسائیوں کو مار ڈالا۔

عیسائی ان پر جوش میں آ کر حملہ کرتے۔ وہ ڈھال پر ان کا حملہ روکتیں۔ اور جلدی سے خود بھی وار کر کے حملہ آور کو مار گراتیں۔

انہیں مصروفِ جنگ دیکھ کر ام حکیمؓ بنت الحرث، لبنیٰ بنت سالم سلمیٰ بنت لوی، کعوب بنت مالک، سلمہ بنت ہاشم اور نعم بنت تناحض بھی ان کے پاس آ گئیں۔

ان میں زیادہ تر عورتیں خیموں کی چوبیں لئے ہوئے تھیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو غیرت دلائی۔ اور آگے بڑھ کر عیسائیوں کے گھوڑوں کی گردنوں پر اس زور زور سے چوبیں ماریں کہ گھوڑے پیچھے لوٹ گئے۔ اس سے عیسائیوں میں ابتری پھیل

گئی۔ مسلمانوں نے سنبھل کر اور جوش اور غیرت میں آ کر حملہ کیا۔ اس حملہ نے عیسائیوں کو پسپا کر دیا۔

امِ حکیمؓ بنت رعوث نے گیارہ عیسائیوں کو مار ڈالا۔ جب عیسائی بھاگ گئے۔ تب وہ واپس لوٹیں۔ ان کے ساتھ دوسری عورتیں بھی لوٹ آئیں۔

جنگِ یرموک کی فتح کا سہرا عورتوں کے سر رہا۔

وفات

یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ ام حکیم بنت رعوث نے کس سنہ میں وفات پائی۔

ختم

گنجینہ حسن (مکمل)

معنفہ بابا سیاہ پوش جہاں گرد (حیدر آباد دکن)

...بیا اور بد صورت چہرہ کو خوبصورت بنانیوالے نسخوں کا مجموعہ

جوانی کے عالم میں جہاں حسن اپنے انتہائی عروج پر ہوتا ہے، وہاں
...نسانی حسن کو بدنما کرنے کے لیئے کیل مہاسے چھائیاں بھی اسی عالم میں
...ودار ہوتی ہیں۔ اس کتاب میں چہرہ کی خوب صورتی قائم رکھنے کے لئے نیز
...لد کو ملائم کرنے کیلئے بالوں کو سیاہ اور لمبے اور ان کی چکناہٹ دور کرنے
...لے نسخے دانتوں کو موتیوں کی طرح سفید اور چمک دار اور دیگر امراض
...سے بچانے کے مجرب نسخے مقوی نظر کے آزمودہ نسخے اور سرمے چہرہ
...کی سیاہ رنگت سفید کرنے کے طریقے جسم کو مضبوط اور لچک دار بنانے
...کے ورزش کے نہایت آسان طریقے جن پر عمل کرنے سے خواتین
...اپنے جسم کو مضبوط اور خوبصورت بنا سکتی ہیں۔ ان کے علاوہ، صابن
...خضاب، غازے، پاؤڈر، خوشبودار تیل وغیرہ بنانے کے نہایت
...آسان اور مجرب نسخے درج کئے گئے ہیں۔ بہت ہی مفید اور کار آمد
...تحفہ ہے۔

قیمت مجلد کتاب صرف ایک روپیہ آٹھ آنے

جہانگیر بک ڈپو نولکھا بازار لاہور پاکستان

آفتاب عالم

مصنفہ مولانا محمد صادق حسین صدیقی

کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا

بعض ناعاقبت اندیش تاریخی حقائق سے ناآشنا اور متعصب لوگ یہ الزام لگا رہے ہیں۔ کہ اسلام زور سے پھیلا۔ ممکن ہے ان کا یہ خیال اس وجہ سے ہوا کہ اسلام ربع مسکوں پر چھایا ہوا ہے۔ ان کی دماغی بے بضاعتی نے انہیں یہ یقین کرنے پر مجبور کیا ہو کہ بغیر تلوار کے چاردانگ عالم میں اسلام نہیں پھیل سکتا۔ مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ اسلام اپنے بے نظیر تاثر عالمگیر اخوت، عدیم المثال زریں اصول۔ فطرت انسانی کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے پھیلا۔ اور پھیل رہا ہے۔ موجودہ ناول کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو جائیگا۔ تلوار کے زور سے اسلام پھیلنے کا رکیک وسفیہانہ الزام حق وصداقت سے اتنا ہی دور ہے۔ جتنا کہ زمین سے آسمان۔ کتاب چھپ کر ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہے۔ جلد منگوائیں۔ قیمت سات روپے

جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار لاہور پاکستان

نور جہان

مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صدیقی

کہاں اور کس حالت میں پیدا ہوئی جبکہ ماں اور باپ پر خدا کی وسیع زمین تنگ ہو گئی تھی۔ وہ کس طرح صاحب اقبال ہوئی۔ اور جہانگیر اس کی محبت میں مبتلا ہوا قسمت نے اسے ملکۂ عالم بنایا۔ اور اس نے سلطنت مغلیہ کی بنیادوں کو کمزور کر دیا۔ اس ناول میں شہنشاہ اکبر کے حالات مغلوں اور راجپوتوں کی لڑائیاں شیر دل مہارانا پرتاپ کے ساتھ تمام لڑائیوں کے حالات درج ہیں۔ قیمت سات روپے